ISLAMIC RESEARCH CENTRE
JAMIA SALAFIA, BEGRI TALAB
VARANASI INDIA

# خاتونِ اِسلام

تالیف

ڈاکٹر مقتدیٰ احسن ازہری

ناشر

اَدارَۃ البحوث الاسلامیہ جامعہ سلفیہ بنارس

AsliAhleSunnet.com

# خاتونِ اسلام

مصنّف

ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری

ناشر

ادارۃ البحوث الاسلامیہ، جامعہ سلفیہ، بنارس

AsliAhleSunnet.com

سلسلۂ مطبوعات جامعہ سلفیہ ——— (۲۱۷)

جُملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : خاتونِ اسلام
مصنف: مقتدیٰ حسن ازہری
سن طباعت: دوم ۱۹۹۲ء
ناشر: جامعہ سلفیہ بنارس
صفحات : ۲۶۰
خوشنویس: عبدالرحمٰن بستوی
قیمت:
مطبع: نوفوٹو آفسیٹ پرنٹرس بلیماران دہلی ۶

ملنے کے پتے

۱۔ مکتبہ سلفیہ، جامعہ سلفیہ، ریوڑی تالاب، بنارس ۲۲۱۰۱۰
۲۔ مکتبہ ترجمان، ۴۱۱۶۔ اُردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۱۱۰۰۰۶

AsliAhleSunnet.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وبہ استعین

# مقدمہ طبع ثانی

پہلی مرتبہ "خاتونِ اسلام" ۱۹۸۳ء میں طبع ہوئی تھی، اس اشاعت میں عورتوں سے متعلق صرف اُن چند موضوعات پر روشنی ڈالنا مقصود تھا جن کے بارے میں مخالفین نے مذہب حقہ اسلام کو بدنام کرنے کی سعی نامشکور کی تھی، اور لوگوں کو یہ تأثر دینا چاہتے تھے کہ اسلام نے عورتوں سے متعلق جو رویّہ اختیار کیا ہے اس کی موجودگی میں کسی مؤثر تہذیب اور ترقی یافتہ معاشرہ کی تعمیر نہیں ہو سکتی۔

کتاب کی پہلی اشاعت میں اس طرح کے چند پہلوؤں پر بعض حقائق پیش کیے گئے تھے، اور عورتوں سے متعلق احکام و تشریعات کا تذکرہ نہیں کیا گیا تھا۔ پھر قارئین کے خطوط اور مخلصانہ مشوروں کی روشنی میں یہ مناسب معلوم ہوا کہ عورتوں کی رہنمائی کے لئے اسلام نے جو اصول و ضوابط مقرر کیے ہیں، جس ذہن اور رجحان کو وہ عورتوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے اور جس مقصدیت کو اس نے پیشِ نظر رکھا ہے اس کی توضیح بھی اس کتاب میں شامل کر دی جائے۔

اس پہلو سے کتاب میں توسیع و اضافہ کا داعیہ اس لئے اور بھی قوی ہو گیا کہ ہندوستان کے سیکولر نظامِ حکومت اور غیر مسلم عوام نے سماجی میدان میں اسلام کے عائلی نظام کو چیلنج کرنا شروع کر دیا، اور پچھلے دور میں تعصب

AsliAhleSunnet.com

یا جہالت کی بُنیاد پر جتنے اعتراضات اسلامی شریعت اور بالخصوص اسلامی عائلی نظام پر کیے گئے تھے انھیں دہرانے لگے، حالانکہ انگریزوں کے دورِ حکومت میں علمائے اسلام نے ان پر اتنی روشنی ڈال دی تھی جس سے ہر منصف مزاج انسان کو تشفی حاصل ہو سکتی تھی۔

آزاد ہندوستان میں اسلام پر اس فکری یورش کے در اصل سیاسی اسباب تھے، لیکن اظہار یہ کیا گیا کہ اس کے پیچھے مسلمانوں کی بہی خواہی اور انسانیت کے تحفظ کا جذبہ کارفرما ہے۔ بہر صورت موجودہ دور میں اسلام پر اور بالخصوص اس کے عائلی نظام پر جو ردّ و کد ہوئی اس سے بہت سے جدید اور مفید پہلو سامنے آئے، اور علمائے اسلام کو بھی جدید دور کے تیور کو سمجھنے میں آسانی ہو گئی۔

اسلامی شریعت پر علماء نے اس وقت جو کام کیا ہے وہ اہم اور متنوع ہے، اس میں اگر مسلکی دباؤ کا پہلو نہ ہو تو افادیت میں مزید اضافہ ہو جائیگا۔ میں نے اس کتاب میں موجودہ اعتراضات کو پیشِ نظر رکھ کر جواب پر توجہ مرکوز نہیں کی ہے، لیکن پھر بھی اس میں بہت سے ایسے پہلو آگئے ہیں جن سے مخالفینِ اسلام کے شبہات کا ازالہ ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس اشاعت کو بھی قبولِ عام عطا فرمائے، اور اس سے قارئین کو نفع بخشے، انہٗ ولی التوفیق۔

مقتدیٰ حسن یاسین ازہری

۱۵ر شوال ۱۴۰۷ھ
جامعہ سلفیہ، بنارس

AsliAhleSunnet.com

# تمہید

## عصرِ حاضر کا ایک زندہ موضوع

جدید دور میں جب اسلامی دنیا کا مغربی تہذیب و تمدن سے واسطہ پڑا تو بہت سے نئے مسائل پیدا ہوئے جن میں عورتوں کے مسئلہ کو زیادہ اہمیت حاصل ہوئی۔ سماجی مصلحین نے اس پہلو پر غیر معمولی توجہ دی، کیونکہ پچھلی چند صدیوں میں جب اسلامی ممالک زوال و انحطاط کے دور سے گذر رہے تھے، عورتوں کی معاشرتی حیثیت اور ان کے حقوق کو تقریباً نظر انداز کر دیا گیا تھا، جس کے نتیجہ میں عورت معاشرہ اور قوم کی ترقی سے بے تعلق ہو گئی تھی۔

جدید دور میں جب مسلم مفکرین نے اصلاحِ نسواں کے لئے قدم اٹھایا تو ان میں دو گروہ پیدا ہو گئے۔

ایک گروہ کا خیال یہ ہے کہ عورتوں کی اصلاح کے سلسلہ میں اسلامی تعلیمات کی پیروی کرتے ہوئے دیگر اقوام کے تجربوں سے فائدہ اٹھایا جائے، تاکہ اسلامی حیثیت سے عورت اپنی خصوصیات کو باقی رکھتے ہوئے معاشرے اور قوم کی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکے۔ یہ فیصلہ اسلامی تعلیمات اور عورتوں کے بارے میں اسلام کے اصلاحی موقف کے مطالعہ پر مبنی ہے۔

دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو مغربی تہذیب کے قائل اور مغربی معاشرہ میں عورتوں کی حیثیت سے مطمئن ہیں، مشرقی ممالک میں عورتوں کی اصلاح

AsliAhleSunnet.com

کے لئے یہ لوگ مغربی فارمولے کو نافذ کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔

ان دونوں گروہوں کے علاوہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو عورتوں کی موجودہ حالت پر مطمئن اور ان کی اصلاح کے لئے کسی طرح کی کوشش کے مخالف ہیں، ان لوگوں کو اصل میں یہ اندازہ نہیں کہ اگر مسلم معاشرہ میں عورتوں کو ان کی موجودہ حالت پر برقرار رکھا جائے تو اس کے کیا نتائج پیدا ہوں گے۔

ڈاکٹر احمد شلبی کی نظر میں "اسلام میں عورت کے حقوق و واجبات" کا موضوع قابلِ بحث نہیں، کیونکہ اسلام نے عورتوں کو جو بلند مقام عطا کیا ہے اور معاشرہ میں انھیں جو ممتاز حیثیت دی ہے اسے اسلامی تعلیمات و قوانین سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص بخوبی جانتا ہے، اور اس کے بعد پھر کسی طرح کے اعتراض یا شبہے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

لیکن اس کے باوجود اکثر لوگ اس موضوع پر اس لئے قلم اٹھاتے ہیں کہ ان کے سامنے دورِ انحطاط کی مسلم خواتین اور ان کی معاشرتی حیثیت کا نقشہ ہوتا ہے۔ اس موقع پر چند امور قابلِ غور ہیں:

اوّل یہ کہ اسلامی ممالک پر سامراجیوں کے تسلّط کے بعد عام طور پر مسلمان اسلام سے دور ہو گئے، اس انحطاط کا اثر مردوں کی طرح عورتوں پر بھی پڑا، تنہا مردوں ہی کے حالات خراب نہیں ہوئے، لیکن مخالفین نے صرف عورتوں کے حالات کی خرابی کو اُچھالا اور اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ اسلام کی تعلیمات ناقص اور مضر ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذٰلک)

دوم یہ کہ سامراجیوں نے مسلم ممالک میں ایسے معاشرتی نظام اور رسم و رواج کو فروغ دیا جس سے اسلام کو بدنام کرنے میں انھیں آسانی ہوئی۔

سوم یہ کہ عالمِ اسلام کی آزادی و بیداری کے بعد ترقی کے میدان میں مرد آگے رہے، تعلیم و ترقی میں عورتوں کا حصّہ ان سے کم رہا، اور اس

AsliAhleSunnet.com

طرح عورتوں کی مظلومیت کے افسانہ کو رنگین بنانے میں سہولت ہوئی۔

مگر موجودہ حالات میں یقین ہے کہ مفکرین عورتوں کے بارے میں اسلام کے موقف کو زیر بحث نہیں لائیں گے، بلکہ دیگر علمی حقائق کی طرح اس حقیقت کو بھی تسلیم کریں گے کہ اسلام نے دیگر تمام مذاہب و قوانین سے کہیں بہتر طور پر اس مسئلہ کو حل کیا ہے اور آج سے چودہ سو سال پہلے ہی اس نے عورتوں کو وہ حقوق عطا کر دیئے ہیں جنہیں عورتوں نے اب جا کر حاصل کیا ہے، یا ابھی ان کے حصول کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ (۱)

---

(۱) مقارنۃ الأدیان ۳/۱۸۴۔

AsliAhleSunnet.com

# پہلی فصل

## عورت کے ساتھ غیر مسلموں کا برتاؤ

AsliAhleSunnet.com

عورتوں کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کی توضیح سے قبل مناسب ہوگا کہ ایک نظر ان احکام و قوانین پر ڈال لی جائے جن کو مختلف قدیم مذاہب کے ماننے والوں یا دیگر سماجی مصلحین نے عورتوں کے حق میں نافذ کیا تھا۔

## عورت یونانی تہذیب میں

یونانی معاشرہ میں جب تمدن کا آغاز ہوا تو اس وقت عورت احتیاط و پاکدامنی کی زندگی بسر کرتی تھی، گھر میں رہ کر وہ ہر چیز کی نگہداشت کرتی تھی، پڑھائی لکھائی یا عام زندگی میں اس کا کوئی دخل نہ تھا، لوگ اسے حقیر سمجھتے اور نجس بتلاتے تھے، اونچے گھرانوں میں پردہ عام تھا۔

قانونی لحاظ سے بھی یونان کے لوگ عورت کو گری پڑی چیز کے مشابہ مانتے اور اس کی خرید و فروخت کرتے تھے، اسے نہ تو کسی طرح کی آزادی حاصل تھی اور نہ کوئی شہری حق۔ میراث میں بھی اس کا کوئی حصہ نہ تھا۔ عورت پوری زندگی مرد کے قبضہ میں رہتی، اور وہی جس سے چاہتا اس کی شادی کرتا۔ مالی معاملات میں بھی عورت کو کسی طرح کے تصرف کا حق حاصل نہ تھا۔ شادی کا رشتہ مرد کے رحم و کرم پر ہوتا تھا، طلاق کی اجازت عورتوں کو صرف بعض حالات میں تھی، لیکن اس حق کو حاصل کرنے میں بھی انھیں بہت دشواری تھی۔ عورت طلاق حاصل کرنے کے لئے اگر عدالت کا رُخ کرتی تو شوہر راستہ میں اسے کہیں پکڑ لیتا اور پھر گھر میں ڈال دیتا تھا۔

اسپارٹا میں عورتوں کو کچھ زیادہ شہری حقوق حاصل تھے، میراث سے بھی حصہ ملتا تھا، اور اسی طرح اسے معاملہ کرنے کا بھی اہل سمجھا جاتا تھا لیکن اس رعایت کا سبب عورت سے ہمدردی کا جذبہ نہ تھا، بلکہ شہر کی جنگی صورتِ حال

AsliAhleSunnet.com

ایسی تھی کہ مرد ہمیشہ میدانِ جنگ میں رہتے تھے، اور عورتیں گھر پر۔ ایسی صورت میں عورتوں کو معاملات کا حق دینا ضروری تھا، گھریلو ضروریات کی تکمیل کے لئے عورت باہر نکلتی تھی۔ اس طرح ایتھنز اور یونان کے دوسرے شہروں کے مقابلہ میں اسے زیادہ آزادی حاصل تھی، لیکن تعجب انگیز امر یہ ہے کہ ارسطو اسپارٹا کے باشندوں کے اس رویہ کا شاکی تھا، اس کا خیال تھا کہ اہلِ اسپارٹا کے زوال کا سبب عورتوں کے حقوق کا اعتراف اور ان کی آزادی ہے۔

جب یونانی تمدن کے عروج کا وقت آیا تو عورت کے حالات میں تبدیلی آئی، معاشرہ میں مردوں کے ساتھ اس کا اختلاط ہوا، مجلسوں میں ایک ساتھ بیٹھنے کا رواج ہوا، اور اس اختلاط کے نتیجہ میں بے حیائی بڑھنے لگی، لوگ زنا کو بُرا فعل تصوّر نہیں کرتے تھے، پیشہ ور عورتوں کے گھر سیاست و ادب کا مرکز تھے، ادب و فن کے نام پر ننگی تصویروں اور مجسموں کو فروغ ہوا، دیوی دیوتاؤں کے مابین ناجائز جنسی تعلقات کی داستانیں وضع کی گئیں، جنسی جنون کی حد یہ ہوئی کہ مرد کے ساتھ مرد کی مصاحبت کا رواج ہو گیا اور اس طرح جب عیاشی و فحاشی حدے گذر گئی تو اس عظیم تہذیب و تمدن کا زوال شروع ہو گیا۔ (۱)

## رومن تہذیب اور عورت

قدیم زمانہ میں روم کے لوگ اس بات کے قائل تھے کہ باپ پر یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ اولاد کو خاندان کے ساتھ رکھے، یہ اولاد خواہ لڑکی ہو یا لڑکا۔ پیدائش کے بعد بچہ کو باپ کے قدموں پر رکھا جاتا تھا،

---

(۱) المرأۃ بین الفقہ و القانون، ص ۳۔

AsliAhleSunnet.com

اگر باپ اسے اٹھالیتا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ بچہ خاندان کا فرد بن کر رہے گا، اور اگر وہ بچہ کو نہ اٹھاتا تو پھر اس کا مطلب یہ تھا کہ خاندان میں اس بچہ کا کوئی مقام نہیں، ایسی صورت میں بچہ کو عام پرورش گاہ یا کسی عبادت خانہ میں رکھ دیا جاتا تھا جہاں سے اُسے کوئی اٹھالے جاتا یا بچہ وہیں پر مرجاتا تھا۔

خاندان کے سربراہ کو یہ حق بھی حاصل تھا کہ وہ جس غیر خاندانی شخص کو چاہے خاندان میں داخل کرلے اور جسے چاہے باہر کردے۔

خاندان کے سربراہ کو اپنے بیٹے بیٹی بیوی بہو اور پوتے پوتیوں پر بھی مکمل تسلط حاصل تھا۔ وہ ان میں سے کسی کو بھی بیچنے، شہر بدر کرنے، سزا دینے اور قتل کرنے کا اختیار رکھتا تھا۔ چھٹی صدی عیسوی میں مذکورہ قانون منسوخ ہوا اور یہ وضاحت کی گئی کہ باپ کو صرف تادیبی کارروائی کا حق حاصل ہے۔

خاندان کے مالک ہی کو جملہ اموال کی ملکیت کا حق حاصل تھا اور وہی اپنی مرضی سے بیٹے بیٹیوں کی شادی بیاہ کرتا تھا خواہ وہ چاہیں یا نہ چاہیں۔

رومیوں کے یہاں لڑکیوں کو ملکیت کا حق نہیں تھا، ان کے تمام اموال کا مالک خاندان کا سربراہ ہوتا تھا۔ قسطنطین (۲۷۴ - ۳۳۷) کے عہد میں یہ طے پایا کہ لڑکی کو ماں سے میراث میں جو مال ملے گا وہ اس کے پاس رہے گا، لیکن باپ اس مال کو بھی جہاں چاہے خرچ کرسکتا ہے۔

خاندان کے سربراہ کی موت کے بعد بیٹے کو مکمل آزادی مل جاتی تھی، لیکن بیٹی پر نگرانی کا حق اس آدمی کی جانب منتقل ہوجاتا تھا جسے وصیت کے ذریعہ متعین کیا جاتا تھا۔

لڑکی شادی کے وقت اپنے شوہر کے ساتھ ایک معاہدہ کرتی تھی جس کو "معاہدۂ سیادت" سے تعبیر کیا جاتا تھا، یعنی شادی سے شوہر کو بیوی پر پوری برتری اور تسلط حاصل ہوجاتا ہے، یہ معاملہ یا تو کسی مذہبی تقریب میں

AsliAhleSunnet.com

کاہن کے ہاتھ پر طے پاتا تھا یا شوہر کے رمزی طور پر بیوی کو خریدنے سے یا شادی کے بعد ایک سال کی معاشرت سے۔

اس معاملہ کے طے پانے کے بعد خاندان کے سربراہ کو اپنی لڑکی پر کوئی اختیار باقی نہیں رہتا تھا بلکہ اب وہ شوہر کی ماتحتی میں چلی جاتی تھی۔

رومن قانون کی علمی ترقی کے دور میں بھی عورت پر تسلّط کی نوعیت میں صرف یہ فرق آیا کہ اس کی ماتحتی ملکیت کی جگہ محافظت کی حیثیت سے باقی رہی، لیکن اس میں کسی طرح کی اہلیت اب بھی تسلیم نہیں کی گئی۔

روم کے قدیم قانون ساز تو عورتوں کے اندر کسی طرح کی اہلیت کے صاف منکر تھے، لیکن جب گستنیان نے اپنا قانون پیش کیا تو اس میں بھی یہ وضاحت تھی کہ عورتوں کے اندر وہ شرائط موجود نہیں جو خرید و فروخت اور دوسرے معاملات کی صحت کے لئے ضروری ہیں، اس لئے وہ کسی بھی معاملہ کو انجام نہیں دے سکتی ہے۔ (۱)

## عورت ہندوستان میں

ہندوستانی تہذیب کو یونانی و رومانی تہذیب کی اصل کہا جاتا ہے، کسی اور چیز سے اس کی تصدیق ہو یا نہ ہو لیکن عورتوں کے ساتھ برتاؤ کے اصول پر نظر ڈالنے سے مذکورہ خیال کی تائید ہوتی ہے اور یقین ہو جاتا ہے کہ دونوں قدیم تہذیبوں نے ہندوستانی تہذیب کی پیروی کی ہے۔ (۲)

ڈاکٹر گستاؤلی بان نے لکھا ہے کہ کسی کتاب میں عورتوں کے ساتھ

---

(۱) المرأۃ بین الفقہ والقانون، ص ۱۵۔

(۲) المرأۃ فی التاریخ والشرائع، ص ۱۶۷

AsliAhleSunnet.com

ایسی سختی کا برتاؤ نہیں کیا گیا ہے جیسا کہ ہندوؤں کی کتابوں میں ، ان کی دانست مین یہ ایک دل پسند مخلوق ہے لیکن ادنیٰ طبقہ کی جس کی بے وفائی لاعلاج ہے۔(۱)

عورت کے مرتبہ اور حیثیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آریہ لوگ پانسوں کے جوئے میں جب دیوانے ہوجاتے تھے تو بیوی بچوں تک کو ہار جاتے تھے۔ (۲)

ہندوستان کے قدیم اہل علم کا خیال تھا کہ انسان علوم و معارف کو تمام عائلی رشتوں سے دست بردار ہوئے بغیر حاصل نہیں کرسکتا۔

منو کے قوانین میں عورت کو باپ یا شوہر یا بیٹے سے علیٰحدہ ہوکر مستقل طور پر کسی کام کا کوئی حق نہیں حاصل تھا، جب ان متعلقین میں سے کوئی نہ ہو تو وہ شوہر کے کسی عزیز کی جانب منسوب ہوجاتی تھی اور پوری زندگی مجبور رہتی تھی۔ شوہر کی وفات کے بعد اسے زندہ رہنے کا بھی حق حاصل نہ تھا، اس لئے شوہر کی چتا کے ساتھ خود بھی جل جاتی تھی، یہ رسم ہندوستان میں سترہویں صدی عیسوی تک باضابطہ جاری تھی، اور اب بھی اِکّا دُکّا ایسے واقعات سننے میں آجاتے ہیں۔

عورت کو دیوتاؤں کی رضامندی اور ان سے بارش یا رزق مانگنے کیلئے بھینٹ بھی چڑھا دیا جاتا تھا۔

برہمنی زمانہ میں عورت کا وہ درجہ نہ تھا جو ویدی زمانہ میں تھا، منو اس کی نسبت لکھتے ہیں:

عورتوں کا وجود صرف اس لئے ہے کہ بچے دیں، ان کی پرورش

---

(۱) تمدن ہند، ص ۱۵۴ (۲) تمدن ہند، ص ۱۹۹

AsliAhleSunnet.com

کریں، اور ہر روز خانہ داری کے کام میں مصروف رہیں۔" (۱)

"کسی لڑکی یا نوجوان یا بڈھی عورت کو کبھی اپنے گھر میں بھی کوئی کام اپنے اختیار سے نہیں کرنا چاہیئے۔" (۲)

منو کی تقسیم کے مطابق عورتوں کا خاص حصّہ یہ ہے: پلنگ سے محبت، بیٹھنے کی چوکی سے محبت، زیور کا شوق، شہوت پرستی، غصّہ، برے کی طرف میلان، اذیت رسانی سے رغبت اور ضدی پن۔ (۳)

عورت کی طبیعت کا تلون جیسے سمندر کی موجیں، اس کے جذبات بالکل بے ثبات جیسے شفق کے بادلوں کی صفیں، جب اس کی ہوس پوری ہو جاتی ہے اور مرد اس کے کام کا نہیں رہتا تو اس سے کنارہ کش ہو جاتی ہے جیسے کوئی اس لاکھ کو پھینک دیتا ہے جس پر چھاپہ ہو چکا ہو۔ (۴)

عورتیں ہمیشہ بے وفا ہوا کرتی ہیں حتیٰ کہ لوگ کہتے ہیں کہ دیوتاؤں کی استریوں کا بھی یہی حال ہے۔ اگر کوئی عورت پاک دامن ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ اس میں حیا ہے یا حجاب یا طبعی نیک خصلتی یا خوف، بلکہ صرف یہی کہ اس سے کوئی کسی عنایت کا طلب گار نہیں ہوا۔ (۵)

عورت کی محبت بجلی کی چمک سے بھی جلد مٹ جاتی ہے، دُھن اس کو کسی اور کی ہو پر بناوٹ سے پیار تم کو کرے گی، عورت کی روح میں پارسائی کا وجود ڈھونڈھے نہیں ملتا۔ (۶)

جہاں استری راج ہو، جہاں کوئی جواری ہو اور جہاں بچّہ مالک ہو اس گھر کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔

---

(۱) منوشاستر نواں باب ۲۷
(۲) ایضاً پانچواں باب ۱۴۷
(۳) تمدنِ ہند ص ۱۵۴
(۴) پنچ تنتر بحوالہ تمدنِ ہند ص ۱۶۴
(۵) ہتوپدیش بحوالہ تمدنِ ہند ص ۱۶۴
(۶) سودرا کا بحوالہ تمدنِ ہند ص ۱۶۴

AsliAhleSunnet.com

یہ (عورت) گناہوں کا مخزن، ہزار مکاریوں کا محل، بدگمانیوں کا ڈیرا، امرت ملا ہوا زہر ہے، اس کو دُنیا میں کس نے پیدا کیا کہ پارسائی کو میٹ دے۔ (۱)

قدیم ہندوستان کے کسی علاقہ میں ایک درخت تھا جس پر ہر سال ایک لڑکی کو بھینٹ چڑھایا جاتا تھا۔

برہمن قانون میں عورتوں کو لونڈیوں کی حیثیت حاصل تھی، مرد کے ساتھ وہ احترام سے بات کرتی تھیں، مرد کے ساتھ دسترخوان پر کھانا کھانا معیوب تھا، مرد کا نام وہ اپنی زبان پر نہیں لاسکتی تھیں، جو مرد اپنی بیوی کے ساتھ گھریلو معاملات میں بات چیت کرتا تھا اسے حقیر سمجھا جاتا تھا۔ (۲)

## عورت بُدھ اور جین مذہب میں

گوتم بُدھ سے ان کے چچازاد بھائی آنند نے ایک مرتبہ پوچھا کہ: عورتوں کے ساتھ ان کا معاملہ کیسا ہونا چاہیے؟

گوتم بُدھ نے جواب دیا کہ: ان کی طرف نہ دیکھو۔

آنند نے کہا کہ: اگر دیکھنا ضروری ہو تو؟

بُدھ نے کہا کہ: بات نہ کرو۔

آنند نے پوچھا کہ: اگر وہ خود ہمیں مخاطب کریں؟

بدھ نے جواب دیا کہ: پھر ان سے بہت بچکر رہنا چاہیے۔

پھر آنند کے اصرار پر بدھ نے عورت کو اپنی جماعت میں شامل کرنے کی اجازت دیدی، لیکن اسے معاشرہ کے لئے خطرہ تصوّر کرتا رہا۔

---

(۱) پنچ تنتر بحوالہ تمدن ہند ص ۴۱۷ (۲) استاذ المراۃ ص ۱۰

AsliAhleSunnet.com

ایک بار بدھ نے آنند سے کہا کہ: اگر ہم عورتوں کو اپنی جماعت میں شامل نہ کرتے تو مذہب زیادہ دنوں تک خالص رہتا، اور اب جب کہ عورت ہمارے درمیان داخل ہو چکی ہے تو مذہب زیادہ دیر تک خالص نہیں رہ سکتا۔ (۱)

جین مذہب کا دیگمبر فرقہ کہتا ہے کہ: عورت جب تک عورت ہے نجات نہیں پا سکتی، البتہ اس کی روح بطور تناسخ کسی اور جسم میں داخل ہو جائے تو نجات پا سکتی ہے۔

سویتمبر فرقہ البتہ عورتوں کے لئے نجات کو ممکن مانتا ہے۔ (۲)

## منو نے عورتوں اور مردوں کے درمیان جو دیوار کھڑی کی تھی وہ آج بھی موجود ہے

دہلی بار ایسوسی ایشن کی طرف سے خواتین اور قانون کے موضوع پر منعقد ایک مجلس مذاکرہ میں حصّے لینے والے مقررین نے اس رائے کا متفقہ طور پر اظہار کیا کہ جہاں تک قانون کا سوال ہے مردوں اور عورتوں کے مساوی حقوق دیئے گئے ہیں، لیکن جب قانون پر عمل کا جائزہ لیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق حاصل کرنے کے لئے ابھی بہت سفر کرنا ہے، کئی مقررین نے کہا کہ قانون بنانے والے اداروں میں ہی گڑبڑ ہے، اس لئے تمام ڈھانچہ تبدیل کرنا ہوگا۔

سپریم کورٹ کے نئے چیف جسٹس مسٹر ایس مکرجی نے کہا کہ ویدک دور میں

---

(۱) ادیان الہند الکبری ص ۱۷۵ (۲) ایضاً ص ۱۲۶

AsliAhleSunnet.com

عورتوں کے ساتھ مساوی سلوک کیا جاتا تھا لیکن آج کل عورتوں کو بہت سی مشکلات سے گذرنا پڑتا ہے۔

سپریم کورٹ کے ایک جج مسٹر پی سی ساونت نے کہا کہ منوسمرتی شاید دنیا کا پہلی دستوری تحریر ہے جس میں عورتوں اور مردوں کے درمیان دیوار کھڑی کی گئی ہے، یہ دیوار آج تک قائم ہے۔ انہوں نے کہا کہ منوسمرتی تحریر کئے جانے سے پہلے عورتوں کو مساوی حقوق حاصل تھے اور ان کا مساوی احترام کیا جاتا تھا۔

دہلی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مسٹر پائن نے کہا کہ عصمت دری کے خلاف قانون میں آج بھی بہت خامیاں ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے سپریم کورٹ کے ایک فیصلہ کا حوالہ دیا جس میں دو سپاہیوں کو عصمت دری کے الزام میں دی گئی سزا دس سال سے کم کر کے پانچ سال کر دی گئی تھی۔

دہلی کے ضلع اور شیشن جج مسٹر جپال سنگھ نے کہا کہ قانون بنانے والے اصل مسئلہ سے واقف ہی نہیں ہیں، یہی وجہ ہے کہ عورت آج بھی مظلوم ہے، ہندو بیواؤں کی دوبارہ شادی کا پہلا قانون ۱۸۵۶ء میں بنا تھا۔ اس میں پہلی ترمیم ۸۰ سال بعد ۱۹۳۷ء میں ہوئی۔ اس سے ہماری فہم کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ستی کے بارے میں قانون خاموش ہے اور بچوں کی شادیوں پر پابندی کے بارے میں بھی وہ کچھ نہیں کہتا۔ جہیز لینا دینا جرم ہے، لیکن یہ جرم سب کے سامنے ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری ترقی کے ساتھ ساتھ اس جرم کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ۱۹۶۱ء سے ۱۹۷۱ء تک صرف ایک جہیزی موت ہوئی تھی جبکہ حالیہ برسوں میں جہیزی اموات کی تعداد چونکا دینے والی ہے۔

ایڈیشنل ضلع جج منجو گویل نے کہا کہ قانون کے باوجود ستی اور جہیز کے

AsliAhleSunnet.com

واقعات پیش آرہے ہیں۔ صرف قانون بنا دینے سے ذمہ داری پوری نہیں ہو جاتی۔ انہوں نے کہا کہ اپنا حق لینے کے لئے عورتوں کو متحد ہونا ہوگا۔

## ایران اور عورت

ایران میں عورت مقید لونڈی کا درجہ رکھتی تھی، معاشرہ میں اس کا کوئی مقام نہ تھا، عام ساز و سامان کی طرح اس کی خرید و فروخت ہوتی تھی، اور اس خرید و فروخت کو قانونی حیثیت بھی حاصل تھی۔

ایک روسی ادیب (احمد اغایف) کے بیان کے مطابق ایرانی قانون میں ماں، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی کے ساتھ نکاح بھی جائز تھا۔ حیض کے ایام میں ایرانی لوگ اپنی عورتوں کو گھروں سے باہر خیمے میں رکھا کرتے تھے، کوئی ان سے ملتا جلتا بھی نہ تھا، خادم ان کے پاس جاتے تھے تو آنکھ، کان اور ناک پر کپڑا لپیٹ لیا کرتے تھے، اسی طرح ایرانی عورت مرد کے مکمل تسلط میں تھی، مرد کو یہ حق بھی حاصل تھا کہ بغیر کسی روک ٹوک عورت پر موت کا حکم لگا دے۔ (۱)

## عورت چین میں

چین میں لڑکی کو ابتدا ہی سے ہر شخص حتیٰ کہ اس کی سگی بہنوں سے بھی علیحدہ رکھا جاتا تھا، عورتیں عام طور پر گھروں سے باہر نہیں آتی تھیں، اور نہ کسی مرد کا سامنا کرتی تھیں، اسی لئے رہائشی گھروں میں بھی دو حصے ہوتے تھے، ایک عورتوں کے لئے اور دوسرا مردوں کے لئے۔

---

(۱) اسلام میں عورت کے حقوق، ترجمہ سلیم قبعین

AsliAhleSunnet.com

دوسری طرف عورت والدین کے ترکے سے مکمّل طور پر محروم رکھی جاتی تھی، شادی کے وقت ماں باپ جو کچھ لڑکی کو دیتے تھے اس کے علاوہ اسے ان کی طرف سے اور کچھ نہ ملتا تھا۔ اسی طرح غلطی کے ارتکاب پر سزا دینے کا حق مردوں کو حاصل تھا اور وہ اس بارے میں بیحد سخت رویہ اختیار کرتے تھے۔

چینی مصلح کنفیوشیس کا قول ہے کہ: عورت مرد کی تابع ہے اور اس کا کام مرد کی حکم برداری ہے۔ (۱)

## عورت مصری تہذیب میں

قدیم مصریوں کے یہاں بھائی بہن کے مابین نکاح کا رواج تھا، بعض حالات میں باپ اور بیٹی کے مابین بھی یہ رشتہ قائم ہو جاتا تھا، عورتوں کے بارے میں عام لوگوں کے اندر غیرت کا جذبہ بھی بہت کم تھا۔

نکاح کے معاملہ کو تحریری شکل بھی نہیں دی جاتی تھی، بلکہ اس کے لئے صرف میاں بیوی کی رضامندی کافی تھی۔ طلاق اور شوہر کی جائداد و املاک کے سلسلہ میں عورت کو اختیار تھا کہ وہ ان کی ملکیت کا حق اپنے لئے محفوظ کرلے۔

مصر پر یونانیوں کے تسلّط کے بعد عورت کو مالیاتی حقوق سے بھی محروم کر دیا گیا، صرف بعض حالات میں شوہر کی اجازت سے وہ مالیاتی تصرّف کی اہل سمجھی جاتی تھی۔ شاہی خاندان میں جب کوئی فرد موجود نہ ہوتا تھا تو اس وقت عورت کو حکومت کے تخت پر بٹھا دیا جاتا تھا۔ (۲)

---

(۱) استاذ المرأۃ ص ۱۱ (۲) ایضاً ص ۸

AsliAhleSunnet.com

# یہودی مذہب اور عورت

یہودیوں کی مقدس مذہبی کتاب توراۃ ہے، اور علمار یہود نے جن تعلیمات کو زبانی طور پر نقل و روایت کیا ہے اس کے مجموعہ کو "تلمود" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، تلمود میں یہودی مذہب کی تعلیمات و آداب کا ذکر ہے، یہودی اسے آسمانی کتاب تصوّر کرتے ہیں، اور اسے بھی توراۃ ہی کے درجہ میں رکھتے ہیں، بلکہ بعض یہودی اسے توراۃ سے اُونچا مقام دیتے ہیں۔

اسی تلمود میں حضرت موسیٰؑ کا یہ قول منقول ہے:

"اپنے قریب شخص کی عورت کی خواہش نہ کرو، جو شخص کسی قریب عورت سے زنا کا ارتکاب کرے گا وہ موت کا مستحق ہوگا۔"

اس قول سے بظاہر عورت کے احترام اور بدچلنی کی مذمت کا پہلو سامنے آتا ہے، لیکن جب تلمود کی اس تشریح کو دیکھا جاتا ہے کہ: قریب سے یہودی مراد ہے تو پھر یہودی مذہب کے اخلاقی تصوّر کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے، کیونکہ غیر یہودی شخص کی عورت کے ساتھ بدکاری مذکورہ تشریح کے مطابق جائز قرار پاتی ہے۔

ایک یہودی حاخام (رشی) مذکورہ قول سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ چونکہ غیر یہودیوں کے عقدِ نکاح کا اعتبار نہیں، اس لئے یہودی شخص جب کسی غیر یہودی کی آبرو ریزی کرتا ہے تو کوئی غلطی نہیں کرتا، کیونکہ بنی اسرائیل کے علاوہ دوسری عورتوں کا مقام جانوروں جیسا ہے، اور جانوروں کے ساتھ عقد کا کوئی تصوّر نہیں۔ اس رائے پر متعدد علمائے یہود کا اتفاق ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی یہودی نے نصرانی عورت کے ساتھ بدکاری کی تو وہ گنہگار نہیں۔ میمانود کا قول ہے کہ: یہودیوں کو

AsliAhleSunnet.com

غیر یہودی عورتوں کے غصب کر لینے کا حق حاصل ہے۔ (۱)

یہودیوں کی نظر میں وہ شخص خوش قسمت ہے جس کی اولاد میں صرف لڑکے ہوں، اور وہ شخص بدقسمت ہے جس کے یہاں صرف لڑکیاں ہوں۔

عورت نسل کی بقاء کے لئے ضروری ہے، لیکن نفس کے لئے مرغوب نہیں۔

عہد قدیم میں عورت سے متعلق مذکور ہے کہ: میں اپنے دل کے ساتھ حکمت و عقل اور بُرائی و بے وقوفی کی معرفت کے لئے اِدھر اُدھر پھرا' مجھے موت سے زیادہ تلخ وہ عورت معلوم ہوئی جو جال کی مانند ہے اور جس کا دل پھندا اور ہاتھ بیڑیاں ہیں۔

یہودی مذہب میں شادی کے ذریعہ عورت قابل فروخت سامان بن جاتی ہے اور خاوند اس کا مالک ہو جاتا ہے، باپ کو بھی لڑکی کی فروخت کا حق حاصل ہے۔

شادی شدہ عورت بچّہ اور پاگل کی طرح نا اہل ہے، اس کو خرید و فروخت کی اجازت نہیں، عورت کا سارا مال اس کے شوہر کی ملکیت ہے' البتہ اپنا مہر وہ شوہر کی موت یا طلاق کے وقت لے سکتی ہے۔

عورت خواہ کتنی ہی مال دار ہو اسے گھر کا کام کاج کرنا ضروری ہے۔

بیوی اپنے شوہر کی وارث نہیں بن سکتی۔ (۲)

یہودیوں کا ایک فرقہ لڑکی کو خادمہ کا درجہ دیتا ہے۔ لڑکی صرف اسی صورت میں وراثت کی مستحق ہے جب اس کے باپ کی کوئی نرینہ اولاد نہ ہو۔

باپ کی منقولہ جائداد سے خواہ وہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو لڑکی کو

---

(۱) الیہودیۃ ص ۲۴۸ (۲) ایضاً ص ۲۷۸

AsliAhleSunnet.com

کبھی کچھ نہیں مل سکتا، البتہ غیر منقولہ جائداد سے بھائی کچھ حصہ بہن کو دے سکتا ہے۔

جب بھائی کی غیر موجودگی میں لڑکی کو میراث ملے گی تو اس صورت میں بھی اسے یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ کسی اور خاندان میں شادی کرلے اور نہ یہ کہ میراث منتقل کرکے لے جائے۔

اسی طرح یہودی عام طور پر عورت کو لعنت تصوّر کرتے ہیں، کیونکہ ان کے خیال کے مطابق اسی نے حضرت آدم علیہ السلام کو گمراہ کیا تھا۔ توراۃ میں مذکور ہے کہ اللہ کے نزدیک جو شخص نیک ہے وہ عورت سے محفوظ رہے گا۔ ہزار میں ایک مرد تو مل سکتا ہے، لیکن عورت ایک بھی نہیں مل سکتی (یعنی اچھے اوصاف سے متصف۔) (۱)

## عورت نصرانی مذہب میں

رومن معاشرہ میں پھیلی ہوئی بے حیائی اور بدفعلی کو جب نصرانیوں کے دین پسند طبقے نے دیکھا تو انھیں یہ خیال ہوا کہ ان تمام مفاسد کی بنیاد اور جملہ بے حیائیوں کا سرچشمہ عورت کی ذات ہے، بے پردہ باہر نکلنے اور مردوں کے ساتھ آزادانہ اختلاط کی وجہ سے یہ نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ اس تصوّر کے بعد انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ شادی بیاہ ایک پلید رسم ہے جس سے بچنا ضروری ہے، غیر شادی شدہ شخص اللہ کے نزدیک زیادہ مکرم ہے۔ ان لوگوں نے عورت کو شیطان کا دروازہ قرار دیا، اور کہا کہ عورت کو اپنے حُسن سے شرمانا چاہیئے، کیونکہ انسان کو اُبھارنے اور فتنہ میں ڈالنے کے لئے یہ ابلیس کا ہتھیار ہے۔

---

(۱) المرأۃ بین الفقہ والقانون ص ۱۹۔

AsliAhleSunnet.com

پادری ٹرٹلین کہتا ہے کہ: عورت نفسِ انسانی تک پہنچنے کے لئے شیطان کا دروازہ ہے، اس سے خدائی قوانین کی خلاف ورزی ہوتی ہے، اور یہ اللہ کی تصویر (مرد) کو مسخ کر دیتی ہے۔

پادری سوستام کہتا ہے کہ: عورت ایک ایسا شر ہے جس سے کسی کو مفر نہیں، ایک ایسی آفت ہے جسے سب چاہتے ہیں، یہ گھر اور خاندان کے لئے خطرہ ہے، اس کی حیثیت "محبوب قاتل" اور "نظر فریب مصیبت" کی ہے۔

نصرانیوں کا عورت کے بارے میں یہ خیال بھی ہے کہ وہ نجات کی مستحق نہیں، لیکن حضرت مریم علیہا السلام کو وہ لوگ نجات کا مستحق سمجھتے ہیں۔

مغربی اقوام نے جب نصرانی مذہب اختیار کیا تو مذہبی طبقہ کی رائے سے وہ لوگ بھی متاثر ہوئے اور ۵۸۶ء میں فرانس والوں نے ایک کانفرنس منعقد کی جس میں یہ مسئلہ زیرِ بحث تھا کہ عورت انسان ہے یا نہیں؟ بحث وتمحیص کے بعد کانفرنس میں شریک لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ عورت انسان ہے اور اسے مرد کی خدمت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ چھٹی صدی عیسوی کے اس فیصلہ کو عورت پر فرانسیسی عوام کے ایک احسان کی حیثیت سے ذکر کیا جاتا ہے!

قرونِ وسطیٰ کی پوری تاریخ سے واضح ہے کہ اہلِ مغرب عورتوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ۱۸۰۵ء تک انگریزی قانون کی رُو سے مرد اپنی بیوی کو فروخت کر سکتا تھا، اور دلچسپ بات یہ ہے کہ نصف شلنگ اس کی قیمت بھی مقرر کی گئی تھی۔

۱۹۳۱ء میں ایک انگریز نے اپنی بیوی کو پانچ پونڈ میں فروخت کر دیا تو عدالت میں مرد کی مدافعت کرتے ہوئے وکیل نے کہا کہ سو سال پہلے انگریزی قانون کی رو سے شوہر چھ پنس میں بیوی کو فروخت کر سکتا تھا بشرطیکہ

AsliAhleSunnet.com

بیوی اس پر رضامند ہو۔ عدالت نے وکیل کے بیان پر یہ کہا کہ وہ قانون ۱۸۰۵ء میں ختم کر دیا گیا اور اب یہ قانون پاس ہو گیا ہے کہ عورتوں کو بیچنا یا ان سے دست بردار ہونا جائز نہیں، اس لئے مذکورہ شوہر کو عدالت دس ماہ قید کی سزا سُنا رہی ہے۔

بارہویں صدی عیسوی کے اخیر میں جب فرانس کا انقلاب رونما ہوا اور انسانی آزادی کا اعلان کیا گیا تو عورت پھر بھی اپنے حقوق سے محروم رہی، چنانچہ شہری قانون میں یہ وضاحت تھی کہ عورت اگر غیر شادی شدہ ہو تو ولی کی اجازت کے بغیر وہ کسی طرح کا معاملہ کرنے کی اہل نہیں ہے۔ قانون میں یہ توضیح بھی تھی کہ نا اہل لوگوں میں بچہ، دیوانہ اور عورت سب داخل ہیں۔ یہ قانون ۱۹۳۸ء تک نافذ تھا، اس کے بعد اس میں عورت کے مفاد میں کچھ ترمیم کی گئی۔

گیارہویں صدی عیسوی میں گرجا کی عدالت نے یہ قانون پاس کیا کہ شوہر اپنی بیوی کو محدود مدت کے لئے کسی دوسرے مرد کو بطورِ عاریت دے سکتا ہے۔ شرفاء کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ کسان کی بیوی سے اس کی شادی کے بعد چوبیس گھنٹے تک لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

۱۵۶۷ء میں اسکاٹ لینڈ کی پارلیمنٹ نے ایک فیصلہ صادر کیا تھا جس میں یہ وضاحت تھی کہ عورت کو کسی چیز پر کسی بھی طرح کا کوئی اختیار نہیں دیا جا سکتا۔

اسی طرح انگریزی پارلیمنٹ نے ہنری ششم کے دورِ حکومت میں یہ قانون پاس کیا تھا کہ عورت انجیل نہیں پڑھ سکتی۔ (۱)

---

(۱) اسلام کے موقف کا ذکر تو ہم آئندہ کریں گے لیکن اس موقع پر یہ اشارہ ضروری ہے کہ صحابۂ کرام نے حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں لکھے ہوئے نسخۂ قرآن کو اُمّ المؤمنین حضرت حفصہؓ کے پاس رکھا تھا، انہیں سے لیکر حضرت عثمانؓ نے اس کے مختلف نسخے تیار کرائے اور اسلامی قلمرو میں بھجوا دیا۔

AsliAhleSunnet.com

سنہ ۱۸۵۰ء تک عورتوں کو ملک کا شہری نہیں سمجھا جاتا تھا، اور سنہ ۱۸۸۲ء تک انھیں شخصی حقوق حاصل نہیں تھے، اور نہ انھیں ملکیت کا حق حاصل تھا، ان کی شخصیت باپ یا شوہر کی شخصیت کے تابع رہتی تھی۔ (۱)

فرانسیسی قانون کی دفعہ نمبر ۲۱۷ میں مذکور ہے کہ شادی شدہ عورت کے لئے، خواہ اس نے شادی کے وقت اپنی اور شوہر کی ملکیت کے درمیان علیحدگی کی وضاحت کا اقرار لے لیا ہو، اپنی ملکیت کا ھبہ یا رہن یا تبادلہ یا کسی اور طرح کی منتقلی جائز نہیں، البتہ اگر شوہر کسی مذکورہ معاملہ میں شریک ہو یا تحریری اجازت دیدے تو جائز ہے۔

اس دفعہ میں بعد کو مختلف ترمیم وتبدیلی ہوئی لیکن قانونی لحاظ سے اس کے اثرات اب تک باقی ہیں۔ (۲)

## جزیرۂ عرب اور عورت

اسلام سے پہلے عرب قوم میں بھی عورت مظلوم تھی، اسے میراث کا حق حاصل نہ تھا، اور نہ وہ شوہر سے کسی طرح کا مطالبہ کرسکتی تھی۔ طلاق اور تعدد ازدواج کی بھی کوئی حد نہ تھی۔ عورت کو شوہر کے انتخاب کا حق حاصل نہ تھا، صرف رؤسار اور اشراف شادی کے معاملہ میں لڑکیوں سے مشورہ کرتے تھے۔

جب کوئی شخص فوت ہوجاتا اور پسماندگان میں بیوی کے ساتھ دوسری بیوی سے اولاد چھوڑتا تو بڑا لڑکا باپ کی منکوحہ کا مالک ہوتا، چاہتا تو اس سے شادی کرلیتا یا وہ کسی اور مرد سے شادی کرلیتی۔

نکاح کی مختلف ایسی صورتیں رائج تھیں جن سے یہ تصور ہوتا تھا کہ ان کی نظر میں عورت کو سامانِ تجارت سے زیادہ حیثیت نہیں حاصل ہے۔

---

(۱) المرأۃ بین الفقہ والقانون ص ۲۰ (۲) حقوق الانسان فی الاسلام ص ۶۰

AsliAhleSunnet.com

عرب قوم کے لوگ لڑکیوں کی ولادت کو باعثِ ننگ و عار سمجھتے تھے، اور بعض قبیلوں کے لوگ تو اسے زندہ دفن کر دیتے تھے، اس عمل کے پیچھے عار یا افلاس سے بچنے کا جذبہ کارفرما ہوتا تھا، لیکن یہ رسمِ بد قبیلۂ قریش میں نہ تھی۔

لڑکیوں کی پیدائش پر عربوں کے تاثر کا تذکرہ قرآنِ کریم نے بڑے بلیغ انداز میں کیا ہے، ارشاد ہے:

واذا بشر احدھم بالانثیٰ ظل وجھہ مسودا وھو کظیم یتواری من القوم من سوء ما بشر بہ، أیمسکہ علیٰ ھون أم یدسہ فی التراب؟ ألا ساء ما یحکمون ۝ (النحل ۵۹)

اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو رنج سے اس کا منہ کالا پڑ جاتا ہے اور گھٹ کر رہ جاتا ہے، بیٹی پیدا ہونے کی بُری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، سوچتا ہے کیا اس کو ذلت کے ساتھ رہنے دے یا مٹی میں دبا دے، سنو! تو یہ کافر کیا بُری تجویز کرتے ہیں۔

اس موقع پر یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ دُنیا کی عورتوں کے مقابلہ میں اس وقت عرب عورتوں کو یہ فخر حاصل تھا کہ مرد ان کا مکمل تحفظ کرتے تھے، اور ان کی عزت و آبرو پر آنچ آنے کی صورت میں وہ انتقام کے لئے بھی اُٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ (۱)

اسی وجہ سے بعض محققین کا خیال ہے کہ چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی میں عرب دنیا میں عورتوں کا حال دیگر متمدن قوموں کے یہاں ان کے حال سے بہتر تھا اور انھیں مقابلۃً احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ (۲)

---

(۱) المرأۃ بین الفقہ والقانون ص ۲۲ (۲) الاسلام والمرأۃ ص ۱۲

AsliAhleSunnet.com

ایک محقق نے یورپ میں عورتوں کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد لکھا ہے کہ کیا یہ سوچنا صحیح نہ ہوگا کہ اسلامی دنیا میں عورتوں کے ساتھ جو زیادتیاں ہوئی ہیں وہ سب یورپ سے منتقل ہو کر آئی ہیں، مغرب سے مشرق کو آنے والے انھیں اپنے ساتھ لائے ہیں۔ (۱)

## عورت مغربی تہذیب کے زیرِ سایہ

پچھلے صفحات میں ہم نصرانی مذہب میں عورتوں کی حالت و حیثیت کا جائزہ لے چکے ہیں، چونکہ مغربی تہذیب کو پروان چڑھانے اور اس کی حمایت کرنے والے نصرانیت ہی کے پیرو ہیں، اس لئے علیحدہ سے مغربی تہذیب کے زیرِ سایہ عورتوں کے احوال کا جائزہ لینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن مشرقی خواتین کی ایک بڑی تعداد آج مذکورہ تہذیب پر فریفتہ اور اس کے اثرات پر مطمئن ہے، اور اس کی یہ کوشش ہے کہ مشرق میں بھی عورتوں کو وہی حیثیت دی جائے جو اسے مغربی معاشرہ میں حاصل ہے۔ اس لئے اس موقع پر ہم چند حقائق و واقعات پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ مغربی تہذیب کا دوسرا رُخ بھی اہلِ مشرق کے سامنے ہو، اور وہ صورتِ حال کو سمجھنے کے بعد کوئی فیصلہ کر سکیں۔

۱۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے مرکز تحقیقات کے ڈائرکٹر (پیٹریم سیروکین) کا قول "جنسی انقلاب" نامی کتاب میں مذکور ہے، موصوف لکھتے ہیں کہ امریکہ بڑی تیزی سے جنسی بے راہ روی کی طرف بڑھ رہا ہے، قدیم یونانی و رومانی تہذیبیں اسی رجحان کے باعث زوال کا شکار ہوئی تھیں، ہم آج جنسی لہروں

---

(۱) مقارنۃ الادیان (الاسلام) ص ۱۸۹

AsliAhleSunnet.com

کے درمیان گھرے ہوئے ہیں، جنسی انقلاب ہماری زندگی کے ہر شعبہ کو بُری طرح متأثر کر رہا ہے۔

۲۔ شیکاگو کے ایک عالم نفسیات (جون کیچلر) کا بیان ہے کہ امریکہ کی نوے فیصد عورتیں جنسی جذبات کی برودت کا اور چالیس فیصد مرد بانجھ پن کا شکار ہیں، تجارتی اعلانات میں ننگی عورتوں کی تصویروں کی اشاعت سے امریکی عوام کا جنسی معیار زوال پذیر ہے۔

۳۔ شمالی فرانس کے ایک شہر (کین) میں اگست ۱۹۷۶ء میں فرنچ زبان کی تعلیم کے لئے ایک کیمپ لگایا گیا تھا جس میں مختلف ملکوں کے طلبہ، ملازمین اور سیاح شامل تھے۔ ایک مسلم طالب علم کا بیان ہے کہ جس مجموعہ میں مجھے رکھا گیا تھا اس میں برطانیہ، اسپین، جرمنی، ڈنمارک، سوئیڈن، ہالینڈ کی چند لڑکیاں اور اٹلی، نائیجیریا اور برطانیہ کے کچھ نوجوان تھے، مجموعی تعداد ۱۴ تھی، مسلمان صرف میں تھا۔ زبان کی تعلیم کے لئے جن موضوعات کا انتخاب کیا گیا تھا وہ یہ تھے: مذہب، عورت اور ملازمت، اسقاطِ حمل اور جنس۔ جنس اور اسقاط کے مسئلہ پر توجہ زیادہ تھی، ہالینڈ کی ایک سولہ سالہ لڑکی نے اسقاط و جنس کے موضوع پر بات کرتے ہوئے کہا کہ اس کے ملک میں جنس ایک معمولی امر ہے، جو شخص جس کے ساتھ چاہے جنسی عمل انجام دے سکتا ہے، البتہ اسقاط کے بارے میں موافق و مخالف دونوں طرح کے نظریات موجود ہیں، گرجے سے متعلق افراد اسقاط کے مخالف ہیں۔ سوئیڈن، ڈنمارک اور جرمنی کے لڑکوں اور لڑکیوں نے ہالینڈ کی صورتِ حال کی تائید کی، البتہ اٹلی کے نوجوان پر سختی کے ساتھ اس لئے اعتراض کیا گیا کہ اس کا ملک اسقاط کو خلافِ قانون قرار دیتا ہے، اس نے مدافعت کرتے ہوئے کہا کہ اٹلی کے دواخانوں میں مانع حمل گولیاں بکثرت دستیاب ہیں، اور لڑکیوں کو خریدنے

AsliAhleSunnet.com

کی آزادی ہے، اس لئے قانون کی ممانعت سے کوئی خاص فرق نہیں!

کلاس میں موجود تمام طلبہ نے گرجے کی مخالفت کو بیجا قرار دیا اور کہا کہ اسقاط کے سبب جانی نقصان کو خلافِ انسانیت قرار دینے والے پادری ویٹ نام میں انسانی جانوں کے ضیاع پر کیوں خاموش تھے؟ (۱)

۴۔ برطانیہ کی طبّی سوسائٹی کے رسالہ نے ایک مضمون اسکولوں میں زیرِ تعلیم لڑکیوں کے حمل سے متعلق شائع کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ اسکولوں کی غیر شادی شدہ ۱۶ سے ۱۹ سال تک کی لڑکیاں اس وقت طبّی اور سماجی تنظیمات کیلئے ایک بڑا چیلنج ہیں۔ پچاس کی دہائی کے نصف میں انگلینڈ اور ویلز میں سولہ سال سے کم عمر میں حاملہ ہونے والی طالبات کی تعداد تقریباً دو سو تک پہنچ گئی تھی، پھر بیس سال بعد ۱۹۷۳ء تک یہ تعداد بڑھ کر (۱۷۴۳) ہو گئی، اسی سال کے ایک شمار میں بتایا گیا ہے کہ مذکورہ سال میں قانونی طور پر اسقاطِ حمل کے تین ہزار نوے (۳۰۹۰) واقعات درج کئے گئے، جب کہ غیر قانونی حمل کی تعداد (۴۸۳۳) تھی۔ ۱۹۷۵ء میں بغیر شادی شدہ ماں بننے والی طالبات کی تعداد (۳۵۲۶) تھی۔ (۲)

۵۔ پیرس کے محکمۂ جرائم کو ایک مرتبہ لاسلکی سے یہ خبر موصول ہوئی کہ تین خوبصورت نوجوان لڑکیوں نے ایک راہ چلتے نوجوان کو زبردستی اپنی کار میں بٹھا لیا اور اسے جنگل میں واقع ایک خالی مکان میں لے گئیں، نوجوان نے حیرت سے پوچھا کہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ ایک سولہ سالہ لڑکی نے جواب دیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمارا اغوا کرو۔ نوجوان نے جب ان کا بُرا ارادہ سمجھ لیا تو نفسیاتی طور پر اسے سخت صدمہ ہوا، اس نے لڑکیوں کی نفسانی خواہشات کی

---

(۱) المجتمع العاری ص ۱۰ (۲) ایضاً ص ۴۲

AsliAhleSunnet.com

تکمیل سے انکار کر دیا، لڑکیاں جب مایوس ہوگئیں تو نوجوان کو باندھ کر ایک درخت سے لٹکا دیا اور پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا۔ (۱)

۶ - مسٹر (ولیم اسکاٹ) کا بیان ہے کہ شیکاگو میں ایسے کلب موجود ہیں جن میں کام کرنے والی عورتوں کو جسم فروشی اور چوری پر مجبور کیا جاتا ہے، ان کلبوں کے ذمہ دار ہر طرح کے جرائم اور بداعمالیوں میں شریک رہتے ہیں۔ جو عورتیں کلب میں کام کرتی ہیں ان کو زدوکوب کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن وہ ڈر سے کسی کے سامنے بیان نہیں دے سکتیں۔ مسٹر اسکاٹ کا بیان ہے کہ یہ لڑکیاں عام طور پر دیہاتی علاقوں سے آئی رہتی ہیں، شہر میں آکر ان کو دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور ان سے ناجائز اولاد بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

ایک رقاصہ (جان گینسلی) نے امریکی پارلیمنٹ کی کمیٹی کے سامنے یہ انکشاف کیا کہ شکاگو کے مضافات میں ایک کلب کے ذمہ داروں نے اسے جسم فروشی پر مجبور کیا، کلب کے عقبی حصہ میں جو کمرے تھے وہی بدکاری کے لئے استعمال کئے جاتے تھے۔ (۲)

۷۔ مغربی تہذیب کی فتنہ سامانیوں میں سے ایک بڑا فتنہ سینما ہے، اس کے ذریعہ جس طرح فحاشی و بے حیائی کی اشاعت اور عورتوں کی تذلیل و توہین ہو رہی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے، لیکن لذت پرستی کے دلدادہ آج بھی فن کے نام پر اس حیا سوز کاروبار کو جاری رکھے ہوئے ہیں اور عورتوں کو اس صنعت میں لاکر ان کی سادگی و مجبوری سے ہوس کی تسکین کا سامان فراہم کر رہے ہیں۔ انسانیت کی خوش قسمتی ہے کہ کبھی کبھی معاشرہ میں ایسے واقعات رونما ہو جاتے ہیں جن سے ثابت ہو جاتا ہے کہ فحاشی و بدچلنی انسانی ضمیر

---

(۱) المجتمع العاری ص ۴۸ (۲) المرأة بین الفقہ والقانون ص ۲۱۰

AsliAhleSunnet.com

کے منافی ہے۔ جو شخص کسی مجبوری کے باعث فحاشی کی راہ اختیار کرتا ہے وقت آنے پر خود بخود اس سے متنفر و کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ ۱۹۷۹ء کی کسی تاریخ میں عالمی اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ فرانس کی ایک ایکٹرس کیمرہ کے سامنے ننگی ہو کر کسی منظر کو فلم بند کرا رہی تھی، اچانک اسے غصہ آگیا اور برانگیختہ ہو کر پروڈیوسر سے کہنے لگی: کتو! تم مردوں کو صرف عورتوں کا جسم چاہیئے تاکہ اس کی تجارت سے تم دولت کما سکو، پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ (۱)

اس واقعہ سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ فلموں کے حیا سوز مناظر سے ان میں کام کرنے والوں کے دل بھی مطمئن نہیں ہوتے، لیکن مجبوراً وہ اس کام میں لگے رہتے ہیں، پھر جب ضمیر بیدار ہوتا ہے تو انھیں اس طرح کے کاموں کی قباحت کا احساس ہوتا ہے اور وہ ان سے الگ ہو جاتے ہیں۔ ۱۹۸۸ء کے اواخر میں مصر کی متعدد ایکٹرسوں نے "فلم و فن" کی دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر کے متدین و باحیا زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کی تفصیل عربی زبان کے سعودی ہفت روزہ "المسلمون" میں آچکی ہے۔

عورتوں کو ترقی و تمدن کے نام پر جو لوگ سر بازار رسوا کر رہے ہیں اُن کے کردار سے خود عورتیں مطمئن نہیں ہیں، لیکن اقتصادی مجبوریوں اور جرأت و حوصلہ کی کمی کے باعث وہ کسی طرح کی مخالفت و مدافعت پر آمادہ نہیں ہو پاتیں۔

۸۔ مغربی تہذیب کے بھیانک نتائج میں سے ایک نتیجہ خودکشی ہے، مذہب و اخلاق سے آزاد ہونے کے بعد انسانی زندگی کا خوشگوار رہنا ممکن نہیں، ایسی زندگی بلاشبہ شاخِ نازک کا آشیانہ ہے جو کبھی پائدار نہیں ہو سکتا، انسان جب اپنی فطرت کے خلاف بدخلقی و بے راہ روی کو اپنا لیتا ہے تو اس

---

(۱) المرأة المسلمة ص ۴۸

AsliAhleSunnet.com

روش پر قائم نہیں رہ پاتا، برائیوں پر اس کا ضمیر اسے ملامت کرتا رہتا ہے اور تھوڑی ہی مدت میں ملامت کی یہ کیفیت اتنی شدید ہو جاتی ہے کہ اسے برداشت کر کے زندہ رہنا مشکل ہو جاتا ہے، اور اب وہ ناخوشگوار صورت پیدا ہوتی ہے جو آزاد معاشروں کی سب سے بڑی الجھن ہے، انسان خودکشی کر کے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیتا ہے، لیکن اس غیر فطری و غیر قانونی اقدام سے اس کی نجات نہیں ہوتی، نہ معاشرہ کی الجھنوں کا خاتمہ ہوتا ہے، مصلحین مختلف فارمولوں سے اس سماجی لعنت کو ختم کرنا چاہتے ہیں، لیکن ہر آنے والا دل ان کی ناکامیوں کا ایک نیا منظر پیش کرتا ہے، بعض واقعات و تحقیقات پر غور فرمائیے:

ڈیانا یونیورسٹی کے ایک استاد ڈاکٹر رنگل (RINGEL) نے اپنے ایک سروے میں بتایا ہے کہ خودکشی کی کوشش کرنے والے نفسیاتی مریضوں کی تعداد ۱۹۴۸ء میں (۶۵۰) تھی، جو ۱۹۵۶ء میں بڑھ کر (۱۰۴۰) تک پہنچ گئی، اس شمار میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے۔

خودکشی کی کوشش کرنے والی عورتوں میں ۱۴ سے ۲۰ سال عمر کی نوجوان لڑکیوں کی تعداد میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ (۱)

۹۔ (مارلین منرو) اپنے دور کی مشہورِ عالم ایکٹرس تھی، اس کی زندگی کا خاتمہ خودکشی سے ہوا، اس نے اپنے بعد جو تحریر چھوڑی ہے اس میں تمام عورتوں اور بالخصوص پردۂ سیمیں پر جلوہ افروز ہونے کی مشتاق لڑکیوں کے لئے درسِ عبرت ہے، مارلین لکھتی ہے:

"جھوٹی عزت اور سینما والوں کے فریب سے بچو، میں روئے زمین کی سب

---

(۱) المرأة بين الفقه والقانون ص ۲۷۳

سے بد بخت عورت ہوں (کیونکہ میں ماں نہ بن سکی) میں شریفانہ خانگی زندگی کو ہر چیز پر ترجیح دیتی ہوں، عورت کی حقیقی سعادت پاکیزہ عائلی زندگی میں ہے، مجھ پر تمام لوگوں نے ظلم کیا، سینما کا کام عورت کو بے قیمت سامان بنا دیتا ہے، خواہ اس سے جتنی شہرت بھی حاصل ہو۔ (۱)

## روس کی عورت

سوویت روس میں کہنے کو تو عورتوں اور مردوں کے حقوق برابر ہیں لیکن مردوں کے طرزِ عمل میں اس برابری کا کوئی احساس نہیں پایا جاتا۔ عام طور پر عورتوں کو کم درجہ کی نوکریاں دی جاتی ہیں، اور سخت کام لئے جاتے ہیں۔ روس میں ابھی تک عورتوں کی حیثیت دوسرے درجے کی ہے، اور اگر آبادی کے کسی بڑے حصے کا استحصال ہوا ہے تو وہ عورتوں کا ہوا ہے، روسی عورتیں دوہرا بوجھ اٹھاتی ہیں، اور کم تنخواہ پر کمر توڑ کام کرتی ہیں، اور اس کے علاوہ گھریلو سب کام کرتی ہیں۔

مغرب کے لوگ جب روس آتے ہیں تو عورتوں کو سڑکوں پر پتھر توڑتے دیکھتے ہیں، اور پتھروں کو بیلچوں سے اٹھا اٹھا کر ٹرکوں میں ڈالتے دیکھتے ہیں اور مرد ڈرائیور ان کو تکتے رہتے ہیں۔ سردیوں میں سڑکوں پر عورتیں برف توڑتی ہیں اور سڑکوں سے برف ہٹاتی ہیں، بلڈنگوں پر سخت سردی میں رنگ بھی عورتیں کرتی ہیں، سائبیریا کی ریل گاڑیوں میں کوئلہ بھی عورتیں لادتی ہیں۔

روسی عورت نہایت ذلت آمیز زندگی گذار رہی ہے، اور سب حکم صرف اور صرف مردوں ہی کے چلتے ہیں، اور ایک طرف دیکھتے ہیں تو روسی مساوات

---

(۱) المرأة بين الفقه والقانون ص ۳۱۵

AsliAhleSunnet.com

کی عمارت زمین بوس ہوتی نظر آتی ہے کہ روس کی پولٹ بیورو جو در اصل حکومت کرتی ہے، اس کے پندرہ ممبر ہیں، تمام اہم باتوں کے فیصلے یہی کونسل کرتی ہے، لیکن اس کی ممبر کوئی عورت نہیں۔ پارٹی سکریٹریٹ جو روزمرہ کے کام چلاتی ہے جس میں نو نیشنل سکریٹری ہوتے ہیں، ان نو میں بھی کوئی عورت نہیں۔ پارٹی کی جو سنٹرل کمیٹی ہے جس کے ۲۴۱ ممبر ہوتے ہیں اس میں صرف آدھا درجن عورتیں ہیں۔

کھیتی باڑی میں کم تنخواہ پر ملازمتیں عورتیں کرتی ہیں، جب کہ مرد مشینری وغیرہ پر کام کرتے ہیں اور زیادہ تنخواہ پاتے ہیں، روس میں صرف کاغذ پر عورتوں کو برابری حاصل ہے، اس کے سوا کہیں بھی نہیں۔ (۱)

## روسی وسط ایشیائی جمہوریہ ترکمانیہ میں شوہروں کی بے رحمی کی شکار ۳۷ عورتوں کی خودسوزی

ماسکو ۷ جنوری (رائٹر):۔ سوویت وسط ایشیائی علاقے کی ۳۷ عورتوں نے گذشتہ سال اپنے باپوں اور شوہروں کے بے رحمانہ رویے سے نجات پانے کے لئے اپنے کو آگ لگا کر خودکشی کر لی۔ یہ اطلاع ایک روسی اخبار نے دی ہے۔

روزنامہ ازویستیا کے ہفتہ وار ضمیمہ نے لکھا ہے کہ خودسوزی کرنے والی ان عورتوں میں مسلم اکثریت والے جمہوریہ ترکمانیہ کی زیادہ عورتیں تھیں، کیونکہ ان کے سامنے اس تہذیب میں جہاں عورت کی اپنی خوشی اور خواہش کو بہت کم اہمیت دی جاتی ہے، نکل بھاگنے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پولیس اور سرکاری پراسیکیوٹر نے اس مسئلے پر

---

(۱) سہ روزہ دعوت، دہلی، ۱۰ ستمبر ۱۹۹۰ء

AsliAhleSunnet.com

کوئی توجہ نہیں دی، کیونکہ وہ ان مضبوط تہذیبی روایات کے چیلنج کو قبول نہیں کرنا چاہتے تھے جس نے عورت کو بندشوں میں جکڑ رکھا ہے۔

سویوز نے بتایا کہ سنہ ۱۹۸۹ء میں ہوئے ایسے ۳۷ کیسوں میں سے صرف ۱۱ کی باقاعدہ جانچ کی گئی، اس سے پہلے ایک رپورٹ میں بتایا گیا تھا کہ ترکمانیہ کی پڑوسی ریاست ازبکستان میں جہاں کی آبادی ترکمانیہ سے پانچ گنا زیادہ ہے سنہ ۱۹۸۷ء میں عورتوں کے آگ لگا کر جلنے کے ۲۷۰ واقعات ہوئے تھے۔ (۱)

(۱) روزنامہ قومی مورچہ بنارس جلد ۲۶، شمارہ ۸، مورخہ ۸ جنوری سنہ ۱۹۹۰ء ص ۱

AsliAhleSunnet.com

# عورت

## اسلام کی نظر میں

AsliAhleSunnet.com

دنیا کے مختلف مذاہب اور تہذیبوں میں عورتوں کے حقوق و حیثیات کا جائزہ لینے کے بعد اب ان اسلامی احکام و قوانین کا جائزہ مقصود ہے جن کا اعلان آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔

عورت کے سلسلہ میں اسلام کی رہنمائی سے جو لوگ ناواقف ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام میں عورت کو مناسب درجہ نہیں دیا گیا ہے، ان کے ذہن میں طرح طرح کے شبہات اور اوہام جاگزیں ہیں جن کی بنیاد مخالفینِ اسلام کی تحریروں اور گمراہ کن بیانات پر ہے، اگر قرآن و حدیث کے احکام کا براہِ راست مطالعہ کیا جائے تو اس طرح کا شبہ ہرگز نہ پیدا ہو۔ قرآن میں متعدّد مقامات پر ایسی وضاحتیں موجود ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے عورت کو ہر جگہ عزت و احترام کی نظر سے دیکھا ہے اور مرد کے ساتھ اس کے تعلقات کو استوار بنا کر زندگی کو سدھارنے کی راہ بتائی ہے۔

اسلام کی نظر میں عورت جس طرح مکمل انسان ہے اسی طرح اسے جملہ شہری و سماجی حقوق حاصل ہیں اور وہ جنسیات کی تسکین کے بجائے معاشرہ کی ترقی و تحفظ کے لئے اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

قرآن و حدیث کی تعلیمات پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام نے عام انسانی معاشرتی اور معاملاتی میدان میں عورت کو مناسب مقام پر رکھا اور اسے اس کے جائز حقوق سے نوازا ہے۔

دنیا کی اکثر متمدّن قوموں کے یہاں عورت کے انسان ہونے کا یا تو انکار تھا یا پھر اس میں انھیں شک تھا لیکن اسلام نے انتہائی وضاحت سے یہ اعلان کیا کہ عورت بالکل مردوں کی طرح مکمل انسان ہے۔

اسی طرح معاشرتی میدان میں اسلام نے عورت کے لئے تعلیم کا حق تسلیم کیا،

AsliAhleSunnet.com

اور زندگی کے مختلف مراحل میں عورت کی مناسب نگہداشت کے لئے احکام جاری کئے۔ چنانچہ عورت باپ کے زیرِ سایہ ہو یا شوہر کے ساتھ ہر حالت میں اس کی رعایت کے احکام موجود ہیں۔

معاملاتی میدان میں بھی اسلام نے عورت کو بلوغت کے بعد مرد کی طرح جملہ خرید و فروخت اور وقف و ھبہ وغیرہ کا اہل تسلیم کیا ہے۔

## ۱۔ انسانی حیثیت

قرآن کریم نے صاف طور پر اس حقیقت کا اعلان کر دیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی جنس ایک ہے اور دونوں کے مجموعہ سے انسان کی تکمیل ہوتی ہے، فطری طور پر دونوں ایک دوسرے سے مانوس و متعلق ہیں۔

ارشاد ہے:

ومن آیاته أن خلق لکم من أنفسکم أزواجًا لتسکنوا إلیها، وجعل بینکم مودّة ورحمة، إن فی ذٰلك لآیات لقوم یتفکرون۔ [1]

اور اس کے نشانوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری جنس سے تمہارے لئے بیویاں پیدا کی ہیں تاکہ تم ان کے ساتھ انس حاصل کرو اور اس نے تم میں پیار اور رحم پیدا کیا ہے، بے شک اس واقعہ میں فکر کرنے والی قوم کے لئے بہت سے نشان ہیں۔

ایک جگہ فرمایا:

یا ایها الناس انا خلقناکم

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک

---

[1] سورۂ روم: ۲۱

AsliAhleSunnet.com

من ذکر وأنثیٰ وجعلناکم شعوبًا وقبائل لتعارفوا۔ [1]

ہی عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تم سب لوگوں کو مختلف قومیں اور قبائل اسلئے بنایا ہے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان لیا کرو۔

⁂ ⁂ ⁂

ایک آیت میں فرمایا:

یا أیھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالًا کثیرًا ونسآء۔ [2]

اے لوگو! اپنے پالنہار سے ڈرتے رہو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا (اس طرح کہ ایک جان یعنی آدم کو پیدا کیا) پھر اس سے اس کا جوڑا یعنی بیوی پیدا کی اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت پھیلائے۔

⁂ ⁂ ⁂

ایک مقام پر ارشاد ہے:

واللہ جعل لکم من أنفسکم ازواجا وجعل لکم من ازواجکم بنین وحفدۃ۔ [3]

اللہ ہی نے تمہاری جنس سے تمہاری بیویاں پیدا کیں اور تمہاری بیویوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے۔

ان آیات کے اندر تخلیقِ انسانی کا تذکرہ ہے اور اس حقیقت کو ثابت کیا گیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی جنس ایک ہے، اور دونوں انسانیت میں یکساں ہیں۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ عورتیں مردوں کی مانند ہیں۔

---

[1] الحجرات: ۱۳
[2] النساء: ۱
[3] النحل: ۷۲

AsliAhleSunnet.com

# ۲۔ مذہبی حیثیت

## ایمان میں مردوں کی برابری

انسانی لحاظ سے مرد و عورت کے مابین مساوات کے اصول کے بعد ایک نظر ان آیات پر ڈالئے جن میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ عورتوں کا ایمان مردوں کے ایمان کی طرح ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا اذا جاءکم المؤمنات مھاجرات فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مؤمنات فلا ترجعوھن الی الکفار[1]

مسلمانو! جب مومن عورتیں تمہارے پاس مہاجر بن کر آئیں تو ان کا امتحان کرلیا کرو، اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے پھر اگر تم ان کو مومن پاؤ تو انکو کافروں کی طرف واپس نہ کرو۔

## شخصیت کا احترام

عزت و آبرو کا تحفظ اسلام کی نظر میں بیحد اہم ہے، جو لوگ کسی بات یا کام کے ذریعہ مسلمان مرد یا عورت کو تکلیف پہنچاتے ہیں ان کے لئے قرآن میں وعید آئی ہے، سورۂ احزاب کی آیت (۵۸) میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا و اثما مبینا۔[2]

مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو ناحق تکلیف پہنچانے والے بہتان اور کھلے گناہ کے مرتکب ہیں۔

اس آیت میں مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی تکلیف پہنچانے سے روکا گیا ہے۔ جس سے اسلام کی توجہ اور عورت کے تحفظ و تکریم کا ثبوت ملتا ہے۔

---

[1] الممتحنہ: ۱۰ [2] الاحزاب: ۵۸

AsliAhleSunnet.com

سورۂ محمد کی آیت (۱۹) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ مومن مردوں کے ساتھ ساتھ مومن عورتوں کے لئے بھی مغفرت طلب فرمائیں۔

ایک آیت میں ارشاد ہے:

ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنات ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق۔ (۱)

جو لوگ ایماندار مردوں اور عورتوں کو محض ایمان کی وجہ سے تکلیف دیا کرتے ہیں پھر وہ توبہ بھی نہیں کرتے ان کے لئے جہنم کا عذاب اور جلانے والی تکلیف ہے۔

## نیک عمل کے ثواب میں مردوں کی برابری

اسلام میں جزا و سزا کا معیار عمل ہے، عورتوں اور مردوں کے سلسلہ میں بھی اسی اصول کی پابندی کی گئی ہے، دونوں صنفوں میں جس کا عمل بہتر ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کا مستحق ہوگا اور جس کا عمل برا ہوگا وہ سزا پائے گا۔ عمل اور جزا کے میدان میں دونوں میں کوئی امتیاز نہیں، ارشاد ہے:

من عمل صالحًا من ذکر او انثی وھو مؤمن فلنحیینہ حیاۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم بأحسن ما کانوا یعملون۔ [۲]

جو کوئی ایمان دار ہو کر نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت تو ہم ان کو پاکیزہ زندگی دیں گے اور ہم ان کو ان کے کاموں سے بھی اچھا بدلہ دیں گے۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے:

من عمل سیئۃ فلا یجزی الا مثلھا ومن عمل صالحا من

جس نے برے کام کئے ہوں گے اس کو ان ہی جتنا بدلہ ملے گا اور جس نے ایمان کی حالت

---

[۱] البروج: ۱۰ [۲] النحل: ۹۷

AsliAhleSunnet.com

ذکر أو أنثی وهو مؤمن فأولئك یدخلون الجنة یرزقون فیها بغیر حساب۔ [1]

میں اچھے عمل کئے ہوں گے خواہ مرد ہو یا عورت وہ لوگ بہشت میں داخل ہوں گے جہاں بغیر حساب کے ان کو رزق ملے گا۔

ایک آیت میں ہے:

فاستجاب لهم ربهم أنی لا أضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثی، بعضکم من بعض [2]

پس خدا نے ان کو جواب دیا کہ میں ہرگز تم میں سے کسی کا نیک کام ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، تم آپس میں ایک ہی ہو۔

## نیک اعمال اور عقائد و اخلاق میں برابری

اسلامی عقائد، عبادات و معاملات، فضائلِ اعمال اور مکارمِ اخلاق کا حکم مردوں اور عورتوں دونوں کو یکساں طور پر دیا گیا ہے، اور شریعت کی پابندی کرنے والے مردوں اور عورتوں کی بلاتفریق تعریف کی گئی ہے، نیز دونوں صنف کے لئے اجر و ثواب کا وعدہ ہے۔

ارشاد ہے:

ان المسلمین والمسلمات والمؤمنین والمؤمنات والقانتین والقانتات والصادقین والصادقات والصابرین والصابرات والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات والحافظین فروجهم والحافظات

مسلمان مردوں اور عورتوں، ایمان دار مردوں اور عورتوں، فرمانبردار مردوں اور عورتوں، راست گو مردوں اور عورتوں، صابر مردوں اور عورتوں، خدا سے ڈرنے والے مردوں اور عورتوں، صدقہ کرنے والے مردوں اور عورتوں، روزہ دار مردوں اور عورتوں، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے

---

[1] غافر: ۴۰ [2] آل عمران: ۱۹۵

AsliAhleSunnet.com

والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات اعدّ اللہ لھم مغفرۃ و أجرا عظیما۔ [1]

والے مردوں اور عورتوں سب کے لئے خدا نے بڑی بخشش اور بہت بڑا بدلہ تیّار کر رکھا ہے۔

گناہوں سے اجتناب اور نیک عمل کی پابندی کو دونوں کے لئے ضروری قرار دیتے ہوئے سورۂ انعام میں ارشاد ہے:

قل تعالوا اتل ماحرم ربکم علیکم الا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاھم ولا تقربوا الفواحش ما ظھر منھا وما بطن ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ذلکم وصّٰکم بہ لعلکم تعقلون ۞ ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن حتی یبلغ اشدہ وأوفوا الکیل والمیزان بالقسط لا نکلف نفسا الا وسعھا واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ وبعھد اللہ أوفوا ذلکم وصکم بہ لعلکم تذکرون۔ [2]

آؤ میں بتلاؤں ان چیزوں کو جس کا تمہارے پروردگار نے تم کو حکم دیا ہے کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو ساجھی نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور اپنی اولاد کو بھوک کے خوف سے قتل مت کرو، ہم ہی تو تم کو اور ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور ظاہر و باطن بے حیائی کے قریب بھی نہ جاؤ اور جس کا مارنا خدا نے حرام کر دیا ہے اس کو ناحق نہ مارو، ان ہی باتوں کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم عقلمند بنو اور یتیم کے بلوغت کو پہونچنے تک اس کے مال کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ مگر کسی اچھے طرز سے اور ناپ اور تول انصاف سے پورا کیا کرو ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیا کرتے اور جب کوئی بات کہنے لگو تو انصاف سے کہو خواہ کوئی قریبی بھی ہو اور اللہ کے وعدے پورے کرو انھیں باتوں کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت پاؤ۔

---

[1] احزاب : ۳۵

[2] انعام : ۱۵۱، ۱۵۲

AsliAhleSunnet.com

سورۂ ممتحنہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کبائر سے بچنے کے سلسلہ میں عورتوں سے مردوں کی طرح بیعت لینے کا حکم فرمایا ہے:

یا ایھا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک علیٰ ان لایشرکن باللہ شیئًا ولایسرقن ولایزنین ولایقتلن اولادھن ولایأتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولایعصینک فی معروف فبایعھن واستغفرلھن اللہ ان اللہ غفور رحیم۔ [1]

اے نبی جب تمہارے پاس ایمان دار عورتیں اس نیت سے آئیں کہ وہ اس شرط پر بیعت کریں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی نہ چوری کریں گی نہ زناکاری کریں گی نہ اولاد کو قتل کریں گی نہ اپنے پاس سے گھڑ کر دوسرے پر بہتان لگائیں گی اور نہ دینی کام میں تمہاری بے فرمانی کریں گی پھر تم بیعت قبول کرلیا کرو، اور ان کے لئے خدا سے بخشش مانگا کرو، خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

⁂

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری میں بھی مرد و عورت دونوں کو شریک قرار دیا گیا ہے، اور اس کی بجاآوری پر ان کے لئے ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے:

والمؤمنون والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض یأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ ویطیعون اللہ ورسولہ اولئک سیرحمھم اللہ ان اللہ عزیز حکیم۔ [2]

مومن مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلے کاموں کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں انھیں پر اللہ رحم کریگا بے شک اللہ بڑا غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔

---

[1] الممتحنہ: ۱۲ [2] التوبہ: ۷۱

AsliAhleSunnet.com

# ۳۔ معاشرتی حیثیت

معاشرہ میں عورت کی زندگی کے مختلف ادوار ہیں اور اسلام نے ہر دور کے اندر مخصوص احکام کے ذریعہ عورت کی حیثیت اور اس کے احترام کو برقرار رکھا ہے۔

**دورِ طفولیت**

پوری انسانی تاریخ پر نظر ڈالئے، ہر دور میں آپ دیکھیں گے کہ لڑکی کے مقابلہ میں لڑکے کی ولادت کو باعثِ مسرّت وسعادت مانا گیا ہے۔ یہودیوں کے یہاں تو یہ دستور تھا کہ لڑکے کی ولادت کے مقابلہ میں لڑکی کی ولادت کے بعد عورت کے لئے طہر کی مدت دگنا مقرر تھی۔ ہندوستان میں لڑکے کی پیدائش کو زیادہ اہمیت اس خیال سے دی جاتی تھی کہ وہ اپنی عبادت اور قربانیوں کی وجہ سے جہنم سے آزاد تصور کیا جاتا تھا، جب کہ عورت کو عبادت یا قربانی کا حق ہی نہیں حاصل تھا۔ اسی بنیاد پر لڑکے کی پیدائش کے وقت ہندو بڑے بڑے جشن منایا کرتے تھے۔

اسی طرح چین کے لوگ اپنی بچیوں کو افلاس کے ڈر سے قتل کر دیا کرتے تھے اور عام طور پر ان کے خلاف نفرت و ناپسندیدگی کا جذبہ موجود رہتا تھا۔ یونانی و رومی بھی لڑکوں کی پیدائش پر مسرت اور لڑکیوں کی پیدائش پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے تھے اور اسے اپنے لئے توہین کا باعث جانتے تھے۔ جزیرۂ عرب کے لوگوں کا جو نقشہ قرآن کریم نے پیش کیا ہے اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی کی پیدائش کو وہ لوگ باعثِ عار سمجھتے تھے اور اس پر لوگوں سے چھپے پھرتے تھے۔

لیکن اس کے مقابلہ میں اسلام نے لڑکی کی ولادت کو باعثِ خیر بتایا اور اس سے گلو خلاصی کی جاہلانہ رسم کو جرم قرار دیا۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے

AsliAhleSunnet.com

MALIKRAM COLLECTION

کی رسم پر نکیر کرتے ہوئے یہ وعید سنائی:

واذا الموؤدة سئلت بای ذنب قتلت۔ [1]

اور جب زندہ گاڑی لڑکی کے حق میں سوال ہو گا کہ وہ کس جرم میں ماری گئی تھی۔

ایک آیت میں فرمایا:

ولا تقتلوا اولادکم خشیة املاق، نحن نرزقھم وایاکم ان قتلھم کان خطأ کبیرا۔ [2]

اور اپنی اولاد کو افلاس کے خوف سے قتل مت کرو، ہم (خدا) ہی تو ان کو اور تم کو رزق دیتے ہیں۔ ان کا قتل بھی بہت بڑا گناہ ہے۔

قرآن کریم کی ان تعلیمات کے ساتھ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرامین میں لڑکیوں کی پرورش اور نگہداشت کو باعث اجر قرار دیا، جس سے قدیم جاہلی اور سفاکانہ نقطۂ نظر کو ختم کرنے میں مدد ملی، ایک حدیث میں ارشاد ہے:

من کان لہ ابنة فادبھا فاحسن تادیبھا وغذاھا فاحسن غذائھا واسبغ علیھا من النعمة التی اسبغ اللہ علیہ کانت لہ میمنة ومیسرة من النار الی الجنة۔ [3]

جس کے پاس لڑکی ہو اور وہ اسے ادب سکھائے، اچھی غذا دے اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے اسے محفوظ کرے تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

ما من احد یدرک ابنتین فیحسن الیھما ما صحبتا الا ادخل الجنة۔ [4]

جس شخص نے دو لڑکیوں کے ساتھ زندگی بھر احسان کیا وہ جنتی ہے۔

---

[1] سورۂ تکویر: ۸-۹
[2] سورۂ اسراء: ۳۱
[3] الخرائطی فی مکارم الاخلاق ص ۷۰
[4] ضعیف الجامع الصغیر ۱۱۶/۵، یہ دونوں حدیثیں سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں، لیکن مضمون صحیح حدیثوں سے متفق ہے۔

AsliAhleSunnet.com

مسلم و ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ:

من عال جاریتین دخلت انا وھو الجنۃ کھاتین واشار باصبعیہ۔

دو لڑکیوں کی پرورش کرنے والا میرے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔

بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ:

من بلی من ھذہ البنات بشیء فاحسن الیھن کن لہ سترا من النار۔

جسے لڑکیوں کے ساتھ آزمایا گیا اور اس نے ان کے ساتھ احسان کیا تو ایسے آدمی کے لئے لڑکیاں جہنم سے بچاؤ ثابت ہوں گی۔

اسلام نے ان تعلیمات کے ذریعہ ان بُری رسموں کا انسداد کیا جو لڑکیوں پر ظلم اور انھیں ناقابلِ توجہ سمجھنے کے سلسلہ میں دیگر اقوام و مذاہب میں رائج تھیں۔

## جدید دور میں عورت کی ناقدری

اسلام نے عرب سماج کے اس رجحان کو غلط قرار دیا ہے کہ بیٹی کی پیدائش پر انسان کبیدہ خاطر اور شرمندہ ہو، یہ درحقیقت اسلام کی طرف سے صنفِ نازک کی عزت و تکریم کا ایک واضح ثبوت ہے، جسے اسلام کے معترضین کو تسلیم کرنا چاہیئے۔ آج دنیا کے اپنے تمدن اور عورتوں کے ساتھ انصاف کا بڑا دعویٰ ہے لیکن وہ اسلام کی بلندی کو پہنچنے سے قاصر ہے۔

سنہ ۱۹۳۱ء میں ہندوستان کی آبادی میں عورتوں یا لڑکیوں کا تناسب ہر ایک ہزار کے مقابلہ میں (۹۵۰) تھا، سنہ ۱۹۸۱ء میں یہ تناسب گھٹ کر (۹۳۳) رہ گیا۔ اب جدید طب کے ذریعہ جنس کی شناخت اور مادہ جنین سے چھٹکارا حاصل کرنے کا رجحان عام ہو رہا ہے، اس طرح لڑکیوں کی تعداد مزید کم ہوگی۔ ہندوستان میں اولادِ نرینہ کی اندھا دھند خواہش اس حد تک بڑھی ہوئی ہے کہ یہاں پر درجنوں ایسے کلینک کام کر رہے ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ وہ جنس کی شناخت کر لیتے ہیں، اور ان کی تکنیک لڑکوں کی پیدائش میں معاون ثابت ہوتی ہے،

AsliAhleSunnet.com

ان کلینکوں میں والدین جاکر سیکڑوں روپے خرچ کرتے ہیں، بہتوں کی صحت بھی اس طرح کی کوششوں میں برباد ہوجاتی ہے۔

اس صورتِ حال پر یہ تبصرہ ملاحظہ کیجیے:

مغرب ہو یا ہندوستان ہم ایسے سماج میں رہ رہے ہیں جہاں عورتوں کے حقوق کے نعرے روز بروز بلند ہو رہے ہیں، لیکن حقیقتاً عورتوں کی وقعت اتنی ہی گرائی جارہی ہے، حتیٰ کہ خاص آبادی اور سماج میں ماہرین کی ایک قوت ان کے وجود ہی کے خلاف کام کر رہی ہے۔

آبادی میں ان پست رجحانات کو بڑھاوا دینے والے وہ لوگ ہیں جو سائنس، معیشت اور اقتدار پر چھائے ہوئے ہیں، مثلاً امریکہ میں جب حال میں اسقاطِ حمل کے خلاف بحث چلی تو حکومت نے اس کے حامیوں کا ساتھ دیا۔ اسی طرح ہندوستان کے صوبہ مہاراشٹر میں جب معائنہ جنس پر پابندی عائد کی گئی جہاں کانگریسی حکومت برسرِ اقتدار ہے تو مرکز میں ایک کانگریسی وزیر نے اس اقدام کو برسرِ عام غلط ٹھہرایا۔ خواتین کی آزادی اور ان کے حقوق کے نعروں کا کھوکھلاپن اس سے زیادہ کیا ہوگا۔ [1]

## شادی کے بعد

مرد کے ساتھ رشتۂ زوجیت میں منسلک ہونے کے بعد عورت کی جو حیثیت اسلام نے متعین کی ہے اس پر غور کرنے سے پہلے ایک نظر اس برتاؤ پر ڈالیے جو بیوی کی حیثیت سے عورت کے ساتھ روا رکھا گیا تھا۔ قدیم اقوام میں بیوی کو مرد کی شریکِ حیات یا اس کی ذمہ داریوں کو اٹھانے میں مددگار تصور نہیں کیا جاتا تھا بلکہ عورت مرد کی ماتحت اور لونڈیوں سے کچھ اونچا مقام رکھتی تھی، اسی وجہ سے مرد کو عورت اس کے افعال و حرکات اور اس کی مملوکہ اشیاء پر پورا تسلط ہوتا تھا۔

---

[1] سہ روزہ دعوت، دہلی، ۱۰ ستمبر ۱۹۸۹ء

AsliAhleSunnet.com

وہ لوگ عورت کو زندگی بھر مرد کی ماتحتی میں رکھتے تھے اور جب شوہر فوت ہو جاتا تھا تو اس کا بڑا اس کی جگہ لے لیتا تھا۔ مصری قوم صنفِ نازک کے ساتھ حسنِ معاملہ میں مشہور ہوتے ہوئے بھی مذکورہ روش کی پابند تھی۔

ہندوستانی قوم میں منو جی کی شریعت کا فیصلہ تو یہ تھا کہ کوئی عورت اپنے شوہر کے تسلط سے آزاد نہیں ہو سکتی، اسی طرح اسے شوہر کی موت کے بعد زندگی کا حق بھی حاصل نہیں ہے۔

چینی مصلح کنفیوشس نے بھی اپنی تعلیمات میں یہ وضاحت کی ہے کہ بیوی کے لئے شوہر کی ماتحتی اور اس کے گھر والوں کی غیر معمولی تقدیس واجب ہے۔ شوہر کے گھر والے اس کی وفات کے بعد بیوی کو کسی بھی مرد کے عقد میں دے سکتے ہیں۔

قدیم اہلِ مغرب بھی عورت کو لونڈی تسلیم کرتے تھے۔ جرمن قوم نے تو شوہر کو یہ اختیار دے رکھا تھا کہ وہ بیوی کو فروخت کرے، مہمانوں کے سامنے پیش کرے یا کسی کے تصرف میں دیدے۔

غیر متمدن اقوام اپنی لاعلمی و پسماندگی کا عذر کر سکتی ہیں لیکن یونانیوں جیسی متمدن قوم کیا عذر پیش کر سکتی ہے؟ ان کے یہاں بھی بیوی، شوہر کی مملوکہ اشیاء میں شمار ہوتی تھی اور وہ جسے چاہتا بیوی کا نگہبان مقرر کر دیتا تھا۔ عورت کے ساتھ یہی برتاؤ رومانیوں کے یہاں بھی ہوتا تھا۔

عرب قوم اسلام سے پہلے بیوی کو شوہر کی میراث تصور کرتی تھی۔ بخاری شریف میں مروی ہے کہ آدمی جب مر جاتا تھا تو اس کے ورثاء اس کی بیوی کے مالک ہو جاتے تھے جو چاہتا اس سے خود شادی کر لیتا یا کہیں اور شادی کرا دیتا یا بغیر شادی ہی کے روکے رکھتا۔

اسی طرح زمانۂ جاہلیت میں مدینہ کے لوگوں کا یہ دستور تھا کہ مرنے والے

AsliAhleSunnet.com

کی جائداد کا وارث اس کی بیوی کا بھی وارث بن جاتا تھا' اسے تنگ کرتا اور شادی سے روکتا تھا۔ جب عورت کچھ رقم دیتی تو پھر اس سے دستبردار ہو جاتا۔

اس دور میں عورت کو لوگ اس خیال سے بھی تنگ کرتے اور تکلیف پہنچاتے تھے کہ وہ طلاق کا مطالبہ کرے اور اس وقت وہ مہر سے دست برداری کا مطالبہ کر سکیں۔ بیوی پر بہتان طرازی اور دوسرے مظالم کا بھی دستور تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ عورت اپنی گلو خلاصی کے لئے مہر کی رقم یا اپنا دوسرا مال شوہر کے حوالے کر دے۔

ان تفصیلات کے بعد اسلامی تعلیمات پر نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ اسلام نے بیوی کو شوہر کے لئے رفیقِ زندگی اور خاندان کی تعمیر کے لئے اہم رُکن کی حیثیت دی ہے' اسلام کی نظر میں رشتۂ زوجیت میاں بیوی دونوں کے لئے لباس ہے: ھن لباس لکم وانتم لباس لھن۔ [1]

اسلام نے عورت کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے سب سے پہلے ان غلط رسوم کو ختم کیا جن کے ذریعہ عورت پر ظلم و ستم کو روا رکھا گیا تھا چنانچہ شوہر کی وفات کے بعد اس کی بیوی کو بطورِ میراث منتقل کرنے کی رسم کا انسداد کرتے ہوئے فرمایا:

یا أیھا الذین اٰمنوا لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھا۔ [2]

مسلمانو! تم کو جائز نہیں کہ زبردستی سے عورتوں کے مالک بن جاؤ۔

عورتوں پر ظلم و زیادتی اور افتراء پردازی کو روکتے ہوئے فرمایا:

ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما آتیتموھن۔ [3]

اور نہ انکو بے جا تنگ کر کے روک رکھو کہ کسی طرح دیئے ہوئے سے کچھ واپس لے لو۔

---

[1] سورۂ بقرہ: ۱۸۷ [2] سورۂ نساء: ۱۹ [3] سورۂ نساء: ۱۹

AsliAhleSunnet.com

اسلام نے متعدد آیات کے ذریعہ یہ بھی واضح کیا کہ مرد و عورت کے مابین بنیادی طور پر کوئی فرق نہیں بلکہ دونوں کی تخلیق ایک ہی ذات سے ہے اور ان کے مابین مودّت و رحمت کا رشتہ قائم ہے۔

اسی کے ساتھ قرآن و حدیث میں واضح طور پر یہ حکم دیا گیا کہ شوہر بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے:

وعاشروهن بالمعروف، فان كرهتموهن فعسى أن تكرهوا شيئاً ويجعل الله فيه خيراً كثيراً۔ [1]

اور عورتوں سے موافق دستور نباہ کیا کرو پھر اگر تم ان کو کسی وجہ سے ناپسند کرو تو (بھی نباہ کرو) شاید خدا تمہاری ناپسندیدہ چیز میں تمہارے لئے بہت سی بہتری کر دے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ:

خيركم خيركم لنسائه، وأنا خيركم لنسائي۔ [2]

تم میں وہی بہتر ہے جس کا عورتوں کے ساتھ برتاؤ ہو اور میرا عورتوں کے ساتھ برتاؤ تم سب سے اچھا ہے۔

⁂

ایک حدیث میں فرمایا:

أكمل المؤمنين إيماناً أحسنهم خلقاً وألطفهم بأهله۔ [3]

کامل ترین ایمان اس شخص کا ہے جس کے اخلاق بہتر اور اہل و عیال کے ساتھ برتاؤ نرم ہو۔

ایک جگہ فرمایا:

اتقوا الله في الضعيفين، المرأة والرقيق۔ [4]

دو کمزور لوگوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ایک عورت اور دوسرے غلام۔

صنفِ نازک پر احسانِ رسالت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں جن تین چیزوں کی وصیت فرمائی تھی

---

[1] سورۂ نساء: ۱۹۔ [2] ابن ماجہ ۱/۶۳۶۔ [3] ترمذی ۵/۹۔ [4]

AsliAhleSunnet.com

اس میں سے ایک کا تعلق عورت کی ذات سے ہے، آپ نے فرمایا:

| | |
|---|---|
| الصلوٰۃ الصلوٰۃ وما ملکت | نماز کی پابندی کرو، غلاموں کا خیال رکھو، |
| ایمانکم لاتکلفوھم ما لا یطیقون | انھیں ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ دو، عورتوں |
| اللہ اللہ فی النساء، فانھن عوان | کے بارے میں اللہ سے ڈرو، بطورِ امانت یہ تمہارے |
| بین ایدیکم اُخذتموھن بأمانۃ | ہاتھوں میں آئی ہیں اور تمہارے لئے حکمِ الٰہی سے |
| اللہ واستحللتم فروجھن بکلمۃ اللہ[1] | یہ حلال قرار دی گئی ہیں۔ |

بیوی پر اسلام کی غیر معمولی توجہ کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ اس نے وراثت میں زوجیت کے حق کو والدین کے حق پر مقدم کیا ہے اور اس کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ بیوی پر گھریلو ذمہ داریاں والدین کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہیں، کیونکہ اسے بچوں کی تعلیم و تربیت کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے۔

اسلام کی حسنِ توجہ کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ اس نے گھریلو اخراجات، اولاد کی تربیت اور دوسری ذمہ داریوں کا بوجھ بیوی کے بجائے شوہر پر ڈالا ہے۔ بیوی اس سلسلہ میں اگر کوئی تعاون کرتی ہے تو یہ اس کا حسنِ سلوک اور نیکی ہے۔

## بحیثیت ماں

ماں کو ہر دور میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھا گیا ہے، لیکن جملہ قدیم اقوام و مذاہب میں ماں کا درجہ باپ سے کم تھا، چنانچہ ہندوستانی، چینی، ایرانی، یونانی، رومانی، یہودی اور عربی ہر ایک قانون میں اولاد کو والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی جو تعلیم دی گئی ہے اس میں باپ کو مقدم رکھا گیا ہے، لیکن اس کے برعکس اسلام نے عورت کی معاشرتی حیثیت بلند کرنے کے لئے بقیہ اقوام کی مخالفت کی ہے، اس نے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک پر غیر معمولی زور دیا ہے، لیکن اسی کے ساتھ ماں کو حسنِ سلوک میں مقدم رکھا ہے، اور کہیں کہیں اس تقدیم کو صراحت کے ساتھ ذکر کر دیا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ میرے

[1] عون المعبود ۱۴/ ۶۴ و مسند احمد ۵/ ۷۳۔

AsliAhleSunnet.com

حسنِ سلوک کا زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تمہاری ماں، اس نے پوچھا کہ پھر کون؟ آپ نے فرمایا کہ تمہاری ماں، پھر اس نے پوچھا کہ پھر کون؟ آپ نے فرمایا کہ تمہاری ماں، پھر اس نے چوتھی مرتبہ پوچھا کہ اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارا باپ۔[1]

معاشرہ میں چونکہ ماں کا کردار اور اس کی خدمت سب سے زیادہ اہم ہے، اور اس کی ذات کے احسان سے ہر ایک گراں بار رہتا ہے، اس لئے شریعت اسلامی نے اس کا یہ اکرام رکھا ہے، ماں نو ماہ تک بچہ کو اپنے شکم میں رکھنے کے بعد پھر اس کی پرورش کا فرض جس طرح انجام دیتی ہے اس کی مثال مشکل ہے، اس کی یہ قربانی انسانی زندگی میں ایثار و محبت کا سب سے اہم واقعہ ہے، ایک آیت میں ارشاد ہے:

| | |
|---|---|
| و وصّینا الانسان بوالدیہ، حملتہ امّہ وھنا علی وھن و فصالہ فی عامین ان اشکرلی ولوالدیك الیّ المصیر۔[2] | اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے حق میں (نیک سلوک کرنے کی) ہدایت کی ہوئی ہے کہ میرا شکریہ اور ماں باپ کا شکریہ کیا کر، اس کی ماں نے اس کو ضعف پر ضعف کی حالت میں (پیٹ کے اندر) اٹھایا اور دو سال میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے، میری طرف واپسی ہے۔ |

⁂

ایک حدیث میں مذکور ہے کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شرکت کی اجازت مانگی تو آپ نے اُسے ماں کی خدمت کی تلقین کی اور فرمایا کہ جنت اس کے قدموں کے نیچے ہے۔

عورتوں کی زندگی کے مختلف ادوار سے متعلق اسلامی تعلیمات کا جائزہ لینے سے

---

[1] متفق علیہ [2] سورۂ لقمان: ۱۴

AsliAhleSunnet.com

یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ کس طرح اسلام نے عورتوں کو معاشرہ میں ایک بلند و پاکیزہ مقام عطا کیا اور اس کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کو ختم کیا۔

## ۴۔ معاملاتی حیثیت

اسلام سے پہلے کسی بھی مذہب و تہذیب میں عورت کو خرید و فروخت اور دیگر معاملات و معاہدات کا حق حاصل نہ تھا، آزادی سے نہ تو وہ املاک و جائداد حاصل کرسکتی تھی اور نہ اسے اپنے پاس رکھ سکتی تھی، بلکہ عام طور پر خود عورت ہی کو مرد کی مملوکہ اشیاء میں شمار کیا جاتا تھا اور اس صورتِ حال میں ایشیاء اور یورپ کی کوئی تمیز نہ تھی، دونوں جگہ عورت کے ساتھ یکساں ناانصافی تھی۔

لیکن اسلام نے دیگر امور کی طرح اس معاملہ میں بھی عورت کی مکمل اہلیت اور اس کے استحقاق کو تسلیم کیا اور یہ وضاحت کی کہ وہ ہر طرح کے معاملات والتزامات کا اجراء کرسکتی ہے، والدین اور شوہر سے علیٰحدہ اس کی شہری حیثیت اور ذاتی ملکیت مسلم ہے، اور اسے اس دائرہ میں ہر طرح کے تصرّف کا حق حاصل ہے۔

اسلام میں اس بات کی اجازت ہے کہ عورت، تجارت، دست کاری اور مزدوری وغیرہ کے ذریعہ دولت کمائے اور اسے اپنی ملکیت میں محفوظ رکھے۔ اسی طرح میراث کے مال کی بھی وہ مالک ہے اور اس کی مرضی کے بغیر کسی کو اس میں تصرّف کا حق حاصل نہیں ہے۔

مہر میں عورت کو جو مال دیا جاتا ہے اسے واپس لینے سے روکا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| وان اردتم استبدال زوج | اور اگر ایک بیوی کو چھوڑ کر دوسری سے |
| مکان زوج واتیتم احداھن قنطارا | نکاح کرنا چاہو اور اس (پہلی) کو بہت سا |
| فلا تأخذوا منه شیئا أتأخذونه | مال دے چکے ہو پھر بھی اس مال سے کچھ نہ لیا |

AsliAhleSunnet.com

بهتانا و اثما مبینا۔ لے کرو گیا نا حق اور صریح ظلم سے لینا چاہتے ہو؟

یہاں پر یہ بات قابلِ لحاظ ہے کہ جب شوہر اپنا دیا ہوا مال عورت سے واپس نہیں لے سکتا تو پھر اس کے دوسرے احوال میں کسی تصرف کا حق کیسے حاصل ہوگا؟

کتب فقہ میں صراحت ہے کہ عورت کو خرید و فروخت کرنے، اجرت یا عاریت پر سامان دینے، قرض دینے، مال کو منتقل کرنے یا وکیل بنانے اور اسی طرح معاوضہ وغیرہ ادا کرنے کا مکمل اختیار حاصل ہے، اور اس باب میں وہ مرد سے مختلف نہیں۔ اسلامی تاریخ میں ایسی بے شمار عورتوں کے حالات مذکور ہیں جن کے پاس مال و دولت کی فراوانی تھی اور اس سے وہ تجارت کرتی تھیں۔ ؎

مالیاتی حقوق کے سلسلہ میں اسلام نے صنفِ نازک کے ساتھ جو انصاف کیا ہے، اس کی مزید توضیح ان احکام سے ہوگی جو میراث اور مہر کے بارے میں قرآن وحدیث میں وارد ہوئے ہیں۔

## حقِ میراث

اسلام میں عورتوں کے حق میراث پر روشنی ڈالنے سے پہلے ایک نظر دیگر اقوام کے نظامِ میراث پر ڈالئے تاکہ اسلامی قانون کے اصلاحی و افادی پہلو اجاگر ہو سکیں۔

میراث کے سلسلہ میں قدیم رومانیوں کے یہاں یہ دستور تھا کہ میّت کی اولاد یا اقارب میں سے کسی کو اس کے خاندان کا نگراں مقرر کر دیا جاتا تھا جس کے تصرف میں میت کی پوری جائداد و املاک ہوتی تھی اور وہ ہر طرح کی انفرادی و اجتماعی ذمہ داریوں کو ادا کرتا تھا۔ پھر اسلام سے کچھ پہلے یہ لوگ بھی مشرقی اقوام کی طرح قرابت مندوں کو وارث بنانے لگے، ان کے یہاں مختلف حالات

لے سورۂ نساء: ۲۰ ؎ الاستاذ المرأۃ ص ۱۶۱

AsliAhleSunnet.com

میں عورتوں کو وراثت کا مال دیا جاتا تھا لیکن شوہر کی وفات کے بعد بیوی کو اس کے ترکہ سے کچھ نہیں ملتا تھا۔

یونانی لوگ بھی میراث کے معاملہ میں رومانیوں کی مانند تھے، میت جس شخص کو خاندان کی نگرانی اور مال و متاع پر تسلّط کا حق دے جاتا تھا وہ ہر چیز کا مالک تصور کیا جاتا تھا، اسے عورتوں کی شادی کرانے یا انھیں شادی سے روکنے کا حق بھی حاصل تھا، اس میں کسی دوسرے شخص کو مداخلت کی اجازت نہیں تھی۔

مصریوں کے یہاں میّت کی اولاد میں سب سے ہونہار شخص زراعت اور منقولہ املاک کا ذمّہ دار قرار پاتا تھا اور اسی کو خاندان کی سرداری و نگرانی ملتی تھی، لیکن میراث میں اسے کوئی امتیاز نہ تھا بلکہ مرد و عورت یکساں طور پر میراث کے مستحق مانے جاتے تھے، میّت کی بیوی بھی میراث سے حصّہ پاتی تھی۔

یہودی مذہب میں میراث کا مستحق صرف بیٹا یا پوتا ہوتا تھا، اگر یہ دونوں موجود نہ ہوں تو پھر بیٹی یا اس کی اولاد کو ترکہ دیا جاتا تھا، میت اگر لاولد ہو تو پھر اس کے قرابت مند میراث کے مالک بنتے تھے۔

جزیرۂ عرب کے باشندے عورتوں کو سرے سے وارث ہی نہیں بناتے تھے، ان کے یہاں ترکہ کا مستحق میت کا بڑا بھائی یا چچازاد بھائی یا اس کا بالغ لڑکا ہوتا تھا، بسا اوقات یہ لوگ ترکہ صرف نرینہ اولاد کو دیتے تھے۔

جدید دور میں کمیونسٹ اور سوشلسٹ مذاہب میراث کے بالکل ہی قائل نہیں ہیں، ان کے یہاں حکومت، میت کے جملہ املاک پر قابض ہو جاتی ہے لیکن اس کے مقابلہ میں اسلام نے مختلف حالات میں عورت کے لئے ترکہ میں حصّے مقرر کئے ہیں اور ان کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں درج ہے۔ اسلام کے اس نظام میں جو مصلحت اور باریکی پوشیدہ ہے اس کا اعتراف اب غیر مسلم بھی کر رہے ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

اسلام کے نظامِ میراث کو لوگ عام طور پر تسلیم کر لیتے ہیں لیکن (للذکر مثل حظ الانثیین (مرد کا عورت کے مقابلہ میں دگنا حصہ ہے) کے ذریعہ قرآن نے جس قانون کا اعلان کیا ہے اسے بہت سے لوگ اب تک نہیں سمجھ سکے ہیں، مرد و عورت میں حصہ کی کمی و بیشی سے کیا نتیجہ برآمد ہوگا یہ بات ان سے مخفی ہے، اس لئے ایسے لوگ اسلام کے اس قانون پر اعتراض کرتے ہیں۔

اس موقع پر یہ بات ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے کہ اسلام کی نظر میں اگر مرد و عورت قرابت مندی میں یکساں ہوں تو میراث کے لئے دونوں کے استحقاق میں کوئی فرق نہیں ہوگا، چنانچہ میت کے ترکہ سے بیٹی بیٹے کی طرح، ماں باپ کی طرح، بیوی شوہر کی طرح اور بہن بھائی کی طرح میراث کا حق رکھتی ہے۔

بغور دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے مرد و عورت کے مابین جو امتیاز رکھا ہے اس کا مقصد کسی ایک صنف پر زیادتی نہیں بلکہ حقوق و فرائض کے مابین توازن کا تحفظ ہے، چنانچہ اسلامی نظام کے مطابق مرد پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عورت کا مہر ادا کرے، رہائش کے اخراجات برداشت کرے اور بیوی بچوں کی مکمل کفالت کرے، لیکن اس کے مقابلہ میں عورت اس طرح کی تمام ذمہ داریوں سے مستثنیٰ ہے۔ اسلام نے اسی فرق کی بنیاد پر میراث میں بھی تفریق رکھی ہے۔ اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ تفریق عین رحمت اور عورت کے حق میں غیر معمولی رعایت ہے کیونکہ اسلام نے ایک طرف تو عورت کو ہر طرح کی مالی ذمہ داری سے مستثنیٰ قرار دیا اور دوسری طرف میراث سے اسے مرد کے مقابلہ میں آدھا حصہ دیا۔

عورت کے حق میں اسلامی نظامِ میراث کتنا بہتر ہے، اسے سمجھنے کے لئے ذیل کی مثال پر غور کیجئے۔[1]

---

[1] المرأۃ بین الفقہ والقانون ص ۲۴۔

AsliAhleSunnet.com

اگر ایک شخص فوت ہو اور اپنے پیچھے ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑے تو ایسی صورت میں اس کا ترکہ تین حصّوں میں تقسیم ہوگا دو حصّے بیٹے کو ملیں گے اور ایک حصہ بیٹی کو۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ جو حصّہ بیٹی کو ملا ہے اس میں کمی کی جگہ برابر اضافہ ہوگا کیونکہ بیٹی کو شادی کے وقت مہر کی رقم ملے گی اور اسی طرح وہ تجارت کے ذریعہ بھی اپنے مال میں اضافہ کر سکتی ہے، اسے چونکہ کسی بھی جگہ خرچ کرنا ضروری نہیں اس لئے اس کا مال کسی بھی طرح کم نہ ہوگا۔ اس کے برعکس بیٹے کو جو مال ملا ہے وہ برابر کم ہوتا رہے گا کیونکہ اسی مال سے وہ مہر کی رقم ادا کرے گا، رہائش کا بندوبست کرے گا اور بیوی بچوں کے لئے خوراک و پوشاک مہیا کرے گا۔ ایسی صورت میں صرف ایک پہلو پر نظر رکھ کر اسلامی نظام پر اعتراض کرنا قرین انصاف نہ ہوگا۔

پھر یہ مفروضہ قائم کرنا سراسر غلط ہے کہ اسلام نے تمام حالات میں عورت کو مرد کے مقابلہ میں آدھا حصّہ دیا ہے، فقہی کتابوں میں جو تفصیلات مذکور ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حالتوں میں مرد و عورت دونوں کا حصّہ مساوی ہوتا ہے، بعض حالتوں میں مرد سے کم اور بعض میں اس سے زیادہ۔ اور اس اختلاف کا سبب شریعت کا وہ منضبط قاعدہ ہے جسے میراث کے سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے۔

جن حالتوں میں عورت کا حصّہ مرد کے برابر یا اس سے زیادہ ہوتا ہے ان کا اجمالی بیان درج ذیل ہے:

۱۔ ماں جب باپ بیٹوں کے ساتھ وارث ہو ایسی صورت میں ماں کو چھٹا حصّہ ملے گا اور اتنا ہی باپ کو بھی، دونوں میں کسی طرح کی ترجیح نہ ہوگی۔

۲۔ اگر ماں جائی بہن ہو تو چھٹا حصّہ پائے گی اور کئی ایک ہوں تو ایک تہائی، اور یہی حال ماں جائی بھائی ہے لیکن اگر اخت اور اخ لأم دونوں ہوں

AsliAhleSunnet.com

تو تہائی ترکہ ان کے مابین برابر تقسیم ہوگا، اور اس صورت میں بھائی اور بہن دونوں کا حصّہ یکساں ہوگا۔

۳۔ اگر میت کے صرف ایک حقیقی بہن ہو تو اسے آدھا ترکہ ملے گا اور اگر اس کی جگہ حقیقی بھائی ہو تو اسے وہ حصّہ ملے گا جو اصحابِ فروض سے باقی بچے، اور یہ حصّہ بعض صورتوں میں آدھے سے کم ہوگا، مثلاً جب میت کے ورثہ میں شوہر، ماں اور حقیقی بھائی ہو اس صورت میں اسے صرف چھٹا حصّہ ملے گا کیونکہ یہی باقی بچا ہے اور ظاہر ہے کہ چھٹا حصّہ نصف سے کم ہے، اس طرح ہم دیکھ سکتے ہیں کہ بہن کا حصّہ بھائی کے حصّہ سے زیادہ ہے۔

# ۵۔ سیاسی حیثیت

زندگی کے بیشتر معاملات میں اسلام نے عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق دیئے ہیں، لیکن اس کے باوجود عہدِ نبوت اور بعد کی صدیوں میں ایسی مثالیں شاذ و نادر ملتی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیاسی میدان میں عورتوں کا کردار نمایاں رہا ہے، خلفائے راشدین اور ان کے بعد دیگر صحابۂ کرامؓ نے کبھی سیاسی معاملات میں مردوں کی طرح عورتوں سے مشورہ نہیں کیا، اور نہ ہی بعد کے دور میں ملکی و عسکری انتظامات میں عورتوں کی شرکت کا ثبوت ملتا ہے۔

عصرِ نبوت سے متعلق اس بات کا ذکر ضرور ملتا ہے کہ بعض صحابیات میدانِ جنگ میں مجاہدین کی خدمت اور زخمیوں کی تیمار داری کا کام انجام دیا کرتی تھیں، لیکن اس سے سیاسی اُمور میں مداخلت کا ثبوت نہیں ملتا۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ نے البتہ جنگِ جمل میں قیادت کا منصب سنبھالا

AsliAhleSunnet.com

تھا لیکن یہ ان کا اجتہاد تھا جس پر بعد میں انہوں نے خود اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

اسلامی تاریخ میں سیاست سے عورتوں کے تعلق کی کچھ دوسری مثالیں بھی موجود ہیں لیکن ان کی حیثیت انفرادی واقعات سے زیادہ نہیں، ان واقعات سے یہ نہیں ثابت ہوسکتا کہ مسلم عورتوں نے کسی دور میں باضابطہ سیاست میں حصّہ لیا۔

اب سوال یہ ہے کہ جب اسلام میں عورتوں کو مساوی شہری و اجتماعی حقوق دیئے گئے ہیں تو پھر سیاست سے ان کی کنارہ کشی کا کیا سبب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عورتوں کی شہری و اجتماعی حیثیت و اہلیت کو تسلیم کرنے کے بعد بھی اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ عورت کو بُنیادی طور پر خاندان کے مسائل وحالات سے تعلق رکھنا چاہیئے، اسی لئے اسلام نے کسبِ معاش کی ذمّہ داری سے اسے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

اولاد کے لئے ماں کا گھر میں وجود ضروری ہے، اگر اس کے سر پر سیاسی ذمّہ داریوں کا بوجھ پڑ جائے گا تو پھر وہ گھریلو فرائض کو باقاعدہ طور پر انجام نہیں دے سکے گی، اسی وجہ سے تاریخ کے کسی بھی دور میں عورتوں نے سیاسی میدان میں کوئی نمایاں کردار نہیں ادا کیا، بلکہ اس کے برعکس ماں کی حیثیت سے گھر میں رہ کر اپنے فرائض کو انجام دیتی رہیں۔

لیکن موجودہ دور میں مغربی تہذیب کے زیرِ اثر مسلم عورتوں نے سیاست کے میدان میں قدم رکھنے کی کوشش شروع کی ہے اور انھیں انتخاب میں حصّہ لینے اور اُمیدوار بنانے کا مطالبہ بھی سننے میں آرہا ہے۔ موجودہ صورتِ حال میں سوال یہ ہے کہ اسلام کا کیا موقف ہے اور وہ عصرِ حاضر کی سیاست میں عورتوں کو کس حد تک حصّہ لینے کی اجازت دیتا ہے؟

AsliAhleSunnet.com

جہاں تک انتخابی امور کا تعلق ہے اسلام میں عورتوں کو اس کی اجازت ہے کہ وہ انتخاب میں حصہ لیں۔ کیونکہ انتخاب میں قوم اپنے ان نمائندوں کو منتخب کرتی ہے جو قانون سازی اور حکومت کی نگرانی کا فریضہ انجام دیتے ہیں، گویا ان منتخب حضرات کو قوم کے لوگ اپنا وکیل بنا دیتے ہیں اور یہ لوگ قوم کی ترجمانی اور ان کے حقوق کی مدافعت کرتے ہیں، اسلام میں چونکہ عورتوں کو توکیل کا حق حاصل ہے اس لئے اسے انتخاب میں حصہ لینے کی اجازت بھی ہوگی، البتہ اس سلسلہ میں مردوں کے ساتھ اختلاط یا بے پردگی کی اجازت نہ ہوگی بلکہ جملہ شرعی اخلاق و آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے انتخابی حق کو استعمال کرنا ہوگا۔

اس کے بعد دوسرا سوال عورت کے حق نمائندگی کا ہے۔ نمائندگی یا ممبری میں بنیادی طور پر دو کام ہوتے ہیں، اوّل یہ کہ قوانین و نظام بنائے جائیں، اور دوم یہ کہ مجلسِ عاملہ کی نگرانی کی جائے۔

قوانین سازی کا تعلق علم و تجربہ سے ہے، اور اسلام میں چونکہ عورتوں کو تعلیم کا حق ہے، اس لئے قانون سازی کا حق بھی اسے دیا جائے گا۔

عاملہ کی نگرانی کا معاملہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ایک صورت ہے، اور اسلام میں مرد و عورت دونوں کو اس کا ذمہ دار بنایا گیا ہے، اس لئے عورت کو نمائندگی کا حق بھی اسلامی شریعت کے اندر جائز ہوگا۔

لیکن اس موقعہ پر ایک حقیقت کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ اسلام کے دوسرے اصول و قوانین کی اصل غرض و غایت پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مخصوص معاشرتی مصلحتوں کی وجہ سے عورت کا حق نمائندگی کو استعمال نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ یہ مسئلہ عورت کی اہلیت اور صلاحیت کا نہیں بلکہ خاندان کی مصلحتوں کے تحفظ کا ہے جس کے لئے عورت کو کسی دوسری بڑی ذمہ داری سے علیحدہ رہنا ضروری ہے۔

AsliAhleSunnet.com

اس کے علاوہ اسلام نے مرد سے عورت کے اختلاط یا تخلیہ کو حرام قرار دیا ہے، اسی طرح چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے علاوہ جسم کے کسی حصّہ کو مرد کے سامنے ظاہر کرنا بھی حرام ہے، کسی محرم کے بغیر عورت کا سفر بھی ناجائز ہے، اور ان صریح اور قطعی احکام کی پابندی کرتے ہوئے عورت کا حق نمائندگی کو استعمال کرنا تقریباً ناممکن ہے، کیونکہ اسمبلی یا پارلیمنٹ کا ممبر ہونے کے بعد عورت کو سفر کرنا اور نامحرموں کے ساتھ بیٹھنا ضروری ہوجائے گا۔ اس طرح شرعی پردے کی پابندی بھی دشوار ہوگی۔

ان پہلوؤں پر نظر رکھتے ہوئے یہ فیصلہ قرین انصاف ہے کہ عورت ایوانِ حکومت سے دور رہے، کیونکہ اس حق کو استعمال کرنے کے بعد جو اثرات معاشرہ پر مرتب ہوتے ہیں ان میں منفعت کے بجائے مضرت کا پہلو زیادہ نمایاں ہے [1]

عورتوں کو میدانِ سیاست میں گھسیٹنے کا جذبہ مشرق میں مغرب سے آیا ہے جہاں پر ایک طویل عرصہ کے بعد عورتوں کو سیاسی حقوق ملے ہیں۔ اب مغرب میں بھی عام طور پر یہ احساس پیدا ہوچکا ہے کہ سیاست میں عورتوں کے حصّہ لینے سے معاشرہ اور خاندان پر بُرے اثرات رُونما ہوتے ہیں اور یہ صرف ہمارا دعویٰ نہیں بلکہ اس کا اعتراف خود ایک مغربی مفکر کی زبانی سنئے۔ ڈاکٹر الکسیس کاریل نے (جنہیں طبی خدمات کے صلے میں نوبل پرائز ملا ہے) اپنے ایک مضمون "ماں کا دودھ بچّہ کا فطری حق ہے" میں لکھا ہے کہ "آج کے دور میں تعلیم و تربیت سے ماں اپنا فطری فریضہ ادا کرنے کے قابل نہیں ہوتی، اکثر عورتیں یہ سوچتی ہیں کہ ان کا کام، ان کا مستقبل اور ان کے معاشرتی عزائم بچہ کی تربیت و نگہداشت سے زیادہ اہم ہیں، انہیں یہ احساس نہیں کہ عورت ماں

---

[1] المرأۃ بین الفقہ والقانون ص ۱۵

AsliAhleSunnet.com

بننے کے لئے پیدا ہوئی ہے، جدید دور میں ماں اقتصادی وفکری ماحول کے چنگل کا شکار ہے، معاشرہ نے علمِ حیات کے قانون کو نظر انداز کر دیا ہے۔ لڑکیاں اپنے پیدائشی کام اور زندگی میں اس کی اہمیت اور قیمت کو سمجھنے سے محروم ہیں۔ انھیں وہی کچھ پڑھایا جاتا ہے جسے لڑکے پڑھتے ہیں، حقوق اور ذمہ داریوں میں بھی لڑکے اور لڑکیاں دونوں برابر ہیں۔ مرد کی طرح عورت بھی اپنی کفالت کی ذمہ دار بنا دی گئی ہے، کارخانے، مدرسے، آفس یا کسی اور جگہ کام کرنے والی عورت کس طرح تین چار ماہ تک اپنے بچہ کو دودھ پلا سکتی ہے؟ [1]

اور شاید یہی سبب ہے کہ سوئزرلینڈ میں ۹۵ فیصد عورتوں کا اب بھی یہ فیصلہ ہے کہ وہ سیاست سے کنارہ کش رہیں گی حالانکہ سیاسی طور پر انھیں ممبری کا حق حاصل ہے۔

اس مقام پر ۱۹۷۹ء میں لبنان میں جس عورت کو "ملکۂ حسن" منتخب کیا گیا تھا اس کی رائے اور تأثر کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، کیونکہ معاشرہ کا ایک طبقہ اس طرح کی خواتین کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اور انھیں ترقی و روشن خیالی کی اعلیٰ معراج پر فائز سمجھتا ہے۔ کویت کے روزنامہ "السیاسۃ" نے اپنی ۱۴/۷/۱۹۷۹ء کی اشاعت میں لکھا ہے کہ: لبنانی ملکۂ حسن نے اعتراف کیا ہے کہ: ابتدا سے عورت کو مردوں کی مصلحت و مفاد کے لئے وجود بخشا گیا ہے، کسی بھی طرح کی تبدیلی اس کے بنیادی کردار کو بدل نہیں سکتی، عورت آدم کی پسلی ہے، اور آدمی کی بہتری کے لئے وجود میں لائی گئی ہے۔ عورت ترقی کر کے باورچی خانہ سے پارلیمنٹ اور

---

[1] الاسلام والمرأۃ از سعید الافغانی ص ۱۱۴۔

AsliAhleSunnet.com

کرسئ صدارت تک پہنچ گئی ہے لیکن میری نظر میں یہی اس کی غلطی ہے، اس لئے کہ اسے ایک بنیادی ذمہ داری کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اس ذمہ داری سے ہٹ کر خواہ وہ کسی بھی بہتر حیثیت کو حاصل کرلے اس کی معنویت کم اور اس کا وزن ہلکا ہوگا، میری نظر میں عورت کا عورت ہی رہنا بہتر ہے، اور اس کا سب سے مؤثر اور بہتر ہتھیار اس کی نسوانیت ہی ہے۔" [1]

نتیجہ کے طور پر یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اسلام کی نظر میں عورتوں کی سیاسی سرگرمیاں ناپسندیدہ ہیں اور اس کا سبب ان کی عدم اہلیت نہیں بلکہ ان معاشرتی مفاسد سے بچنا ہے جو میدانِ سیاست میں عورتوں کے قدم رکھنے سے پیدا ہوسکتے ہیں۔

## ۶ — حقِ تعلیم

اسلام نے جس طرح ہر میدان میں عورتوں کے ساتھ انصاف کیا ہے اور انھیں احترام کی نظر سے دیکھا ہے، اسی طرح تعلیم کے میدان میں بھی ان پر غیر معمولی توجہ دی ہے، معاشرہ میں عورت کے کردار کی اہمیت کے پیشِ نظر اسلام نے اس کی تعلیم و تربیت کو ضروری قرار دیا ہے۔

مشہور حدیث طلب العلم فریضۃ علیٰ کلّ مسلم کا حکم مرد اور عورت دونوں کے لئے ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے، مردوں اور عورتوں کے لئے جس تعلیم کو اسلام نے فرض قرار دیا ہے اس میں ایمان کے ارکان دینی فرائض کی ادائیگی وغیرہ امور داخل ہیں، حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ کے پاس ایک عورت نے آکر کہا کہ آپ کے فرامین کو سننے کا موقعہ صرف مردوں کو ملتا

---

[1] المرأۃ المسلمۃ ص ۶۳

AsliAhleSunnet.com

ہے آپ ہم عورتوں کے لئے بھی کوئی دن مقرر فرما دیجئے۔ نبیؐ نے اس سوال کے جواب کے بعد دن اور جگہ مقرر فرما کر عورتوں کو بھی تعلیم دی۔[1]

اسی طرح نبیؐ نے احکامِ دین سیکھنے اور وعظ و نصیحت سننے کی غرض سے یہ حکم دیا تھا کہ تمام عورتیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقعہ پر عید گاہ میں حاضر ہوں، حائضہ عورتیں نماز میں نہ شریک ہوں لیکن وعظ سنیں۔[2]

ان احادیث کے انداز بیان اور احکام سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام عورتوں کو کسی بھی موقعہ پر نظر انداز نہیں کرتا بلکہ ہر موقع پر ان کی بہتری کے لئے ضروری احکام صادر کرتا ہے۔

قرآن نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب یہ بھی بتایا ہے کہ آپ اُن پڑھ لوگوں کو قرآن سنانے اور انھیں کتاب و سنت کی تعلیم دینے کے لئے مبعوث فرمائے گئے۔ ظاہر ہے کہ رسول کی اس تعلیم کا دائرہ صرف مردوں تک محدود نہیں تھا، بلکہ اس میں عورتیں بھی شامل تھیں، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سیکھنے والی عورتوں کی تعداد سات سو سے زیادہ بتائی گئی ہے، اور ان سے بڑے بڑے صحابہ اور جلیل القدر ائمہ نے علم حاصل کیا ہے۔[3]

اسلام کی اسی توجہ اور حوصلہ افزائی کی وجہ سے آج تاریخ میں ایسی بے شمار عورتوں کے نام موجود ہیں جنہوں نے زیورِ علم سے خود کو آراستہ کیا، اور پھر دوسروں کو بھی اپنے علم سے مستفید کیا۔ اسلامی تاریخ میں تفسیر، حدیث، فقہ اور شعر و ادب وغیرہ ہر فن کے اندر بہت سی باکمال عورتوں کے نام آپ کو ملیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ نے متعدد عورتوں سے عقد جائز قرار دیا تھا، علماء اسلام نے اس تعدد کے فلسفہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک حکمت یہ بھی لکھی ہے کہ اُمہاتُ

---

[1] بخاری و مسلم [2] بخاری و مسلم [3] استاذ المرأۃ ص ۵۲

AsliAhleSunnet.com

المؤمنین کے ذریعہ مسلم عورتوں کو دینی احکام کی تعلیم کا موقع فراہم ہوا، وہ سب باتیں براہِ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں دریافت کرسکتی تھیں اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انھیں صراحت سے بتا سکتے تھے۔

امہات المؤمنین کے ذریعہ سے یہ کام خوش اسلوبی سے انجام پایا گیا، امہات المؤمنین نے امت کے افراد کو احکام کی تعلیم دینے میں جو اہم رول ادا کیا ہے اس کا اندازہ ان احادیث سے ہوتا ہے جو ان سے مروی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہت سے صحابہؓ اہم مسائل کے بارے میں ان سے رجوع کیا کرتے تھے۔

ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قبیلۂ عدی کی ایک عورت "الشفاء" سے کتابت سیکھا کرتی تھیں۔

تعلیم نسواں کے موضوع پر اسلام کی اسی توجہ کا نتیجہ ہے کہ مسلم معاشرہ میں جس قدر باکمال عورتیں گذر چکی ہیں اور علمی میدان میں انھوں نے جو نمایاں کارنامے انجام دیئے ہیں آج کے متمدن دور میں بھی اس کی مثال کم نظر آئے گی۔

احکام و واقعات کے اس روشن پہلو کے ساتھ ہی تاریخ کا یہ افسوسناک واقعہ بھی سامنے آتا ہے کہ بعد کے ادوار میں مسلم معاشرہ میں عورتوں کی تعلیم کو نظر انداز کر دیا گیا اور حد یہ ہوئی کہ عورتوں کو وعظ و تبلیغ کی مجلسوں سے بھی علیٰحدہ کر دیا گیا۔

عہدِ حاضر میں جب تعلیم کا رواج بڑھا تو غیروں نے میدان خالی پاکر عورتوں کی تعلیم کا پروگرام اس انداز پر مرتب کیا کہ وہ دین و اخلاق ہر چیز سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ آج کا دور عورتوں کی ایسی تعلیم کا متقاضی ہے جس کے ذریعہ وہ مستقبل کے انسان کی پرورش کے قابل ہوسکیں۔ تعلیم نسواں کے حامی اس پہلو کو نظر انداز کرکے عورتوں کو روٹی اور منصب کے لئے جو تعلیم دے رہے ہیں اس سے امتِ مسلمہ کو زبردست نقصان پہنچے گا اور یہ نقصان عورتوں کی جہالت کے نقصان سے

AsliAhleSunnet.com

کسی طرح کم نہ ہوگا۔

ڈاکٹر الکیس کاریل لکھتا ہے کہ قوانین تعلیم اور بالخصوص عورتوں کی تعلیم سے متعلق قوانین پر نظر ثانی ضروری ہے، عورتوں کو اعلیٰ تعلیم دینا مناسب ہے لیکن اس لئے نہیں کہ وہ ڈاکٹر، وکیل یا معلمہ بنیں، بلکہ اس لئے کہ وہ اپنی اولاد کو تربیت کے ذریعہ نفع بخش بنا سکیں۔

موصوف مزید لکھتے ہیں کہ ضروری ہے کہ عورت کو اس کی فطری ذمہ داری پھر سونپی جائے جس کا مطلب صرف اولاد کی پیدائش نہیں بلکہ اس کی تربیت بھی ہے۔[1]

## اسلامی اصول کا خلاصہ

اسلام نے عورتوں کے سلسلہ میں جن اصلاحی احکام و قوانین کا اجرار کیا ہے ان کا خلاصہ یہ ہے:

- انسانی حیثیت سے مرد و عورت دونوں برابر ہیں۔
- گذشتہ ادیان نے آدمؑ کے جنّت سے نکالنے کی ذمہ داری صرف عورت پر ڈالی ہے لیکن اسلام نے دونوں کی غلطی کو اس کا سبب قرار دیا ہے۔
- عورت مرد ہی کی طرح دین پر عمل، عبادت و ریاضت اور جنت میں داخل ہونے کی مستحق ہے۔
- لڑکی کی پیدائش کو باعثِ نحوست تصوّر کرنا غلط ہے، اس کی تربیت و نگہداشت باعثِ اجر ہے۔
- لڑکی کو زندہ دفن کرنا یا افلاس کے ڈر سے قتل کرنا عظیم جرم ہے۔

---

[1] ماذا عن المرأة ص ۱۹ وبعد۔

AsliAhleSunnet.com

- عورت زندگی کے ہر مرحلہ میں مستحقِ عزت و توقیر ہے۔
- اسے مردوں کی طرح تعلیم کا پورا حق حاصل ہے۔
- عورت کو خواہ بیٹی ہو یا بیوی ہو یا ماں ہر حیثیت سے میراث کا حق حاصل ہے۔
- ازدواجی زندگی میں مرد اور عورت دونوں کے حقوق ہیں، البتہ خاندان کی نگرانی کا حق مرد کو حاصل ہے۔
- مرد کو طلاق کا حق حاصل ہے، لیکن وہ عورت کو اس حق کے ذریعہ مشقِ ستم نہیں بنا سکتا۔
- تعدد ازدواج کی صورت میں صرف چار بیویوں تک کی اجازت ہے اور ان کے مابین انصاف کا معاملہ ضروری ہے۔
- اولیاء کو بلوغت سے پہلے عورت کی سرپرستی اور نگرانی کا حق حاصل ہے، لیکن وہ استبدادی حیثیت سے اس کے مال کے مالک نہیں بن سکتے، پھر بلوغت کے بعد مرد کی طرح اسے بیع و شراء، شرکت و مضاربت اور وقف و ھبہ وغیرہ جملہ معاملات کی انجام دہی کی صلاحیت و اہلیت ہے۔

AsliAhleSunnet.com

## تیسری فصل

۳

# بعض امتیازات

AsliAhleSunnet.com

اسلام نے عام انسانی حیثیت، عزت وکرامت اور جملہ معاملاتی اُمور کے اندر مرد اور عورت دونوں کو یکساں درجہ دیا ہے لیکن بعض معاشرتی، اقتصادی اور نفسیاتی ضرورتوں کا لحاظ کرتے ہوئے چند مسائل کے اندر عورت اور مرد کے مابین امتیاز وتفریق رکھی گئی ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

## ۱۔ شہادت

اسلام نے حقوق ثابت کرنے کے لئے دو عادل مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری قرار دی ہے، ارشاد ہے:

| | |
|---|---|
| واستشهدوا شهيدين من رجالكم فإن لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء، ان تضل احداهما فتذكر احداهما الاخرىٰ۔ [1] | دو مردوں کو گواہ بناؤ، اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں، ان گواہوں سے جنہیں تم پسند کرو، تاکہ اگر ایک عورت بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔ |

⁂ ⁂ ⁂

اس آیت سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہے کہ شہادت کے مابین شریعت نے جو فرق رکھا ہے اس کا سبب یہ نہیں کہ عورت انسانی حیثیت، عزت واحترام یا اہلیت کے اندر مرد سے کم تر ہے بلکہ اس تفریق کی وجہ ایک دوسری چیز ہے جس کو ملحوظ رکھ کر اسلام نے عورتوں پر اپنی غیر معمولی توجہ کا ایک دوسرا ثبوت فراہم کیا ہے۔

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اسلام کی نظر میں عورت تمام مالی تصرفات کو بروئے کار لانے کی مستحق اور اہل ہے، لیکن اس سے قطع نظر معاشرتی میدان میں اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ خاندانی وگھریلو اُمور کی نگہداشت کے لئے فارغ البال

---

[1] سورۂ بقرہ: ۲۸۲۔

AsliAhleSunnet.com

رہے، اور اس ذمہ داری کی ادائیگی اسی وقت ممکن ہوگی جب عورت عام اوقات میں گھر پر موجود رہے اور ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ مالی معاملات میں عورت کی شہادت کا موقع بہت کم آئے گا، اور اسے کسی واقعہ کو دیکھ کر اس کی تفصیل ذہن کے اندر محفوظ رکھنے کا دھیان بھی نہ ہوگا، ایسی عورت جب شہادت کے لئے قاضی کے سامنے جائے گی تو اندیشہ ہوگا کہ وہ کوئی بات بھول جائے، اور جب ایک دوسری عورت بھی شہادت میں شریک رہے گی تو بھول چوک کے موقعہ پر وہ یاد دہانی کرائے گی، حقوق کا مسئلہ چونکہ اہم ہوتا ہے اس لئے شریعت نے یہ احتیاط رکھی ہے۔

عورت کی شہادت کو جرائم میں اسی وجہ سے اکثر فقہاء نے مقبول نہیں مانا ہے، کیونکہ عام حالات میں عورت ایسے مواقع پر موجود نہیں رہتی اور اگر موجود ہو بھی تو اسے قتل وغیرہ کے واقعات کو تفصیل سے دیکھنے کی تاب نہیں رہتی پھر وہ صحیح طور پر گواہی کی اہل کس طرح ہو سکے گی؟

لیکن اس کے برخلاف جن مسائل سے عورت کا براہِ راست اور عام اوقات میں تعلق رہتا ہے ان کے اندر تنہا عورت ہی کی شہادت کو کافی قرار دیا ہے چنانچہ ولادت کے ثابت کرنے، شادی اور کنوارے پن میں اور جنسی عیوب وغیرہ میں صرف عورت ہی کی شہادت کو معتبر قرار دیا گیا ہے۔

اور اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی شہادت کا نصاب عورت کی توہین یا اس کی عدم اہلیت کے سبب نہیں بلکہ یہ وقت پسندی اور احتیاط کا تقاضہ تھا، جس کی اسلام نے رعایت کی ہے، جو لوگ اس مصلحت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام نے اس تفریق سے عورت کی حق تلفی کی ہے۔

## ۲۔ میراث

اسلام نے قدیم اقوام و مذاہب کے برخلاف عورت کو میراث کا مستحق قرار دیا ہے، فرائض کی تفصیلات کے مطابق میت کے

AsliAhleSunnet.com

ترکہ سے عورت کو کبھی مرد کے برابر یا اس سے کم حصّہ ملتا ہے جس کی توجیہ گذر چکی ہے۔

## ۳۔ عورت کی دیّت

شریعتِ اسلامی نے ایسی صورت میں جبکہ عورت کو کسی شخص نے غلطی سے قتل کر دیا ہو اور عورت کے قتل پر قصاص (خون کے بدلہ خون) کی سزا کے لئے ضروری شرطیں پوری نہ ہوں، عورت کی دیت کی مقدار مرد کے مقابلہ میں نصف رکھی ہے۔

اسلام کا یہ اصول بظاہر مساوات کی منافی نظر آتا ہے لیکن بغور دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں معاشرہ اور خاندان کے مفاد کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ مرد یا عورت کے قتل سے خاندان کو جو نقصان لاحق ہوتا ہے اس کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اسلام نے مذکورہ فیصلہ صادر کیا ہے۔

کسی مرد یا عورت کو اگر کوئی مرد یا عورت دانستہ قتل کر دے تو ایسی صورت میں قطعی طور پر قاتل کو قتل کیا جائے گا کیونکہ اس صورت میں انسان کا انسان سے قصاص مطلوب ہے اور انسانیت میں مرد و عورت دونوں مساوی ہیں۔

لیکن اگر کسی غلطی کے نتیجہ میں ایک انسان دوسرے انسان کو قتل کر دے تو ایسی صورت میں قصاص کے بجائے شریعت نے مالی معاوضہ کا اصول مقرر کیا ہے یا پھر قید کی سزا رکھی ہے اور مالی معاوضہ میں قتل سے ہونے والے خسارے کی حیثیت کا لحاظ ضروری ہے۔

ایک مرد کے قتل ہونے سے خاندان کے لوگوں کو جو نقصان پہونچتا ہے وہ یقیناً عورت کے قتل سے ہونے والے نقصان سے زیادہ ہے، کیونکہ مرد اپنی بیوی اور اولاد کے اخراجات کا ذمّہ دار ہوتا ہے، اس کی غیر موجودگی میں ان لوگوں کی کفالت کا سوال پیچیدہ ہو جاتا ہے۔

لیکن عورت کے قتل کے بعد اس کی اولاد یا اس کا شوہر اپنے کفیل سے

AsliAhleSunnet.com

محروم نہیں ہوتا بلکہ صرف ایک اہم عزیز کی جُدائی کا غم برداشت کرنا پڑتا ہے۔ شریعت نے دیت میں جو رقم مقرر کی ہے وہ مقتول کی انسانی حیثیت کا معاوضہ نہیں بلکہ اس کے خاندان کو جو مادی نقصان پہونچتا ہے اس کی تلافی کے لئے ایک سبیل ہے، اسی لئے موجودہ قوانین میں دیت کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ حد مقرر کر کے قاضی کو یہ اختیار دے دیا گیا ہے کہ وہ قتل سے خاندان کو لاحق ہونے والے نقصانات کا جائزہ لینے کے بعد دیت کی رقم متعین کرے۔

اسلامی اصول کی رو سے چونکہ عورت اپنے اور اپنی اولاد کے اخراجات کی ذمہ دار نہیں ہوتی اس لئے اس کی دیت مرد کی دیت کے برابر رکھنا خلاف انصاف ہے۔

## ۴۔ حکومت کی سربراہی

اسلام نے قطعی طور پر یہ فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ حکومت کا اعلیٰ ترین منصب صرف مرد کو ملے گا۔ ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: عورت کو حاکم بنانے والے کامیاب نہیں ہو سکتے۔" اس حدیث سے علماء نے یہ مفہوم مراد لیا ہے کہ " اعلیٰ ولایت عامہ" کا منصب یعنی حکومت کی سربراہی عورت کو نہیں دی جائے گی لیکن اس کے علاوہ کم سن افراد کی نگرانی، اموال و جائداد میں تصرف، شہادت اور بعض حالات میں منصب قضا پر عورت کا تقرر ہو سکتا ہے۔

اسلام کے اس حکم کا مقصد بھی عورت کی حق تلفی یا اس کی تنقیص نہیں بلکہ اس میں امت کے مفاد، عورت کی نفسیات اور اس کی معاشرتی ذمہ داریوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اسلام میں حکومت کی سربراہی کا منصب زیب و زینت کی چیز نہیں، بلکہ ایک سربراہ معاشرہ کا رہنما، اعلیٰ فکری صلاحیتوں کا مالک اور قوم کا ترجمان ہوتا ہے۔ دشمنوں کے ساتھ صلح و جنگ کا فیصلہ، فوج کی قیادت اور دیگر اہم مسائل کو وہ اربابِ حل و عقد کے مشورہ سے طے کرتا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

اسی طرح اس کے ذمہ جمعہ کا خطبہ، پنجگانہ نماز میں لوگوں کی امامت، اور مقدمات کے فیصلہ کا کام بھی ہوتا ہے۔

اور واضح ہے کہ ایک عورت اپنے مخصوص نفسیاتی حالات کی بنا پر اس طرح کی اہم ذمہ داریوں کو انجام نہیں دے سکتی، بالخصوص میدانِ جنگ میں فوج کی قیادت وغیرہ کی ذمہ داری اس کے بس سے باہر ہے عورت کو اس منصب پر رکھنے کا معنیٰ یہ ہوگا کہ زندگی رحمت و شفقت اور لطف و مروّت کے مظاہر سے خالی ہو جائے۔

بلاشبہ تاریخ میں ایسی عورتوں کے حالات مذکور ہیں جنہوں نے فوج کی قیادت اور لڑائی میں شرکت کی مثال قائم کی ہے، لیکن مردوں کے مقابلہ میں ان کی تعداد ناقابلِ لحاظ ہے، عام عورتوں کے حالات پر غور کیا جائے تو یہ کہنا پڑیگا کہ ان کی تخلیق جنگ یا حکمرانی کے لئے نہیں ہوئی ہے، جن ممالک نے اس دور میں عورتوں کو زندگی کے جملہ امور میں شریک مان لیا ہے ان کے یہاں بھی وزارتِ دفاع اور فوجی ٹولیوں کی سربراہی وغیرہ جیسی ذمہ داری عورتوں کے سر نہیں ڈالی گئی ہے۔

حکومت کی سربراہی کے لئے جس دل جمعی، جذبات پر قابو اور یکسوئی کی ضرورت ہے وہ عورتوں کے لئے مشکل ہے اور اسی بنا پر اسلام کا فیصلہ ہے کہ عورت کو حکومت کا سربراہ نہیں مقرر کیا جا سکتا ہے۔

## عورتوں سے متعلق اسلامی موقف اور غیر مسلم اہلِ قلم

اسلامی احکام و آداب پر مشتمل آیات و احادیث کی توضیح کے بعد یہ ضرورت باقی نہیں رہتی کہ صنفِ نازک پر اسلام کے احسانات اور منصفانہ رویّہ کو ثابت کرنے کے لئے کچھ اور کہا جائے لیکن کچھ فریب خوردہ ذہن ایسے بھی ہیں جو مغربی

AsliAhleSunnet.com

تہذیب کو اسلام کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کا یہ خیال ہے کہ مغرب میں عورتوں کی تکریم اور ان کو ان کے جائز حقوق دلانے کے لئے اسلام کے مقابلہ میں زیادہ کام ہوا ہے، جدید تہذیب کی چمک نے ان کی نگاہوں کو خیرہ کر دیا ہے اور اب وہ یہ نہیں سوچ پا رہے ہیں کہ عورتوں کا حقیقی محسن اسلام ہے یا مغرب، ذیل میں کچھ اعترافات درج کئے جا رہے ہیں جن سے اندازہ ہوگا کہ اسلام کے منصفانہ موقف کو غیر مسلم نکتہ رسوں نے کس طرح محسوس کیا ہے اور ان کی نگاہ میں اسلامی احکام کی کیا قدر و قیمت ہے؟

"جارج سال" نے انگریزی ترجمۂ قرآن کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ "اسلام کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ عورتوں کو نفس کا مالک نہیں سمجھتا، یہ ایک جھوٹی تہمت ہے، اسلام کا ایسا خیال نہیں ہے۔"

"وولٹیر" نے قرآن سے متعلق اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ: قرآن کی طرف ہم نے بہت سی مہمل باتوں کو منسوب کر رکھا ہے لیکن اسلام ان سے بری ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہمارے مصنفین کا خیال ہے کہ وہ عورتوں کو جانور اور لونڈی تصور کرتے تھے، لیکن یہ بے بنیاد بات ہے، پھر بھی لوگ اس کو صحیح سمجھتے ہیں۔"

محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم شارع کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ عورتوں کے ساتھ برا برتاؤ کرتے تھے، ایک غلط مبحث ہے۔

"انی بیسنٹ" نے اپنی کتاب (ہندوستان کے مذاہب) میں لکھا ہے کہ: اسلام کا قانون وراثت انگریزوں کے مسیحی قانون کے مقابلہ میں زیادہ منصفانہ اور آزادانہ ہے، اسلام کا یہ مثالی قانون عورتوں کی ہر طرح کی نگہداشت کا ضامن ہے۔"

فرانس کے ایک اخبار "مانیٹر" کی وضاحت ہے کہ اسلام نے عورتوں کی معاشرتی حالت میں عظیم الشان اصلاح کی ہے، اس نے عورتوں کو جو قانونی

AsliAhleSunnet.com

حقوق دیئے ہیں وہ فرانس میں دیئے گئے حقوق سے کہیں زیادہ ہیں۔"

"گستاؤ لیبان" نے تمدن عرب میں لکھا ہے کہ: مشرق میں اسلام نے عورتوں کے حالات پر بڑا گہرا اثر ڈالا ہے، معاشرتی حیثیت سے اس کا درجہ بہت بلند کیا ہے اور یورپ کے مقابلہ میں میراث کے زیادہ بہتر قوانین وضع کیے ہیں۔"

اسلام نے عورتوں کے معاملہ کو سب سے زیادہ سدھارا ہے وہ پہلا مذہب ہے جس نے عورت کے درجہ کو بلند کیا ہے، مشرق میں عورتوں کا احترام، ان کی تعلیم اور خوش بختی یورپ سے زیادہ ہے۔" [1]

انگریز مصنف ملٹن لکھتا ہے کہ: عورتوں کے بارے میں اسلامی احکام بڑی وضاحت کے ساتھ اس پر توجہ دیتے ہیں۔ اور اسے ہر طرح کی تکلیف دہ اور معیوب چیز سے محفوظ رکھتے ہیں۔" [2]

---

[1] تمدن عرب ص

[2] المرأة بين الفقه والقانون ص ۲۱۳

AsliAhleSunnet.com

# چوتھی فصل

## ملازمت اور کسبِ معاش

AsliAhleSunnet.com

ہم بتا چکے ہیں کہ اسلام میں عورت کو مملکت کی سربراہی کا حق نہیں دیا گیا ہے، لیکن اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ عورت کی تنقیص کی جائے بلکہ مختلف معاشرتی مفادات کی رعایت کرتے ہوئے اسلام نے یہ حکم دیا ہے۔ حکومت کی سربراہی کے علاوہ اس درجہ کے دوسرے اہم مناصب کا بوجھ بھی عورت کے کندھے پر نہیں ڈالا جاسکتا، کیونکہ معاشرہ میں اس کی دوسری ذمّہ داریوں پر اس کا اثر پڑے گا، اور اسی طرح اخلاق و آداب کے اصول بھی متأثر ہوں گے۔

لیکن مذکورہ اہم اور محنت طلب مناصب کے علاوہ دوسرے تمام کام اور ملازمت کا حق عورت کو حاصل ہے، بشرطیکہ عام اسلامی احکام و اخلاق کے دائرہ میں رہ کر عورت اپنی ذمّہ داری ادا کرسکے۔

اسلامی احکام پر نظر رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ اسلام نے عورت کے ہاتھوں انجام پانے والے جملہ معاملات اور تجارتی لین دین کو صحیح اور جائز قرار دیا ہے، اور اس سلسلہ میں اس پر یہ پابندی عائد کی ہے کہ وہ اپنے ولی یا شوہر کی اجازت سے ان اُمور کو انجام دے۔

اسلام نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر، رشتہ دار یا کوئی اور شخص کفیل نہ ہو، اور بیت المال بھی اسے مدد نہ دے رہا ہو تو ایسی صورت میں وہ اپنی معاشی ضرورت کے لئے کام کاج کرسکتی ہے، حتیٰ کہ اگر باپ کی موجودگی میں اس کی رضامندی سے بیٹی کسی دست کاری سے پیسے کمارہی ہو تو باپ اس پر خرچ کرنے کی ذمّہ داری سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا۔

اس طرح ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ضرورت کے وقت عورت کے لئے کام کی اجازت پر علماء اسلام کا اتفاق ہے، بشرطیکہ اسلامی اخلاق و آداب کو کوئی ٹھیس نہ

AsliAhleSunnet.com

پہونچے۔ البتہ سوال اس بات کا ہے کہ عمومی طور پر گھر سے باہر نکل کر ملازمت یا کام کرنے کے سلسلے میں شریعت کا کیا حکم ہے، جب کہ عورت کی کفالت کرنیوالا کوئی مرد موجود ہو۔

## دو مختلف نقطۂ نظر

سابقہ سطور سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ عورت کو اگر اقتصادی مجبوری کی بنا پر گھر سے باہر کام کاج یا ملازمت کی ضرورت درپیش ہو تو ایسی صورت میں تقریباً سب کا اتفاق ہے کہ اسے اسلامی آداب و اخلاق کی رعایت کرتے ہوئے کام کی اجازت ہے۔ لیکن اگر کوئی اقتصادی مجبوری نہ ہو، اور عورت کے اخراجات برداشت کرنے والا کوئی مرد موجود ہو تو ایسی صورت میں اس کی ملازمت یا گھر سے باہر نکل کر کام کاج کا مسئلہ محل غور ہے۔ اس مسئلہ میں دو مختلف نقطۂ نظر ہیں، اور ان دونوں نظریوں کے نتائج بھی اس وقت ہمارے سامنے عیاں ہیں، ان نتائج کی نوعیت کو ملحوظ کرتے ہوئے ہم دونوں نظریوں کے حسن و قبح کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔

① اسلامی نقطۂ نظر یہ ہے کہ عام حالات میں عورت پر زندگی کے کسی بھی مرحلہ میں کسبِ معاش کا بوجھ نہیں ڈالا جاسکتا، بلکہ اس کا باپ، شوہر یا بھائی اس کے جملہ اخراجات کا ذمہ دار ہوگا اور عورت یکسوئی کے ساتھ بیوی اور ماں کے فرائض انجام دے گی۔

اس نقطۂ نظر کا معاشرہ پر لازمی اثر یہ ہوتا ہے کہ خانگی اُمور میں نظم و ضبط برقرار رہتا ہے، اولاد کی باقاعدہ تربیت و نگرانی ہوتی ہے، زندگی کے مسائل کو حل کرنے میں مرد کو تعاون ملتا ہے، اور غلط کار مردوں کو یہ موقع حاصل نہیں ہوتا کہ وہ عورتوں کو بداخلاقی و بیحیائی کی جانب مائل کرسکیں، اس طرح معاشرہ یقینی طور پر صاف ستھرا اور قابلِ تقلید بن جاتا ہے، اور اس کے افراد ذہنی

AsliAhleSunnet.com

سکون و آرام سے بہرہ ور رہتے ہیں۔

(۲) اہلِ مغرب کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ لڑکی جب سترہ یا اٹھارہ سال کی ہوجائے تو عام طور پر اس کے اخراجات کی ذمہ داری باپ یا دوسرے قرابتداروں پر باقی نہیں رہتی، بلکہ وہ خود اپنے جملہ اخراجات کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ اسی طرح شادی کے بعد بھی اس کا فرض ہوتا ہے کہ گھریلو اخراجات میں شوہر کا ہاتھ بٹائے، بڑھاپے میں بھی اگر اسے کام کرنے کی طاقت ہو تو اپنے معاش کے لئے کام کرے خواہ اس کی اولاد کتنی ہی مالدار ہو۔

اس نقطۂ نظر کا نتیجہ یہ ہے کہ گھر کا پورا نظام خراب ہوجاتا ہے، اولاد کی صحیح تربیت نہیں ہوتی، نہ ہی خانگی آرام و سکون میسّر ہوتا ہے، عام طور پر مرد و عورت کے باہمی تعلقات بگڑ جاتے ہیں، اور اس کا اثر خاندان و معاشرہ دونوں پر پڑتا ہے۔

عورتوں کے بارے میں مغرب کا مادی نقطۂ نظر زندگی کے میدان میں ان کی تمام ذمہ داریوں کو نظر انداز کر کے انھیں صرف جنسی خواہشات کی تسکین یا مادی منفعت کے حصول کا ایک ذریعہ تصوّر کرتا ہے، اس طرح ایک طرف تو عورت کی سماجی حیثیت مجروح ہوتی ہے، اور دوسری طرف اسے طاقت سے زیادہ کام کرنا پڑتا ہے، حمل کے ایام میں وہ ملازمت کی ذمہ داریاں ادا کرتی ہے، اور ولادت کے بعد اُسے پوری طرح آرام کا موقع نہیں ملتا، ان دشواریوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خاندان کا نظام بہت جلد ڈھیلا ہوجاتا ہے، اور بچے والدین کی نگرانی و رہنمائی کا فائدہ حاصل نہیں کر پاتے۔

کچھ لوگ اہلِ مغرب کی تقلید میں مشرق میں بھی یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ جس طرح مرد کو ہر قسم کی ملازمت اور کام کا حق حاصل ہے اسی طرح عورت کو بھی ہونا چاہیئے، مساوات کا ان کی نظر میں یہی مفہوم ہے، اور انھیں یقین ہے کہ اہلِ مغرب کی ترقی

AsliAhleSunnet.com

کا راز صرف یہ ہے کہ ان کی عورتیں بھی مردوں کے ساتھ زندگی کی تمام ذمہ داریوں میں شریک ہیں، لیکن اس خیال کی حیثیت ایک مغالطہ سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔

عورت کے لئے ملازمت اور کام کو لازمی قرار دینے والے گروہ کی سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ اگر مردوں کے ساتھ عورتیں بھی گھر سے باہر نکل کر کام کریں گی تو اس سے ایک طرف قومی ثروت میں اضافہ ہوگا' اور دوسری طرف عورت مصروفیت کی وجہ سے لایعنی کاموں سے محفوظ رہے گی۔

لیکن اگر درج ذیل حقائق کو پیشِ نظر رکھا جائے تو مذکورہ دلیل کا کھوکھلا پن واضح ہو جائے گا:

۱۔ ملازمت کے میدان میں عورتوں کی شرکت سے مردوں کے اندر بے روزگاری کی عام شکایت ہے' اور اس سے اقتصادی حالت پر یقیناً بُرا اثر پڑتا ہے۔

۲۔ قوموں کے مفاد کو ہمیشہ مادی پیمانہ سے ناپنا غلط ہے، مادی خسارہ پر نظر رکھنے والے لوگ اُس معنوی و معاشرتی خسارہ کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو عورت کے گھر چھوڑنے سے خاندان اور اولاد کو لاحق ہوتا ہے، کیا یہ خسارہ ملک و ملت کا خسارہ نہیں ہے؟

۳۔ قومی ثروت میں اضافہ کی دلیل سے کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ فوج کے ہر فرد کو اس کی ذمہ داری سے ہٹا کر کام میں لگا دیا جائے تاکہ قومی ثروت اور پیداوار میں اضافہ ہو؟ جس طرح فوج کے افراد ایک اہم مقصد کی تحصیل میں مصروف ہیں اسی طرح عورت بھی خاندان کی ذمہ داریاں سنبھالتے ہوئے ایک اہم قومی خدمت انجام دے رہی ہے۔ جو اقتصادی خدمت سے کسی بھی طرح کم نہیں ہے۔

۴۔ خانگی امور کی انجام دہی اور اولاد کی تربیت و نگرانی کے بعد عورت

AsliAhleSunnet.com

کے پاس اتنا وقت ہی نہیں بچ سکتا کہ وہ کسی لایعنی کام میں مصروف ہو جس سے بچانے کے لئے اس کو گھر سے باہر کسی کام میں مصروف رکھنے کی ضرورت پیش آئے۔ اولاد کی تربیت کے کام کو جو لوگ آسان سمجھتے ہیں وہ حقیقت میں اس کی اہمیت سے ناواقف ہیں، یہ بیحد زیادتی کی بات ہے کہ گھریلو اُمور کی ذمہ داری کے بعد عورت کے اُوپر مزید کوئی بوجھ ڈالا جائے۔

## خرابیاں اور نقصانات

اب ایک نظر ان خرابیوں پر ڈالئے جو عورتوں کو عمومی طور پر کام میں لگا دینے سے پیدا ہوتی ہیں:

۱۔ سرکاری وغیر سرکاری ملازمتوں میں عورتوں کی کثرت سے لازمی طور پر مردوں میں بے روزگاری پھیلتی ہے، اور اعلیٰ قابلیتوں کے باوجود بہت سے مرد کام حاصل نہیں کر پاتے۔ مردوں کو بے کار رکھ کر ان کی جگہ عورتوں کو ملازمت دینا بالکل الٹی منطق ہے، اس سے معاشرہ میں بے اطمینانی اور بگاڑ کا پیدا ہونا یقینی ہے۔

۲۔ مردوں کے مقابلہ میں عورتیں عام طور پر تقریباً آدھا کام کرتی ہیں، اس سلسلہ میں مصری محکمۂ ملازمین کے صدر نے ایک بیان جاری کیا تھا جس میں یہ بات واضح کی تھی، اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا تھا کہ کسی دفتر یا کارخانہ میں جب ایک عورت دوسری عورت کا ساتھ پا جاتی ہے تو زیادہ تر وقت غیر مفید بات چیت میں گذار دیتی ہے۔

۳۔ عورتوں پر ملازمت اور کام کا بوجھ ڈالنا ان کی اہم تربیتی ذمہ داریوں سے چشم پوشی کے مترادف ہے، مادّی منافع کی خاطر صنفِ نازک کو مردوں کی خواہشات کا ہدف بننا پڑتا ہے، حمل اور ولادت کی فطری مشکلات کے ساتھ ساتھ کام کا بوجھ ناقابلِ برداشت ہوتا ہے، پھر گھر خالی ہو جانے کی وجہ سے خاندان

AsliAhleSunnet.com

کا شیرازہ بکھر جاتا ہے، اور بچے ماں باپ کی نگرانی کے بغیر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

۴۔ گھر سے باہر ملازمت یا کام میں عورت کو شروع میں دلچسپی محسوس ہوتی ہے، اور گھر کے مقابلہ میں باہر وہ اپنے آپ کو زیادہ آزاد سمجھتی ہے، لیکن بعد میں حالات سے مجبور ہو کر اسے بہت سے ایسے کام بھی انجام دینے پڑتے ہیں جن کو وہ پسند نہیں کرتی۔ چنانچہ مغربی ممالک میں جہاں کی تقلید میں عورتوں کو ملازمتوں میں لانے کا مطالبہ کیا جاتا ہے، عورتیں درج ذیل کام بھی انجام دیتی ہیں۔

اخبارات بیچنا، سڑکوں کی صفائی کرنا، جوتوں پر پالش کرنا، بسوں اور ریلوں میں ٹکٹ بیچنا، پلیٹ فارم کی صفائی کرنا، چوکیداری کرنا، ٹیکسی چلانا، لوہے اور اسٹیل کے کارخانوں میں بھاری بھاری صندوق اٹھانا۔

اب قابلِ غور امر یہ ہے کہ اس طرح کی کسی ملازمت کو اختیار کرنے کے بعد عورت اپنے بچوں اور خاندان کے لئے کیا کر سکتی ہے؟ اسی وجہ سے یورپ کے لوگ اب تقریباً اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ خاندانی نظام کی خرابی کا تنہا سبب عورتوں کا ملازمت کے لئے گھروں سے نکلنا ہے۔

۵۔ مغربی معاشرہ میں بلا تفریق مردوں اور عورتوں کو ملازمت میں لانے سے لازمی طور پر گھر اور خاندان کا نظام متاثر ہوا، ماں باپ کی نگرانی سے دور پرورش پانے والی نسل جب جوان ہوئی تو اس کے اندر اخلاقی و سماجی قدروں سے بغاوت کا رجحان بھی جوان ہوا، وحشی انسانوں کی طرح انہوں نے سر اور ڈاڑھی کے بال چھوڑ دیئے اور بے ڈھنگے لباس پہن کر یا نیم عریاں صورت میں سڑکوں پر گھومنا شروع کیا، ہپیوں کے گروہ سے آج تقریباً ہر جگہ کے لوگ پریشان ہیں، سرکاری محکموں اور تعلیم و تربیت سے متعلق اداروں کے ذمہ دار معاشرہ کی اس گتھی کو سلجھانے کے لئے دماغ سوزی کر رہے ہیں، لیکن اب تک اس مسئلہ پر

AsliAhleSunnet.com

قابو پانے کے امکانات نظر نہیں آرہے ہیں۔

## ایک عبرتناک واقعہ

کانگریس آئی کے بھوپال اسمبلی کے ایک ممبر مسٹر دوبے کے بارے میں خبر ہے کہ ایک خاتون ملازم جس کی عمر ۲۵ سال تھی، اپنے آٹھ سالہ فرزند کو لے کر مذکورہ ممبر کے پاس ان کے کمرہ میں گئی تاکہ اپنی ترقی یا تبادلہ کے مسئلہ کو حل کرا سکے۔ وہاں پر مسٹر دوبے اور ان کے دو ساتھیوں نے اس کی عصمت دری کی، عورت کمرہ سے نکل کر بھاگنے میں کامیاب تو ہو گئی لیکن پائپ کے ذریعہ نیچے اترتے ہوئے گر پڑی اور اس کے پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی، پھر بھی وہ بھاگ کر پولیس اسٹیشن پہونچی اور رپورٹ درج کرائی، یہ واقعہ ۹ مارچ ۱۹۸۷ء کا ہے۔ [1]

یہ واقعہ تنہا نہیں، اس طرح کی متعدد مثالیں ہر صوبے میں ملیں گی، روزناموں میں ایسی خبریں بکثرت ہوتی ہیں، میں نے صرف نمونہ کے طور پر اس واقعہ کو ذکر کر دیا ہے۔

## آداب و شرائط

عورت کو باہر ملازمت یا کام کاج کرنے میں جن آداب و شرائط کو بنیادی طور پر ملحوظ رکھنا ضروری ہے ان کا مختصر بیان درج ذیل ہے:

۱۔ جو کام اختیار کیا جائے وہ ایسا نہ ہو کہ اس سے عورت کی ان گھریلو ذمہ داریوں پر اثر پڑے جو ایک ماں یا خانگی اُمور کی نگراں کی حیثیت سے اس پر عائد ہوتی ہے۔

۲۔ مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو، اور جسم کے جن حصوں کا پردہ ضروری ہے انھیں کھولنے کی نوبت نہ آئے۔

---

[1] آواز ملک، بنارس، ۲۸ مارچ ۱۹۸۷ء

AsliAhleSunnet.com

۳ - کام کی ذمہ داری کو ادا کرنے کے دوران عورت کو ایک یا چند ملازمین کے ساتھ کسی کمرہ میں تنہا نہ رہنا پڑے، کیونکہ شریعت کی نظر میں ایسی تنہائی انتہائی خطرناک ہے۔

۴ - عورت مردوں کے سامنے اپنی زینت و آراستگی کا اظہار نہ کرے، لگاوٹ کے انداز سے بات نہ کرے اور ایسا طریقہ نہ اختیار کرے جس سے شک و شبہ پیدا ہو۔

۵ - اخلاق و آداب کے تحفظ کے لئے اسلام نے جو عام اصول مقرر کئے ہیں ان کی پابندی کی جائے۔

۶ - عورتوں پر ملازمت یا کام کا بوجھ ڈالتے ہوئے ان کی ذہنی و جسمانی صلاحیتوں کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔ بلاتفریق ہر طرح کے مشکل اور آسان کام میں عورتوں کو لگا دینا اُن کی اور خود معاشرہ کی مصلحت کے خلاف ہے، بہت سے کام ایسے ہیں جنہیں عورتیں مردوں کے مقابلہ میں زیادہ بہتر طور پر انجام دے سکتی ہیں، مثلاً عورتوں اور بچوں کا علاج و تیمار داری، بچوں اور بچیوں کی ابتدائی و ثانوی تعلیم اور سماجی خدمات کے مختلف شعبے، عورتوں کو اگر ان شعبوں میں ملازمت دی جائے تو یقیناً وہ مردوں سے بہتر خدمت انجام دے سکتی ہیں، اور اُن کی صلاحیتوں سے ملک و قوم کو اہم فائدے پہنچ سکتے ہیں۔

## مغربی مفکرین کا نقطۂ نظر

گھر سے باہر عورتوں کی ملازمت سے مغربی معاشرہ میں جو اثرات رونما ہوئے ہیں اُن پر خود وہاں کے مفکرین و مصلحین نے جو رائے ظاہر کی ہے اس سے بھی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اندھا دھند طور پر عورتوں کو کام دینے کے وہ لوگ بھی مخالف ہیں، مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس مخالفت کا اظہار ان لوگوں نے بُرے نتائج کے سامنے آنے کے بعد کیا ہے یا اس سے پہلے۔

AsliAhleSunnet.com

ایک فرانسیسی مفکر الکسیس کاریل اپنی کتاب (انسان ایک مجہول وجود) میں لکھتا ہے کہ:

"مرد و عورت کے مابین موجود فرق جنسی اعضاء کے اختلاف، رحم وحمل کے وجود یا طریقۂ تربیت کے اختلاف کے باعث پیدا نہیں ہوا ہے، بلکہ اس کا ایک گہرا سبب ہے یعنی تمام اعضاء کا کیمیاوی مواد کے ذریعہ اثر کرنا اور تناسلی غدود کا کچھ مواد کو خارج کرنا۔ جو لوگ ان بنیادی واقعات کو نہیں سمجھتے وہی یہ کہتے ہیں کہ مرد و عورت دونوں ایک ہی طرح کی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں، اور ایک ہی نوعیت کے کام کر سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرد و عورت میں گہرا اختلاف موجود ہے، فیزیالوجی کی رو سے ہر ہر عضو کا ایک خاص رنگ ہے، اور اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔" [1]

انگریز مفکر سموئیل اسمائیلس لکھتا ہے:

"ملازمت سے عورتیں چند روپے ضرور کما لیتی ہیں لیکن اس کے نتیجہ میں خاندان برباد ہو جاتا ہے، عورتوں کو تجارتی فرموں اور سرکاری دفاتر میں اُونچی اُونچی ملازمتیں مل جاتی ہیں لیکن اپنے خاندان سے ان کا رشتہ بالکل منقطع ہو جاتا ہے، عورت کو عورت ہی رہنا چاہیئے، اسی میں اس کی بھلائی ہے اور یہی فطرت کا تقاضا بھی ہے۔" [2]

ایک یورپین خاتون اینی روڈ لکھتی ہے کہ:

عورتوں کا بطورِ خادمہ کام کرنا کارخانوں میں کام کرنے سے بہتر ہے جہاں اس کی رونق ہمیشہ کے لئے چلی جاتی ہے۔ کاش مسلم ممالک کی طرح ہمارے علاقے بھی ہوتے جہاں خادم اور خادمہ بھی پاکدامنی اور وقار سے رہتے ہیں

---

[1] مقدمہ کتاب المراۃ بین الفقہ والقانون ص ۱۰

[2] دائرۃ المعارف ۶۰۶/۸

AsliAhleSunnet.com

اور ان کے ساتھ اولاد جیسا برتاؤ ہوتا ہے۔ ہم کیوں اپنی لڑکیوں سے صرف وہی کام نہیں لیتے جس کے لئے قدرت نے انھیں پیدا کیا ہے اور مردوں کے کام ان کے لئے چھوڑ دیتے۔" [1]

برٹرانڈ رسل لکھتا ہے کہ:

"عورتوں کو عام ملازمتوں میں لگا دینے سے خاندان کا شیرازہ منتشر ہو گیا ہے، جائزہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت اخلاقی قدروں سے بغاوت پر آمادہ ہے، اور اقتصادی طور پر آزادی کے بعد ایک مرد کی امانت دار بن کر رہنا اس کے لئے مشکل ہے۔"

شفیق جبری لکھتے ہیں کہ:

"امریکہ میں عورت اپنی فطرت کے برخلاف ملازمت میں مردوں کی شریک ہے، اس کی اس شرکت سے سماجی زندگی کی بُنیادیں ہل گئی ہیں۔ دن میں کام کرنے کے بعد عورت کس طرح اپنے گھر اور اپنی اولاد پر توجہ دے سکتی ہے؟ امریکی عورت نے اس سلسلہ میں جو زیادتی کی ہے اس کی وجہ سے اخیر میں مرد و عورت کے مابین تنازعہ پیدا ہونا یقینی ہے۔"

ایک امریکی خاتون ڈاکٹر ایڈا ایلین اپنے مضمون میں لکھتی ہے کہ:

"امریکہ میں خانگی بحران اور معاشرہ میں جرائم کی کثرت کا سبب یہ ہے کہ عورت خاندان کی آمدنی میں اضافہ کے لئے گھر چھوڑ کر باہر ملازمت کرنے لگی ہے، اس سے آمدنی میں اضافہ تو ضرور ہوا ہے لیکن ساتھ ہی اخلاقی معیار بھی پست ہو گیا ہے۔

مذکورہ خاتون نے عورتوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ دوبارہ گھریلو ذمہ داریوں کو سنبھال لیں تاکہ اخلاقی قدروں کا احترام دلوں میں پیدا ہو

---

[1] مجلہ المنار المصریۃ ۴/۴۸۶

AsliAhleSunnet.com

اور بچے ماں کی جس نگرانی اور سرپرستی سے محروم ہوگئے ہیں وہ انھیں پھر حاصل ہو جائے۔" [1]

ایک یورپین مصنف لکھتا ہے کہ :

"عورت گھر کے اندر جو خدمت انجام دیتی ہے اس کی اہمیت کسی طرح اس دولت سے کم نہیں ہے جسے مرد خاندان کے افراد کی پرورش میں خرچ کرتا ہے۔" [2]

جرمن پروفیسر ڈاکٹر کلین لکھتا ہے کہ :

"ہمارے معاشرہ میں تیس فیصد عورتیں زندگی سے مطمئن نہیں ہیں، ہزاروں عورتیں ملازمت کے بوجھ اور اس کے ساتھ گھریلو مصروفیتوں کی وجہ سے بیحد پریشان ہیں، اور اپنی مشکلات کو دور کرنے کے لئے ڈاکٹروں سے مدد کا مطالبہ کرتی ہے، ان عورتوں کو موجودہ بحرانی کیفیت سے بچانا ہمارا فرض ہے، آمدنی میں اضافہ کی دلیل سے عورتوں کو ملازمت میں لانے کی سیاست اب خطرناک بن چکی ہے، عورتوں کی صحت اور اولاد و خاندان کی فلاح و بہبود مادی منفعت پر مقدم ہے۔" [3]

امریکی کانگریس کے ایک ممبر کا قول ہے کہ :

"عورت حکومت کی صحیح خدمت اسی وقت کر سکتی ہے جب کہ گھر میں موجود رہے جو خاندان کے وجود سے عبارت ہے۔"

فرانس کے ماہر سماجیات برنار اودیل نے اپنی کتاب (ہمیں بچاؤ) میں یورپ، امریکہ اور کناڈا میں مغربی خاندانوں کا جائزہ لینے کے بعد متعدد واقعات لکھے ہیں جن سے مغربی معاشرہ کی بگڑتی ہوئی صورتِ حال کو سنبھالنے کی ضرورت پر زور دیا ہے، اسی کتاب میں بارہ ۱۲ سال کی ایک امریکی لڑکی سوزان لیلتھ کا

---

[1] المرأة بین الفقہ والقانون ص ۲۵۳

[2] ایضاً ص ۲۶۳ [3] ایضاً ص ۳۰۴

AsliAhleSunnet.com

یہ قول نقل کیا ہے کہ:

"میں اکثر اپنے والد کو دیکھ نہیں پاتی، وہ ہمیشہ تھکے ہوئے رہتے ہیں، یہی حال میری ماں کا بھی ہے۔ میں جب اٹھارہ سال کی ہوجاؤں گی تو ہندوستان چلی جاؤں گی، میں نے سُنا ہے کہ وہاں گھروں کی کثرت ہے، لوگ راستوں میں بیٹھ کر بھی باتیں کرتے ہیں، میں یہاں رہنا نہیں چاہتی، میں یہ نہیں پسند کرتی کہ ماں کی طرح میرے چہرہ پر بھی جھرّیاں پڑجائیں، میں مشرق کے سفر کا ارادہ رکھتی ہوں۔" [1]

اخبار لندن ٹروتھ نے لکھا ہے کہ:

"مردوں والے کام ڈھونڈھنے کے لئے عورتوں کا گھر سے نکلنا سب سے بڑی مصیبت ہے، اس کے نتیجہ میں بے گھر ہونے والی عورتوں اور لاوارث بچّوں کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے، اور دونوں معاشرہ کے لئے بوجھ بن رہے ہیں، عورتوں کی طرف سے مردوں کی ہمسری کے باعث ہم بربادی کا ہدف بن چکے ہیں۔" [2]

جنیوا میں بین الاقوامی محنت تنظیم کی سالانہ کانفرنس جون ۱۹۹۰ء میں منعقد ہوئی، اس میں دو ہزار سے زائد نمائندوں نے حصّہ لیا۔ اس تنظیم کے ممبر ممالک کی تعداد ایک سو پچاس ہے۔ مذکورہ کانفرنس تین ہفتے تک جاری رہی۔

کانفرنس میں سفارش کی گئی کہ رات کی باری میں کام کرنے والی حاملہ اور بچہ والی عورتوں کی حفاظت و بہبود پر خصوصی توجہ دی جائے اور رات میں کام کرنے والی عورتوں کو زیادہ تنخواہ دی جائے، یا ان کے کام کے اوقات میں کمی کی جائے۔ [3]

---

[1] المرأۃ المسلمۃ ص ۱۴۱

[2] ایضاً ص ۱۴۷

[3] روزنامہ آواز ملک، بنارس، ۳۰ر جون ۱۹۹۰ء

AsliAhleSunnet.com

مصری روزنامہ الاخبار نے لکھا ہے کہ:

"عورتوں کا شدت سے یہ مطالبہ تھا کہ انھیں مردوں کی برابری کا حق دیا جائے لیکن یہی عورتیں آج یہ مطالبہ کر رہی ہیں کہ کام کی جگہوں پر مردوں کی بھیڑ سے انھیں نجات دلائی جائے۔"

رسالہ M.S. کی مدیرہ گلوریا کا بیان ہے کہ:

"عورت اس میدان میں اپنے آپ کو خطرہ کا شکار محسوس کر رہی ہے، یورپ و امریکہ کے سینکڑوں واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ کام کرنے والی عورتوں کے اندر ایک طرح کا خوف اور ذہنی تناؤ پیدا ہو گیا ہے، مردوں کی بھیڑ میں عورتوں کے کام کرنے سے جو خطرہ صنفِ نازک کو لاحق ہے اس سے متعلق متعدد واقعات کی اشاعت ہو چکی ہے۔"

گلوریا نے مزید لکھا ہے کہ:

"نیویارک کی ایک کانفرنس میں عورتوں کے مذکورہ اندیشہ پر تبادلۂ خیال ہوا تھا، اس موقع پر دیسیوں عورتوں نے اعتراف کیا کہ ساتھ میں کام کرنیوالے مردوں کی خواہشات کی تکمیل نہ کرنے سے اُن پر کیا کچھ گذری۔" [1]

مذکورہ اخبار ہی کے ایک نامہ نگار جلال عیسیٰ نے جنیوا سے لکھا ہے کہ:

"صنعتی طب کے ماہرین کا بیان ہے کہ عورت کی کارکردگی کمزور ہوتی ہے، اس میں محنت کے کام کی قید نہیں ہے۔" ان کا مزید یہ کہنا ہے کہ: "کام کرنے والی عورتوں کو کام کے دوران جو نفسیاتی تکلیف ہوتی ہے اس کا اثر خاندانی زندگی پر پڑتا ہے اور اس سے عورت کی جنسی قوت بھی متاثر ہوتی ہے۔" [2]

---

[1] روزنامہ الاخبار، ۱۱ر نومبر ۱۹۷۷ء

[2] " " ۲۲ر مئی ۱۹۷۷ء

AsliAhleSunnet.com

پانچویں فصل

# اسلام کا

## نظامِ عفّت و عصمت

AsliAhleSunnet.com

اسلام نے اپنی اخلاقی تعلیمات کے ضمن میں کردار کی بلندی اور فکر و عمل کی پاکیزگی پر بیحد زور دیا ہے، انسانی ذہن وطبیعت کے مختلف رجحانات کی طرح اس نے جنسی میلان ورجحان کو بھی صحیح راہ پر لگانے کے لئے مختلف طرح کے احکام وضوابط وضع کئے ہیں تاکہ فرد کی تطہیر وتزکیہ کے ساتھ ہی معاشرہ کو بھی اخلاقی بلندی اور عفت وپارسائی کا زندہ نمونہ بنایا جاسکے۔

عزت وآبرو کا تحفظ اور بیحیائی وبداخلاقی سے اجتناب اسلام کے اولین واہم مقاصد میں داخل ہے، اسلام کو کسی طرح یہ گوارا نہیں کہ انسان کی عزت وآبرو پر حرف آئے اور وہ اس پر خاموشی اختیار کرے، جن پانچ چیزوں کا تحفظ اسلامی شریعت کا مقصود ہے ان میں ایک چیز عزت وآبرو بھی ہے، جان ومال سے اس کا درجہ کسی بھی طرح کم نہیں، عورت کی عزت وآبرو کے تحفظ کی راہ میں جو مسلمان مارا جائے اسے شہادت کی خوشخبری دی گئی ہے، کسی کی عزت وآبرو کو اگر کسی نے بیجا طور پر نشانہ بنایا اور بہتان باندھا تو اس کے لئے باقاعدہ کوڑوں کی سزا مقرر ہے، اس معاملہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ عزت وآبرو سے متعلق اکثر احکام ومسائل کو کتاب وسنت کی نصوص میں تفصیل کے ساتھ بیان کردیا گیا ہے۔

## ① پردہ کے احکام وآداب

عورتوں کے پردہ کا مسئلہ آج ہر حلقہ میں موضوعِ بحث بنا ہوا ہے، پردہ کے مخالف یہ چاہتے ہیں کہ عورتیں کھلے طور پر مردوں کی طرح باہر نکل کر ہر کام میں حصہ لیں ورنہ قومی ترقی کا سلسلہ رُک جائے گا، تعلیم، سیاست، تجارت، صنعت بلکہ فنون حرب وضرب کے پہلو بہ پہلو یہ لوگ عورتوں کو بزمِ عیش وطرب اور محفلِ رقص وسرود تک میں گھسیٹنا چاہتے ہیں، ان کے سامنے یورپ وامریکہ

AsliAhleSunnet.com

کی خواتین کی زندگی قابلِ تقلید نمونہ ہے۔

دوسری طرف پردہ کے حامی عورتوں کو گھر کی چہار دیواری کے اندر محصور رکھ کر ضروری تعلیم اور بہت سے دوسرے جائز حقوق سے محروم کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ عصرِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وصحابہؓ میں اگر عورتیں بیع وشراء، غزوات اور نماز وغیرہ کے لئے نکلتی تھیں تو اس کا سبب یہ تھا کہ اس دور میں فتنہ کے مواقع بہت کم تھے، لیکن جب اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع ہوا اور مختلف طرح کے لوگ اسلام میں داخل ہوگئے تو ماحول کی پاکیزگی ختم ہوگئی، اور رقص وسرود کی محفلوں کی وجہ سے فتنہ کا اندیشہ بڑھ گیا اس لئے اب عورتوں کو کسی بھی کام کے لئے باہر نکلنے کی اجازت دینا غلط ہے۔

اس احتیاط وپابندی کے ردِّ عمل کے طور پر، اور بعض دوسرے اسباب کے باعث بھی، کچھ لوگوں نے عورتوں کو مردوں کے بالکل مساوی درجہ دینے کا مطالبہ کیا، اور دونوں صنفوں میں کسی طرح کی تفریق کی شدت سے مخالفت کی۔

غور سے دیکھا جائے تو مذکورہ دونوں گروہ پردہ کی حمایت و مخالفت میں اعتدال سے دور ہوکر افراط وتفریط کا شکار ہوگئے۔ اسلامی تعلیمات کے اندر نہ تو عورتوں کو بالکل آزاد چھوڑا گیا ہے، اور نہ ہی ان کو گھر کے اندر محصور کیا گیا ہے، بلکہ حالات کے مطابق گھر کے باہر کی ذمہ داریوں کو بھی انجام دینے کی اجازت دی گئی ہے، بشرطیکہ شریعت کے بتائے ہوئے اخلاق و آداب کی رعایت کی جائے۔

شریعت نے مختلف حالات میں عورتوں کے لئے ستر پوشی اور پردہ کے درج ذیل احکام دیئے ہیں:

نماز کی حالت میں چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے علاوہ پورا جسم مکمل طور پر چھپا رہنا چاہیئے۔ عورت جس کپڑے میں نماز پڑھے وہ اتنا لمبا ہو کہ رکوع

AsliAhleSunnet.com

اور سجدہ کی حالت میں پیروں کا بالائی حصّہ چھپا رہے، اوڑھنی سے سر کے بال، کندھا، گردن اور سینہ چھپانا چاہیئے نماز کے لئے عورت اگر کوئی کپڑا مخصوص کرلے تو بہتر ہے۔

نماز کے علاوہ دوسری حالتوں میں عورت کو اپنے بدن کا ہر حصّہ چھپائے رکھنا ضروری ہے، اگر کام کاج یا کسی معاملہ میں گواہی کے وقت چہرہ یا ہتھیلی کے کھولنے کی ضرورت ہو تو شریعت میں اس کی اجازت ہے۔ بیماری کی حالت میں اگر معالج جسم کا متأثرہ حصّہ دیکھنا چاہے تو گھر کے کسی فرد کی موجودگی میں دیکھ سکتا ہے، کیونکہ مجبوری کی حالت میں شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔

جب عورت اپنے شوہر یا محرم لوگوں کے پاس یا مسلم عورتوں کے درمیان ہو تو ایسی صورت میں لباس یا آرائش کی دوسری چیزوں کا اظہار کرنے کی اجازت ہے۔ جنسی معاملات سے ناواقف بچوں یا از کار رفتہ مردوں سے پردہ نہیں، لیکن مزدوروں اور خادموں سے پردہ ضروری ہے۔ اسی طرح غیر مسلم عورتوں کے سامنے بھی تمام جسم کا پردہ ضروری ہے، البتہ ضرورت پر چہرہ اور ہتھیلی کے اظہار کی اجازت ہے۔

## پردہ یا لباس کیسا ہو؟

مشہور محدّث علامہ محمد ناصر الدین البانی نے اپنی کتاب حجاب المرأۃ المسلمۃ میں پردہ و لباس کی شرطوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے، ذیل میں اس کا خلاصہ درج کیا جا رہا ہے۔ ان شرائط میں سے ابتدائی پانچ شرطوں کا تعلق اس حالت سے ہے جب عورت گھر سے باہر نکلے، لیکن بعد کی تین شرطیں گھر اور باہر دونوں جگہ کے لباس اور پردہ سے متعلق ہیں:

۱۔ پہلی شرط یہ ہے کہ لباس یا پردہ بدن کو ممکن حد تک پورے طور پر

AsliAhleSunnet.com

چھپا لے۔ چہرہ اور ہتھیلیوں کے چھپانے اور کھولنے کے سلسلہ میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ان اعضاء کا چھپانا ہی بہتر ہے۔

اس شرط کی ایک دلیل سورۂ نور کی آیت نمبر ۳۱ ہے، اس آیت میں مسلمان عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ نگاہ نیچی رکھیں، کسی اجنبی مرد کو نہ دیکھیں، پاکدامنی اختیار کریں، کپڑے سے بدن چھپائے رکھیں، اپنی زینت وخوبصورتی کی نمائش شوہر اور قریبی رشتہ داروں کے علاوہ کسی غیر محرم کے سامنے نہ کریں، پیر پٹک کر پوشیدہ زینتوں کا اظہار نہ کریں۔

اس آیت کی روشنی میں یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ عورتوں کو باہر نکلتے ہوئے غازہ وغیرہ استعمال نہیں کرنا چاہیئے، نہ کوئی ایسا لباس زیب تن کرنا چاہیئے جو جنسی کشش کا باعث ہو۔

اسی طرح مسلمان عورتوں کو آرائشی لباس اور زیورات سے مزین ہو کر سیر وتفریح کے لئے جانا نہیں چاہیئے۔ خلاصہ یہ کہ ہر وہ لباس اور کام عورتوں کے لئے ممنوع ہے جس میں مردوں کے لئے کشش ہو اور وہ نظریں اٹھائیں۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ لباس یا پردہ بذاتِ خود زینت نہ ہو، سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۳ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ زینت کا ایسے طور پر اظہار نہ کیا جائے جس سے شہوانی جذبہ میں تحریک ہو، ایسا فعل باعثِ لعنت ہے، جہنم میں عورتوں کی تعداد کی کثرت کا جو ذکر حدیث میں ہے اس کا سبب عام طور پر زینت کے اظہار کا جذبہ ہی ہے۔

مسند احمد کی ایک روایت میں ذکر ہے کہ امیمہ بنتِ رُقَیقہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیعت کے لئے آئیں تو آپ نے ان سے درج ذیل اُمور پر بیعت لی: شرک نہ کریں، چوری اور زنا نہ کریں، اولاد کو قتل نہ کریں، بہتان تراشی نہ کریں، نوحہ وبین نہ کریں اور دورِ جاہلیت کی طرح زینت کا اظہار نہ کریں۔

AsliAhleSunnet.com

۳ ۔ تیسری شرط یہ ہے کہ کپڑا دبیز ہو تاکہ جسم نظر نہ آئے کیونکہ لباس یا پردہ کا مقصد یہی ہے کہ جسم کو چھپایا جائے، اگر کپڑا شفاف ہو تو اس سے فتنہ میں اضافہ ہوتا ہے، اسی لئے ایسی عورتوں پر حدیث میں لعنت بھیجی گئی ہے جو اس قدر باریک کپڑا زیب تن کریں جس سے جسم نظر آئے۔

طبقات ابن سعد (۸/ ۴۶) میں مذکور ہے کہ حفصہ بنت عبدالرحمٰنؓ حضرت عائشہ رضؓ کے پاس ایک باریک اوڑھنی اوڑھکر آئیں، حضرت عائشہؓ نے دیکھتے ہی اُسے پھاڑ دیا اور کہا کہ تمہیں سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا حکم معلوم نہیں ؟ پھر دوسری اوڑھنی منگا کر انھیں دیا۔

ابن حجر ہیتمیؒ نے اپنی کتاب الزواجر میں عورتوں کے باریک وشفاف لباس سے متعلق مستقل باب باندھا ہے، اور دلیل دی ہے کہ اس طرح کا لباس استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

۴ ۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ لباس اتنا تنگ نہ ہو کہ جسم کی ساخت نمایاں ہو، بلکہ کشادہ اور ڈھیلا ڈھالا ہو، کیونکہ لباس یا کپڑے کا مقصد فتنہ کا سدباب ہے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب عورتیں کشادہ کپڑا استعمال کریں، تنگ کپڑوں سے جسم کا رنگ تو چھپ جاتا ہے لیکن پردہ کا مقصود حاصل نہیں ہوتا۔

اسامہ بن زید رضؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دحیہ کلبیؓ کا ہدیہ کیا ہوا کتان کا سفید شفاف و باریک کپڑا مجھے دیا، میں نے اُسے اپنی بیوی کو دیدیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ وہ کپڑا کیوں استعمال نہ کیا ؟ میں نے جواب دیا کہ بیوی کو دیدیا، آپؐ نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ نیچے کوئی کپڑا پہن کر اسے پہنا کرے۔

یہ حکم آپؐ نے اس لئے فرمایا کہ بہت سے موٹے کپڑے بھی نرمی کی وجہ سے جسم کی ساخت کو ظاہر کرتے ہیں، لیکن جب ان کے نیچے کوئی دوسرا کپڑا

AsliAhleSunnet.com

پہن لیا جائے تو جسم کے اعضاء کی نمائش کا اندیشہ کم ہو جاتا ہے۔

۵۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ کپڑے میں خوشبو نہ لگی ہو۔ متعدد احادیث میں یہ حکم مذکور ہے کہ عورت اگر مسجد جانے کے لئے نکلے تو خوشبو استعمال نہ کرے۔ اس ممانعت کا سبب یہ ہے کہ اس سے شہوت میں تحریک پیدا ہوتی ہے، اور جب مسجد جاتے ہوئے خوشبو کی اجازت نہیں تو پھر بازار وغیرہ کے لئے اس کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے؟

۶۔ چھٹی شرط یہ ہے کہ لباس یا پردہ مرد کے لباس سے ملتا جلتا نہ ہو۔ ابو ہریرہ رضؓ کی ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو لباس وغیرہ میں مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ ابنِ عباس رضؓ کی ایک روایت میں ان کے گھروں سے نکال دینے کا حکم ہے۔

اس دور میں مغربی تہذیب کے دلدادہ مرد اور عورت لباس وغیرہ میں ایک دوسرے کی مشابہت سے بچتے نہیں، بلکہ اکثر حالات میں فیشن کے خیال سے مشابہت کو اختیار کرتے ہیں۔ احادیثِ نبویہ میں اس پر سخت وعید ہے، تمام مسلمانوں کو اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

۷۔ ساتویں شرط یہ ہے کہ کپڑا کافر عورتوں کے لباس سے مشابہ نہ ہو، کیونکہ اسلامی شریعت کا یہ فیصلہ ہے کہ مسلمان مرد و عورت اپنی عبادت، تہوار اور لباس و ہیئت میں کافروں کی مشابہت اختیار نہ کریں۔ شریعت کا یہ ایک اہم قاعدہ ہے، اور اس کی پابندی یا مخالفت کے اثرات بڑے ہی دور رس ہیں، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت اس قاعدہ سے غافل ہے، اور کھلے طور پر غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کر رہی ہے۔

۸۔ آٹھویں شرط یہ ہے کہ لباس یا پردہ شہرت کا باعث نہ ہو، یعنی اس کے استعمال سے لوگوں کے مابین ممتاز یا نمایاں ہونا مقصود نہ ہو۔

AsliAhleSunnet.com

حدیث میں ایسے شخص کے لئے سخت وعید آئی ہے جو لباس کے ذریعہ شہرت کا طالب ہو۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے آدمی کو قیامت کے دن رسوائی اور جہنم کی آگ کا مستحق قرار دیا ہے۔

عورتوں کے لباس کے سلسلہ میں مختصر طور پر جو تفصیل بتائی گئی ہے اس کی پابندی ہر مسلمان کا فرض ہے، خاندان کے ذمہ دار افراد مثلاً باپ یا شوہر وغیرہ کو چاہیئے کہ اپنے ماتحت تمام افراد کو لباس و پردہ کے مذکورہ اسلامی آداب و احکام سے آگاہ کریں، اور اس کی پابندی پر زور دیں۔ قرآن کریم میں اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچانے اور حدیثِ نبوی میں ذمہ داریوں کی بابت پوچھے جانے کا جو ذکر ہے اس کی پابندی اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔[1]

## ② گھروں میں داخلہ سے متعلق آداب

متمدن زندگی کا تقاضہ ہے کہ ایک جگہ رہنے والے لوگ آپس میں ایک دوسرے سے ملیں، باہم خبر گیری کریں، ضرورت کی چیزوں میں تعاون کریں اور باہم آمد و رفت کے ذریعہ مودت و اخوت کے جذبہ کو فروغ دیں، لیکن اس میل جول کا سلسلہ کوئی ایسی صورت نہ اختیار کرے جس سے اسلام کا نظامِ عفت و عصمت متأثر ہو، اسی لئے اسلام نے کچھ بنیادی احکام و آداب ایسے بتائے ہیں جن کی رعایت سے طہارت و پاکیزگی کا ماحول قائم ہوگا، اور مسلمانوں کے گھروں کا احترام و وقار برقرار رہے گا۔

○ گھروں میں داخلہ سے متعلق اسلامی شریعت نے یہ رہنمائی کی ہے کہ جب مسلمان مردوں یا عورتوں میں سے کوئی دوسرے کے گھر جائے تو اطلاع کے بغیر داخل نہ ہو، بلکہ دروازہ پر پہنچکر سلام کرے، اور اجازت طلب کرے،

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: حجاب المرأۃ المسلمۃ

AsliAhleSunnet.com

جب اجازت مل جائے تو اندر داخل ہو۔ یہ حکم ہر داخل ہونے والے کے لئے ہے، خواہ گھر والوں سے اس کی باہمی قرابت کسی بھی طرح کی ہو۔ اس حکم کی بُنیاد سورۂ نور کی آیت (۲۷) ہے۔ امام قرطبی نے اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے کہ: کسی دوسرے گھر میں داخل ہونے والے ہر شخص کے لئے اجازت طلب کرنا ضروری ہے خواہ دروازہ کھُلا ہو یا بند۔ شریعت نے جب اجنبی گھروں میں داخلہ سے منع کر دیا تو اب صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر ان میں داخلہ صحیح نہیں [1]

اجازت طلبی کا مذکورہ حکم تمام بالغوں کے لئے ہے، سورۂ نور کی آیت نمبر ۵۹ میں اس کا ذکر ہے، علماء نے لکھا ہے کہ گھر کے اندر ماں، بہن یا بیٹی رہتی ہو تو اس صورت میں بھی اجازت ضروری ہے۔ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ ماں سے بھی اجازت لوں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں، اس نے کہا کہ میں اسی کے ساتھ رہتا ہوں، آپؐ نے فرمایا پھر بھی اجازت لو، اس شخص نے پھر کہا کہ میں اس کی خدمت کرتا ہوں، آپؐ نے فرمایا کیا تم اسے ننگی دیکھنا پسند کرو گے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں، آپؐ نے فرمایا کہ پھر اجازت طلب کیا کرو [2]

○ شریعت نے غلاموں اور نابالغ بچوں کے بارے میں یہ حکم دیا ہے کہ وہ جب فجر سے پہلے، دوپہر میں اور عشاء کے بعد گھر میں یا کمرہ میں داخل ہونا چاہیں تو بغیر اجازت داخل نہ ہوں، کیونکہ ان اوقات میں عام طور پر انسان اپنے کچھ کپڑے اتار دیتا ہے، یا کسی ایسی حالت میں ہوتا ہے جس میں دوسروں سے خود کو چھپانا چاہتا ہے [3]

---

[1] تفسیر القرطبی ۱۲/۲۲۰ [2] مؤطا امام مالک ۲/۹۶۳

[3] سورۂ نور ۵۸

AsliAhleSunnet.com

◯ قرآن کریم کی یہ تعلیم بھی ہے کہ اگر گھر میں داخلہ کی اجازت نہ ملے تو آدمی کو واپس ہو جانا چاہیئے، یہی ستھری شکل ہے۔[1]

یعنی تین بار اجازت طلب کی جائے، اگر کوئی جواب نہ ملے یا واپسی کا جواب ملے تو مزید اصرار غلط ہے، صاحبِ خانہ اپنے حالات اور ملاقات کی اہمیت کو زیادہ جانتا ہے۔ اسی مضمون کو بعض صحیح احادیث میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

◯ اجازت طلبی کے آداب میں داخل ہے کہ ملاقاتی اجازت طلب کرتے ہوئے دروازہ کے سامنے اس طرح نہ کھڑا ہو کہ اندر کے لوگوں کی بے پردگی ہو، بلکہ دروازہ کے دائیں یا بائیں کھڑا ہو، یہی سُنّتِ نبوی ہے۔[2]

اسلام نے پردہ داری کی اہمیت کے پیشِ نظر گھروں میں جھانکنے سے سختی سے منع کیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں واضح فرمایا ہے کہ نظر پڑنے سے بچانے ہی کے لئے اجازت طلبی کا حکم دیا گیا ہے، اگر اجازت ملنے سے قبل ہی آدمی جھانک کر گھر کا اندرونی ماحول دیکھ لے تو پھر اجازت طلبی کا کیا فائدہ ہوگا؟ اس سلسلہ میں یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ گھروں میں بغیر اجازت جھانکنے والے کی آنکھ اگر کوئی پھوڑ دے تو اس پر قصاص نہیں۔[3]

◯ گھروں میں داخلہ سے متعلق آداب و قیود کا مقصد چونکہ بے حیائی کا سدِ باب ہے، اس لئے اسلام نے ان آداب کو بہت سخت بنایا ہے، چنانچہ احادیث میں یہ تعلیم موجود ہے کہ اگر کسی شخص کو گھر میں داخلہ کی اجازت مل بھی جائے لیکن اسے معلوم ہو کہ اندر کوئی مرد نہیں صرف عورتیں ہیں تو اُسے واپس ہو جانا چاہیئے، عورت اگر غیر محرم ہے تو اس کے ساتھ اس طرح کی تنہائی جائز نہیں۔[4]

---

[1] سورۂ نور ۲۷
[2] عون المعبود ۴/۵۰۹
[3] صحیح مسلم ۳/۱۶۹۸
[4] فتح الباری ۹/۳۳۱

AsliAhleSunnet.com

○ بخاری شریف کی ایک حدیث میں ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مخنث (ہیجڑہ) کو طائف کی عورتوں کا شہوت انگیز تذکرہ کرتے ہوئے سنا تو اسے گھر کے اندر آنے سے منع فرمادیا۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ ہیجڑوں کو گھر میں داخلہ کی اجازت نہیں، کیونکہ وہ دوسروں سے گھر کی عورتوں کے احوال ذکر کریں گے تو پھر پردہ کا مقصود فوت ہوجائیگا۔

## ③ عورتوں کیلئے کچھ ضروری آداب

گھریلو ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کیلئے اسلام نے عورتوں کی رہنمائی درج ذیل آداب کی طرف کی ہے:

○ گھر سے باہر دروازہ پر کھڑے شخص سے اگر عورت کو پردہ کی اوٹ سے کچھ پوچھنا یا اس کی کسی بات کا جواب دینا ہو تو بولنے کا انداز سنجیدہ و باوقار ہونا چاہیئے، بات میں کسی طرح کی لچک یا لگاؤ نہ ہو کہ بدکردار و بدباطن آدمی کی نیت بگڑے، اسی طرح بات ضرورت سے زیادہ طویل بھی نہ ہو۔ سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۲ میں مذکور اس حکم کا مخاطب اُمہات المؤمنین کو بنایا گیا ہے، لیکن مفسرین نے وضاحت کی ہے کہ بدکرداری کے انسداد کے لئے اس کی پابندی تمام مسلمان عورتوں پر ضروری ہے۔[2]

اس موقع پر یہ وضاحت مناسب ہے کہ عورتوں کی آواز کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض لوگوں کا قول ہے کہ عورت کی آواز کا سننا غیر محرموں کیلئے جائز نہیں۔ لیکن صحیح مذہب یہ ہے کہ عورت کی آواز غیر محرم بھی سن سکتے ہیں، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ یہ آواز باعثِ فتنہ اور برائے تفریح نہ ہو، بلکہ ضرورت کے دائرہ میں داخل ہو، اُمہات المؤمنین اور صحابہ کرامؓ کی عورتوں کے بارے میں مذکور ہے کہ وہ ضرورت پر مردوں سے بات کرتی تھیں۔

---

[1] فتح الباری ۹/۳۳۳ [2] احکام القرآن از جصاص ۳/۳۵۹

AsliAhleSunnet.com

○ سورۂ نور کی آیت نمبر ۳۱ میں یہ حکم موجود ہے کہ غیر محرم مرد کے سامنے عورت کو اپنے زیب و زینت کا اظہار نہ کرنا چاہیئے، بعض عورتیں گھروں میں آنے والے غیر محرم مردوں کے سامنے آجاتی ہیں، اسی طرح گھر میں کام کاج کرنیوالے خدّام و ملازمین سے کچھ عورتیں پردہ نہیں کرتیں، اسلامی تعلیمات کے مطابق یہ چیز غلط ہے، اس بے احتیاطی کے نتائج بُرے ہوتے ہیں۔

○ جس طرح کسی اجنبی عورت کو دیکھنے سے شہوانی جذبات بھڑکتے ہیں، اسی طرح کسی عورت کی جسمانی ساخت یا اس کا سراپا بیان کرنے اور اس کے حُسن و جمال کا تذکرہ کرنے سے بھی نفس میں تحریک پیدا ہوتی ہے، اسی لئے شریعت نے اس سے منع کیا ہے، بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ رہنے کے بعد اپنے شوہر کے سامنے اس کے حُسن و جمال کا ایسا نقشہ نہ کھینچے کہ گویا شوہر اُسے دیکھ رہا ہے۔[1]

## ④ عورتوں کیلئے گھر کی پابندی

اسلام نے بیحیائی و بداخلاقی کے انسداد کے لئے بہت سے وسائل اختیار کئے ہیں، ان میں سے ایک وسیلہ عورتوں کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ ضرورت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلیں، سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۳ میں ازواجِ مطہراتؓ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنے گھروں میں جمی رہو اور اگلی جاہلیت کے زمانہ کی طرح بناؤ سنگار دکھاتی نہ پھرو۔

ایک حدیث میں اس حکم کی حکمت کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ جب عورت باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے تاک لیتا ہے، اور اس کے ذریعہ فتنہ پیدا کرنے کی کوشش شروع کر دیتا ہے۔[2]

---

[1] فتح الباری ۹/ ۳۳۸ [2] تحفۃ الاحوذی ۲/ ۲۰۸

AsliAhleSunnet.com

قرآن کریم کی مذکورہ آیت میں چونکہ اُمہات المومنین کو خطاب کرکے گھروں میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے، اس لئے مغرب کی مادّی تہذیب وفیشن کے دلدادہ حضرات یہ کوشش کرتے ہیں کہ عام مسلمان عورتوں کو اس پابندی سے مستثنیٰ قرار دیں، اسلامی شریعت کی روح اور قرآنی اسلوب بیان سے بے خبر بعض اہلِ قلم ایسے لوگوں کی تائید بھی کر دیتے ہیں جس سے تحریف وتاویل کا دروازہ کھل جاتا ہے، اور ہوا پرستوں کو اپنی غلط روش کے لئے سہارا تلاش کرنے کی جرأت ہوجاتی ہے۔ لیکن علمار اسلام اور ماہر مفسرین کے اقوال پہ نظر رکھی جائے تو اس طرح کے انحراف اور کج بحثی کا سدِّباب ہوجائے گا۔ امام قرطبی اور امام ابو بکر جصاص نے سورۂ احزاب کی مذکورہ آیت کے ضمن میں وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ اس حکم کے اندر تمام مسلمان عورتیں داخل ہیں، اور ان سب کو گھر میں رہنے کا پابند بنایا گیا ہے، کیونکہ تقویٰ و طہارت میں ان کا مقام بلاشبہ اُمہات المؤمنین سے کمتر ہے، لہٰذا انھیں اس طرح کے احکام کی زیادہ ضرورت ہے۔[1]

جملہ مسلمان عورتوں کو بغیر ضرورت گھروں سے نکلنے سے متعدد احادیثِ نبویہ میں روکا گیا ہے، اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ مذکورہ آیت کا حکم اُمہات المؤمنین کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

**ایک شبہ کا ازالہ** مغربی تہذیب سے متأثر ہونے کے نتیجہ میں بہت سے لوگ اسلام کے مذکورہ حکم کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ان کے نزدیک اسلام نے عورتوں کو گھر میں ٹھہرے رہنے کا حکم دے کر ان کے ساتھ ناانصافی کی ہے، اور معاشرہ کے نصف حصّہ کو تعمیر وترقی کی تگ و دو سے محروم کر دیا ہے، جس سے ایک طرف عورتوں کو اپنی بیکاری کا احساس

---

[1] تفسیر قرطبی ۱۴/۱۷۹، احکام القرآن ۳/۳۶۰

AsliAhleSunnet.com

ہوتا ہے، اور دوسری طرف معاشرہ عورتوں کی عملی صلاحیتوں کے ثمرات سے محروم رہتا ہے۔

مذکورہ شبہ کو اگر نیک نیتی پر محمول کیا جائے تو بھی یہ ماننا پڑے گا کہ اسے پیش کرنے والے کوتاہ نظری کا شکار ہیں، کیونکہ اسلام نے عورتوں کو گھروں کے اندر رہنے کا حکم بیکار پڑے رہنے کے لئے نہیں دیا ہے، بلکہ اس کے سامنے دو عظیم مقصد ہیں، اوّل یہ کہ معاشرہ میں بُرائی کے امکانات و مواقع کم سے کم رہیں، دوم یہ کہ عورتوں پر اولاد کی تربیت کی جو ذمہ داری عائد کی گئی ہے اسے وہ حسن و خوبی سے انجام دے سکیں، اسلام کی نظر میں اولاد کی تربیت کا مسئلہ ان ثمرات سے بدرجہا اہم اور ضروری ہے جو عورتوں کے باہر نکل کر ترقی کے کاموں میں حصہ لینے سے برآمد ہو سکتے ہیں، کیونکہ اولاد کی صحیح تربیت ہی پر قوم کی ترقی موقوف ہے، اگر اولاد کی صحیح تربیت نہ ہو سکے تو تعمیر و ترقی کے تمام منصوبے بیکار ہو جائیں گے۔ اہلِ مغرب نے اولاد کی تربیت کے مسئلہ کو کرایہ کی پرورش گاہوں سے حل کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن یہ تجربہ پورے طور پر ناکام ثابت ہو چکا ہے، چنانچہ مغربی علماء و ماہرین ہی کا اعتراف ہے کہ اولاد کی صحیح تربیت ماں کے علاوہ کسی اور سے نہیں ہو سکتی، بچہ کو نشو و نما کے اس مرحلہ میں جس محبت و شفقت کی ضرورت ہوتی ہے اُسے کوئی اور نہیں دے سکتا، اگر بچہ کو اس مرحلہ میں اس کی ماں سے علیٰحدہ کر دیا جائے تو اس کی فکری و نفسیاتی حالت پر اس کا بیحد بُرا اثر پڑتا ہے، ایک ماہرِ انسانیات نے لکھا ہے کہ پُرانے یا نئے مجرمین، نفسیاتی لحاظ سے بیمار اور لاپرواہ لوگوں کے ابتدائی حالات کا جائزہ لیا جائے تو لازمی طور پر معلوم ہوگا کہ بچپن میں ماں کی محبت و شفقت سے محرومی کے باعث اُن کے اندر اس طرح کے مجرمانہ رجحانات یا نفسیاتی الجھنیں پیدا ہوئی ہیں [1]

---

[1] ماذا عن المرأة ص ۱۲۸

AsliAhleSunnet.com

**تاریخ سے سبق** مؤرخین نے یونانی تہذیب و تمدن کے زوال کا بنیادی سبب یہ بتایا ہے کہ عورتیں بے پردہ ہو گئی تھیں، مردوں کے ساتھ ان کا علانیہ اختلاط تھا، اور زینت و آرائش میں مبالغہ کا مرض ان میں پیدا ہو گیا تھا۔

یہی حال رومیوں کا بھی ہوا، شروع میں ان کی عورتیں خانگی ذمہ داریوں کو سنبھالتی تھیں، اور گھر کے اندر مسائل کو حل کرنے کے لئے محنت و توجہ سے کام لیتی تھیں۔

پھر جب فارغ البالی اور عیش و عشرت کا دور شروع ہوا تو عورتیں خانگی ذمہ داریوں کو چھوڑ کر گھروں سے باہر لہو و لعب کی محفلوں میں شریک ہونے لگیں، لذت پرستوں نے ان کی بے پردگی و عریانی سے لطف اندوز ہونے کے لئے اُن کی حوصلہ افزائی کی، مردوں پر عورتوں کا تسلّط قائم ہوا، اور سیاسی معاملات میں بھی ان کی آواز مؤثر ہونے لگی، اور اس صورتِ حال کا نتیجہ رومی حکومت کے زوال کی صورت میں سامنے آیا۔

ایک یورپین مفکر (لویس بروں) نے لکھا ہے کہ: سیاسی بنیادوں کا بگاڑ ہر دَور میں موجود رہا ہے، اور حیرت انگیز امر یہ ہے کہ گذشتہ دور میں اس بگاڑ کے جو اسباب و محرکات تھے وہی موجودہ دور میں بھی ہیں، یعنی محاسنِ اخلاق کو تباہ کرنے میں عورت سب سے مضبوط محرک رہی ہے۔[1]

**⑤ گھر سے باہر نکلنے کے آداب و شرائط** اسلام نے عورت کے بلا ضرورت گھر سے باہر نکلنے پر پابندی عائد کی ہے، اسی طرح گھر کے اندر اس کی طرزِ رہائش، لباس، بات چیت اور نقل و حرکت کی ضابطہ بندی کی ہے، نیز مردوں سے متعلق اُمور میں ان کی علیٰحدہ رہنمائی

---

[1] المرأة بين الفقه والقانون ص ۱۸۷

AsliAhleSunnet.com

کی ہے۔ ان احکام و آداب سے دینِ فطرت کا مقصد صرف یہ ہے کہ معاشرہ میں اخلاقی بلندی اور عفّت و پاکیزگی کا دور دورہ ہو، اور اس کے افراد بدکاری و بیحیائی سے محفوظ رہیں۔

لیکن ہر دور میں انسانوں کا ایک ایسا طبقہ نظر آتا ہے جو اسلام کے اخلاقی اصول و ضوابط اور عورتوں سے متعلق آداب و احکام پر معترض رہتا ہے اور انھیں انسان کی شخصی آزادی نیز ملکی و قومی ترقی کی راہ میں رکاوٹ تصوّر کرتا ہے۔ مذکورہ طبقہ کے بعض افراد کا جذبہ و جوش اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ وہ اسلام کے اخلاقی ضوابط و تعلیمات کے خلاف باقاعدہ مہم کا آغاز کر دیتے ہیں، اور یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اخلاقی و سماجی مسائل کے سب سے بڑے رمز شناس وہی ہیں۔

اسلام کی اخلاقی تعلیمات کی توضیح اور مذکورہ نوعیت کے معترضین کی تردید کے موضوع پر علماء و محققینِ اسلام نے بہت زیادہ لکھا ہے، اور ہر پہلو کی کماحقہٗ تنقیح کی ہے، اُردو زبان میں بھی، جس کا علاقہ ایک عرصہ تک مغرب کی بے لگام مادّی تہذیب کی آماجگاہ رہ چکا ہے، مذکورہ موضوع پر تسلّی بخش لٹریچر موجود ہے۔ اس کے علاوہ اس وقت مغرب و مشرق دونوں حصّوں کے معاشرہ میں ایسے واقعات و حقائق کی فراوانی ہے جن سے اسلام کے اخلاقی احکام و ضوابط کی پوری تائید ہوتی ہے، اور صالح انسانی معاشرہ کی تعمیر میں ان کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، اس لئے ہم اس موقع پر اُس بحث کو نظر انداز کرتے ہوئے اُن آداب و شرائط کا تذکرہ کرتے ہیں جنہیں اسلام نے عورتوں کے لئے گھر سے باہر نکلتے ہوئے ضروری قرار دیا ہے۔

۱۔ بغیر ضرورت نکلنا منع ہے: بہت سی عورتیں گھروں سے کسی ضرورت کے بغیر محض اپنے حسن و جمال یا نو بہ نو لباس کی نمائش کے لئے نکلتی ہیں، اسلام

AsliAhleSunnet.com

اس طرح باہر نکلنے کا مخالف ہے، اس کی تعلیم ہے کہ جب عورت کو کوئی ضرورت درپیش ہو تو وہ باہر نکلے، اور اس کی تکمیل کے بعد واپس آجائے، امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں اس عنوان کا مستقل باب قائم کیا ہے جس کے ضمن میں حضرت عائشہؓ کی روایت ذکر کی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت سودہؓ رات کے وقت باہر نکلیں، حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھ کر کہا کہ: سودہ! آپ ہم سے مخفی نہیں، حضرت سودہؓ نے واپس جاکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمرؓ کی بات کا تذکرہ کیا، آپؐ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے لئے تم لوگوں کو نکلنے کی اجازت دی ہے [1]

اس حدیث کی شرح میں علماء نے وضاحت کی ہے کہ میکے میں ماں، باپ اور دیگر رشتہ داروں سے ملنے اور اسی طرح دوسری ضرورتوں کے لئے عورت باہر نکل سکتی ہے۔

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ عہدِ نبوی میں عورتیں اسلامی آداب کی پابندی کے ساتھ مسجد میں نماز کے لئے جاتی تھیں، شادی کی تقریب اور عیدگاہ میں ان کی حاضری کا بھی ذکر موجود ہے [2]۔ بعض احادیث میں غزوات میں ان کی شرکت، زخمیوں کو پانی پلانے اور مرہم پٹی کرنے کا بھی ذکر ہے [3]۔ لیکن ان تمام صورتوں میں شرط یہی ہے کہ وہ اسلامی آداب کی پابندی کے ساتھ باہر نکلیں۔ شاہ ولی اللہؒ نے اسی لئے وضاحت کی ہے کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ عورت سخت ضرورت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے [4]

۲۔ شوہر کی اجازت ضروری ہے: عورت کے باہر نکلنے کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ اس کا شوہر اس کی اجازت دیدے، اگر اس کی اجازت نہ ہو تو پھر عورت کا گھر سے نکلنا جائز نہیں۔ امام بیہقی کی ایک روایت میں صراحت کے ساتھ

---

[1] فتح الباری ۹/ ۳۳۷
[2] ایضاً ۲/ ۳۴۹، ۴۶۳
[3] مسلم ۳/ ۱۴۴۳
[4] حجۃ اللہ البالغۃ ۲/ ۶۸۶

AsliAhleSunnet.com

ذکر ہے کہ اگر عورت شوہر کی اجازت کے بغیر باہر نکلتی ہے تو فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں [۱]

بخاری شریف کی ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت تم سے مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اسے نہ روکو [۲] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے لئے نکلنے میں بھی عورت کو شوہر سے پوچھنا چاہیئے، لہٰذا دوسرے کاموں کے لئے پوچھنا اور زیادہ ضروری ہوا۔

امام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ عورت بغیر اجازت شوہر کے گھر سے باہر نکلے گی تو اللہ اور رسول کی نافرمان تصور کی جائے گی اور سزا کی مستحق ہوگی [۳]

۳۔ پردہ ضروری ہے: سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۳ میں اُمہات المؤمنین کو اور آیت نمبر ۵۹ میں اُمہات المومنین کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکیوں اور تمام مسلمان عورتوں کو اس طرح پردہ کے ساتھ باہر نکلنے کا حکم ہے کہ وہ پہچانی نہ جاسکیں۔ امام طبریؒ نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ چہرہ اور سر وغیرہ کو چھپا کر نکلیں، اور پیر کو زمین پر اس طرح نہ پٹکیں کہ زیور کی آواز سے مرد متوجہ ہوں۔

عورت کے باہر نکلنے کی صورت میں چہرہ چھپانے یا کھولنے کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے، کچھ لوگ عورت کو چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت دیتے ہیں، لیکن سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۹ میں عورتوں کو چادر ڈالنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ کا پردہ بھی ضروری ہے، اسی طرح متعدد احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی میں عورتیں چہرہ کا پردہ بھی کرتی تھیں،

---

[۱] البیہقی ۷/۲۹۲ [۲] فتح الباری ۹/۳۳۷

[۳] فتاویٰ ابن تیمیہ ۳۲/۲۸۱

AsliAhleSunnet.com

پھر جو لوگ چہرہ اور ہتھیلی کے پردہ کے قائل نہیں ہیں وہ بھی فتنہ سے بچنے کیلئے یہ کہتے ہیں کہ عورتیں چہرہ کا بھی پردہ کریں گی خصوصًا جبکہ چہرہ یا ہتھیلی پر کسی طرح کی زینت موجود ہو۔ امام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ عورت کو احرام کی حالت میں نقاب اور دستانہ پہننے سے منع کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں چہرہ اور ہاتھ کے پردہ کے لئے مذکورہ دونوں چیزیں استعمال کرتی تھیں۔[1]

امام ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ فقہاء نے آزاد عورت کے پردہ سے چہرہ اور ہتھیلی کا جو استثناء کیا ہے اس کا تعلق نماز سے ہے، یعنی نماز کی حالت میں اس کا چہرہ اور ہتھیلی کھلی رہے تو کوئی حرج نہیں، لیکن اسے اس بات کی اجازت نہیں کہ چہرہ اور ہتھیلی کھول کر باہر غیر محرموں کے سامنے جائے۔[2]

موصوف نے پردہ کی پابندی کرانے کے سلسلہ میں ایک مقام پر یہ وضاحت کی ہے کہ گھر کے ذمہ دار شخص یعنی باپ، شوہر اور بھائی وغیرہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی ماتحت عورتوں کو بن سنور کر باہر نکلنے، باریک و شفاف لباس پہننے اور راستہ میں مردوں سے بات کرنے سے روکے، اگر کوئی عورت بن سنور کر اکثر باہر جاتی ہو تو اسے زبردستی منع کرے، نہ مانے تو گھر کے اندر محبوس کر دے۔[3]

۴۔ خوشبو سے پرہیز: عورت کو باہر نکلنا ہو تو ہرگز خوشبو نہ استعمال کرے، اس سے مردوں کے جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں، اسی لئے متعدد حدیثوں میں اس سے سختی سے روکا گیا ہے، ایک حدیث میں ایسا کرنے والی عورت کو زناکار کہا گیا ہے، صحیح مسلم کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ جو عورت خوشبو استعمال کرے اسے مسجد میں عشاء کی نماز میں نہ آنا چاہیئے۔[4]

---

[1] تفسیر سورۂ نور ص ۹۷ [2] اعلام الموقعین ۲/ ۶۱
[3] الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ ص ۲۸۰۔ [4] صحیح مسلم ۱/ ۳۲۸

AsliAhleSunnet.com

۵۔ زینت کا اظہار نہ ہو: اسلام نے عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب باہر نکلیں تو آواز کے ذریعہ زینت و آراستگی کا اظہار نہ کریں، یعنی پیر اس طرح پٹکتے ہوئے نہ چلیں کہ زیور کی آواز سے لوگ فتنہ میں پڑیں، سید قطبؒ نے سورۂ نور کی آیت نمبر ۳۱ کے ضمن میں لکھا ہے کہ اس حکم کی اہمیت و افادیت سمجھنے کے لئے نفسِ انسانی کی گہری معرفت کی ضرورت ہے، شہوت انگیزی میں آواز اور خوشبو کا بڑا دخل ہے، بہت سے لوگ عورت کے جسم کو دیکھ کر اتنا متأثر نہیں ہوتے جس قدر اثر ان پر اس کا لباس، آرائش اور زیور کو دیکھ کر، اس کی خوشبو سونگھ کر اور زیور کی آواز سن کر ہوتا ہے، اسی لئے قرآن نے عورتوں کو خوشبو اور آرائش کے سلسلہ میں مذکورہ احتیاط کا پابند کیا ہے۔[1]

۶۔ مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو: عفت و عصمت کے تحفظ کے لئے اسلام نے عورتوں کو پابند کیا ہے کہ اگر وہ ضرورت سے باہر نکلیں تو مردوں کے ساتھ اختلاط سے بچیں، اسلامی احکام و آداب کی رُو سے یہ چیز بیحد ضروری اور اہم ہے، لیکن افسوسناک امر یہ ہے کہ آج مسلم گھرانوں میں اس کا لحاظ بہت کم ہے جس کی وجہ سے معاشرہ میں گوں ناگوں بیحیائیوں کا رواج ہوتا جارہا ہے۔

حافظ ابن قیمؒ نے اختلاط کی بُرائیوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عورتوں کا مردوں کے ساتھ اختلاط ہر بُرائی و مصیبت کی جڑ ہے، اسی سے عام عذاب نازل ہوتا ہے، نظامِ زندگی میں ہر خرابی پیدا ہوتی ہے، زنا اور فواحش کی کثرت ہوتی ہے، عمومی طور پر لوگ موت کا شکار رہتے ہیں۔ بدکار عورتوں کے باعث حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر میں جب بدکاری پھیل گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں طاعون میں مبتلا کر دیا جس کے نتیجہ میں ایک دن میں ستر ہزار افراد لقمۂ اجل بن گئے۔[2]

---

[1] فی ظلال القرآن ۶/۹۷ [2] الطرق الحکمیۃ ص ۲۸۱

AsliAhleSunnet.com

عہدِ نبوی میں مسجد میں عورتوں کے لئے ایک دروازہ مخصوص تھا تاکہ مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو، اسی طرح مسجد سے نکلنے کے بعد ان کو راستہ کے کنارے کنارے چلنے کا حکم تھا[1] بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے بھی عورتوں کی کوشش ہوتی تھی کہ مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو، اور ان سے دُور دُور طواف کریں[2]

شاہ ولی اللہؒ نے ستر پوشی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے اندر ایک دوسرے کو دیکھنے سے محبت اور تحریک پیدا ہوتی ہے، اور انسان جنسی خواہش کی تکمیل کے لئے حرام کام کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے، اس لئے شریعت نے ضرورت کے بغیر مرد و عورت کے اختلاط پر پابندی عائد کی ہے، اور ایک دوسرے کو دیکھنے سے منع کیا ہے۔[3]

۷۔ بغیر محرم کے سفر نہ کرے: اسلامی شریعت نے عورت کو پابند کیا ہے کہ اگر اس کو کوئی سفر پیش آجائے تو شوہر یا کسی محرم مرد کے بغیر تنہا سفر پر نہ نکلے، خواہ سفر کی غرض عبادت ہو یا کچھ اور، اس سلسلہ میں مختلف الفاظ کے ساتھ متعدد حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن کی بنا پر علماء اسلام نے عورت کے بغیر محرم سفر کو قطعاً ممنوع قرار دیا ہے۔[4]

اس شرط کے ضمن میں سفر حج کے لئے عورت کے نکلنے کا مسئلہ آتا ہے، متعدد صحیح اور واضح احادیث کی بُنیاد پر علماء اسلام کا فیصلہ ہے کہ اگر عورت کے ساتھ سفر پر جانے کے لئے شوہر یا محرم نہیں تو وہ حج کے لئے نہ نکلے۔ دار قطنی کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ عورت محرم کے بغیر ہرگز حج نہ کرے۔[5] بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ غیر محرم مرد کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ ہو، البتہ اگر

---

[1] عون المعبود ۲/۱۳۰ [2] فتح الباری ۳/۴۸۰ [3] حجۃ اللہ ۲/۶۸۷
[4] فتح الباری ۴/۷۲، صحیح مسلم ۲/۹۷۵، موطأ مالک ۲/۹۷۹
[5] نیل الاوطار ۵/۱۶۔

AsliAhleSunnet.com

عورت کا کوئی محرم مرد ہو تو ایسی صورت میں کوئی حرج نہیں، یہ سنکر ایک شخص نے کہا کہ میری بیوی حج کے لئے نکلی ہے، اور میں نے ایک غزوہ میں اپنا نام لکھا لیا ہے، آپ نے فرمایا کہ جاؤ بیوی کے ساتھ حج کرو[1]۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد جیسی عظیم عبادت کو چھوڑا جاسکتا ہے لیکن عورت کو کسی غیر محرم کے ساتھ سفر پر جانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

بعض علماء نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ اگر عورت کے ساتھ سفر پر جانے کے لئے کوئی محرم نہیں تو اس پر حج واجب ہی نہیں۔[2]

## ⑥ مردوں پر پابندی

شریعت نے جس طرح عورتوں کو مختلف احکام کا پابند بنایا ہے اسی طرح فرد و جماعت کے اخلاقی سُدھار کے لئے مردوں کو بھی متعدد حکم دیئے ہیں، معاشرہ میں عورت کے بالمقابل مرد کی حیثیت اہم اور مضبوط ہے، نیز زندگی کے مختلف گوشوں سے اس کا تعلق ہے، اس لئے اخلاقی پابندیوں کو برتنے میں اس کی ذمہ داری زیادہ ہے، اگر وہ اپنے اختیارات کو صحیح طور پر استعمال کرے اور اپنی طبعیت کو اسلام کے مقررہ ضابطہ کے اندر رکھے تو بلاشبہ معاشرہ کو صاف ستھرا بنانے میں بہت زیادہ آسانی ہو، لیکن اگر خود مردوں میں انحراف پیدا ہوجائے اور ان کی نیت بگڑ جائے تو پھر اصلاح مشکل ہے، البتہ ایسی صورت میں اصلاح کی راہ طاقت کا استعمال ہے، جو غیر مسلم ممالک میں ممکن نہیں، اس کمی کو سماجی تنظیموں اور اصلاحی اداروں سے کسی حد تک پورا کیا جاسکتا ہے۔

◯ نگاہ پست رکھنا: شریعت نے مردوں کو حکم دیا ہے کہ اپنی نگاہیں پست رکھیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔[3]

نگاہ کو زنا کا پیش خیمہ کہا جاتا ہے، غیر محرم عورتوں پر جب مردوں کی نگاہ پڑتی

---

[1] فتح الباری ۹/۳۳۰ [2] تحفۃ الاحوذی ۲/۲۰۶ [3] سورۂ نور ۳۰

AsliAhleSunnet.com

ہے تو شہوانی جذبات بھڑکتے ہیں، اور شیطان دل میں بُرائی کے لئے وسوسہ ڈالتا ہے، حدیث میں غیر محرم عورت پر نگاہ ڈالنے کو آنکھ کا زنا کہا گیا ہے۔ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ نگاہ ابلیس کا زہر آلود تیر ہے، جو شخص عورت کے حسن کو دیکھنے سے بچے گا اس کے دل میں اللہ تعالیٰ ایک دائمی لذّت وحلاوت پیدا کر دے گا۔[1]

قرآن کریم نے نگاہ کو پست رکھنے کا حکم جس طرح مردوں کو دیا ہے اسی طرح عورتوں کو بھی یہ حکم دیا گیا ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ بُرائی کے خاتمہ کے لئے دونوں پر پابندی ضروری ہے، کیونکہ دونوں کی رضامندی اور اقدام و آمادگی کے بغیر بدکرداری و بے حیائی کا وقوع نہیں ہو سکتا۔

شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ عریانی شریعت میں ممنوع ہے، انسان کو تنہائی میں بھی ننگا نہ ہونا چاہیئے، شرم و حیاء کا تقاضہ ہے کہ ہر شخص احتیاط و پابندی کی زندگی بسر کرے۔ اسلام نے عورتوں کو جس طرح پردہ کا حکم دیا ہے، اسی طرح مردوں کو نگاہ پست رکھنے کا پابند بنایا ہے، پھر اس حکم میں عورتوں کو بھی شریک کیا گیا ہے، کیونکہ تہذیب نفس کا عمل نظر جھکائے بغیر ممکن نہیں۔[2]

○ غیر محرم عورت کو ہاتھ لگانا: اسلام نے جس طرح مرد و عورت کے باہمی اختلاط سے منع کیا ہے، اسی طرح اس نے دونوں پر ایک دوسرے کو چھونے سے منع کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی ایک روایت میں صاف طور پر مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب عورتوں سے بیعت لیتے تھے تو ان کا ہاتھ چھوتے نہ تھے بلکہ صرف زبانی بیعت لیتے تھے۔[3]

---

[1] روضۃ المحبین ص ۱۰۵ [2] حجۃ اللہ ۲/۶۸۷

[3] صحیح مسلم ۳/۱۴۸۹، التدابیر الواقیۃ من الزنا ص ۲۷۵ وبعد۔

AsliAhleSunnet.com

# رشتۂ زوجیت

AsliAhleSunnet.com

## نکاح ایک فطری تقاضہ

خالقِ کائنات نے مخلوقات کے مابین انسان کو ایک ممتاز مقام عطا فرمایا ہے، اور انسان کی اس حیثیت کا تقاضہ ہے کہ وہ اپنے کردار و اخلاق کے ذریعہ بھی دیگر مخلوقات سے ممتاز رہے، اور اس میں ایسے اعمال و اخلاق نہ پائے جائیں جن سے انسانی حیثیت کو ٹھیس پہنچے۔

ان اخلاق و کردار کی تہذیب و تزکیہ کے لئے ایک طرف اصول و ضوابط کی تعیین و تحدید اور دوسری طرف انسانی صلاحیتوں کو ابھارنے اور نکھارنے کی ضرورت ہے۔

زندگی کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر دیگر مذاہب سے مختلف ہے، اسلام کی نظر میں زندگی مقابلہ کا میدان ہے جس میں بقا کا دار و مدار طاقت و صلاحیت پر ہے، جو فریق ضروری صفات سے متصف ہوگا اسی کو بقا حاصل ہوگی، اور جو ان صفات کو کھو بیٹھے گا اسے زندگی سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔

فطرت کے اسی اصول کی وجہ سے اسلام نے ترکِ دنیا کے بجائے دین و دُنیا کے مابین ہم آہنگی پیدا کرنے کی تعلیم دی ہے، اور یہ بتایا ہے کہ زندگی سے فرار اختیار کر کے انسان اخروی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتا، بلکہ عزم و دانائی کے ساتھ دنیا میں رہ کر آخرت کے لئے عمل سے کامیابی ہوگی۔ دونوں پہلوؤں کے مابین توازن ہی کے لئے فرمایا گیا کہ دُنیا کے لئے اس طرح کام کرو کہ گویا ہمیشہ زندہ رہو گے، اور آخرت کے لئے یوں تیاری کرو کہ گویا کل مرنا ہے۔ اس فرمان کا مقصد یہ ہے کہ زندگی کے کسی مرحلہ میں بھی انسان کے اندر بے دلی اور پست ہمتی یا مایوسی نہ پیدا ہو، ورنہ وہ پھر کسی بھی ذمہ داری کو ادا کرنے کے قابل نہ رہے گا۔

انسان کی معاشرتی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ تہذیب و تمدن کی ابتدا سے پہلے انسان بڑی حد تک جانوروں کی سی زندگی گذارتا تھا، زندگی کے بہت سے

AsliAhleSunnet.com

شعبوں کی طرح شادی بیاہ اور دیگر معاشرتی مسائل کا بھی کوئی نظام یا قانون نہیں تھا، پھر جب متمدن زندگی کا آغاز ہوا تو دوسرے شعبوں کی طرح نکاح و طلاق کے احکام بھی انسانی زندگی میں داخل ہوئے، مختلف مذاہب کو ماننے والی قوموں نے اپنے اپنے مذہب کے مطابق خاندانی نظام کا ڈھانچہ قائم کیا، یہ دور لاقانونیت کے دور سے یقیناً بہتر ثابت ہوا اور مذاہب کی تعلیمات سے انسانی معاشرہ میں اصلاح و ترقی کے اثرات رونما ہوئے۔

## معاشرہ کے دو مختلف نظام

موجودہ انسانی معاشرہ میں خاندان اور جنسی زندگی سے متعلق دو طرح کے نظام نظر آتے ہیں:

ایک نظام وہ ہے جو جنسی تعلقات کو خاندان اور ازدواجی زندگی میں محدود کر دیتا ہے، خاندانی نظام اور ضوابط سے ہٹ کر اس نظام میں مرد و عورت کے باہمی تعلقات کا کوئی تصور موجود نہیں، یہاں شریعت و اخلاق کے ضوابط مرد و عورت کے مابین جنسی تعلقات کی حد بندی کرتے ہیں، اس نظام کے پابند معاشرہ میں فحاشی و عریانی اور مرد و عورت کا باہمی اختلاط نظر نہیں آتا۔ مشرق میں عام طور پر یہی نظام رائج ہے، اور اسلام بھی اپنی مخصوص اصلاحات کے بعد اسی کو برقرار رکھتا ہے۔

دوسرا نظام وہ ہے جس میں جنسی تعلقات کی بنیاد کسی ضابطہ اور قانون پر نہیں، بلکہ باہمی رضامندی پر ہوتی ہے، اس میں مرد و عورت کو آزادی ہوتی ہے کہ وہ شادی کے بعد جنسی تعلقات قائم کریں، یا شادی کے بغیر۔ مغرب کی مادی تہذیب عام طور پر اسی نظام کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، اسی لئے یورپ و امریکہ میں جنسی زندگی مشرق کے مقابلہ میں بالکل آزاد اور غیر متمدن عہد سے قریب تر ہے۔ اس نظام میں عفت و عصمت کا کوئی مقام نہیں، عورت عریاں طور پر مردوں

AsliAhleSunnet.com

کے سامنے آتی ہے، اور جنسی جذبات کو اُبھارنے کے لئے مختلف وسائل کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے[1]

## تجرّد کی حوصلہ افزائی

یورپ کی مادی تہذیب چونکہ فسق و فجور اور جنسی انارکی کو اپنا مقصود بنا چکی ہے، اس لئے وہ ایسے تمام راستوں کو بند کرنا چاہتی ہے جس سے عفت و پاکدامنی کو فروغ ہو، اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ یورپی معاشرہ نصرانی مذہب کے مطابق ازدواجی زندگی بسر کرنے کے مقابلہ میں تجرّد اور بے زوجگی کی زندگی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، اور ایسے وسائل فراہم کرتا ہے جن سے تجرّد کے شائقین کو سہولت حاصل ہو۔ کویت کے ہفتہ وار عربی مجلہ "المجتمع" میں ایک مضمون بعنوان: "کیا تجرد یورپین عورتوں کا جدید فیشن ہے" شائع ہوا ہے، اس مضمون میں جو انکشافات اور اعداد و شمار مذکور ہیں اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہر طرح کی بےچینیوں، بربادیوں اور ناکامیوں کے باوجود یورپ کو جنسی بے راہ روی اور فحاشی و بداخلاقی کی زندگی پر اصرار ہے، اور وہ سنجیدگی کے ساتھ چاہتا ہے کہ انسانیت کا رشتہ عفت و پاکدامنی سے قطعی طور پر منقطع ہوجائے۔

مذکورہ مضمون میں بتایا گیا ہے کہ: فرانس کے دارالحکومت پیرس مارچ ۱۹۸۹ء میں ایک نمائش کا اہتمام کیا گیا تھا جسے "مجرد مردوں اور عورتوں کے سیلون Saloon" کا نام دیا گیا تھا، اس سیلون میں تجارتی کمپنیوں نے ایسے کھانے، کتابیں، فرنیچر اور خدمات فراہم کی تھیں جن کی مجرّد لوگوں کو ضرورت پڑتی ہے، ساتھ ہی مختلف تقاریر و مذاکرات میں ان کی مشکلات کا جائزہ لیا گیا، اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لئے تجاویز منظور کی گئیں!

پیرس بڑا عظم یورپ کا صرف ایک شہر ہے، لیکن اسے جدید افکار و نظریات

---

[1] مقدمۃ المرأۃ بین الفقہ والقانون ص ۵

AsliAhleSunnet.com

اور "تہذیب وتمدن" کے نئے مظاہر کا گہوارہ مانا جاتا ہے، اس لئے ہم مذکورہ نمائش کے انعقاد سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یورپ اس وقت تجرّد کی حوصلہ افزائی کی کس منزل کی طرف بڑھ رہا ہے۔

یورپین عورتوں میں تجرّد کے رجحان کو تیزی سے فروغ حاصل ہو رہا ہے، صرف رانڈ اور مطلقہ عورتیں ہی نہیں بلکہ نوجوان اور خوبصورت عورتیں بھی تجرّد کو ترجیح دیتی ہیں، فرانس کے ایک ادارہ "سوفراس" کے مطابق مجرّد عورتوں میں ۳۸ فی صد عورتیں اپنے اختیار وارادہ سے تجرّد کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔ فرانس میں اس وقت دس ملین سے زیادہ عورتیں اور آٹھ ملین سے زیادہ مرد بغیر شادی زندگی گذار رہے ہیں، اور توقع ہے کہ ۲۰۰۰ء تک فرانسیسی مردوں اور عورتوں میں سے ۳۵ فی صد مجرد زندگی بسر کر رہے ہوں گے۔ ڈنمارک میں یہ تعداد ۵۵ فی صد تک پہونچ چکی ہے، فرانس میں طلاق کے سبب تجرّد کے شکار مردوں اور عورتوں میں سے ۵۵ فی صد دوبارہ شادی کی بات نہیں سوچتے۔ اور پیرس کی ہر دس عورتوں میں آٹھ تنہائی کی زندگی بسر کرتی ہیں۔[1]

## رشتۂ زوجیت اسلام کی نظر میں

انسانی معاشرہ کو صالح بنیادوں پر استوار کرنے میں اسلام کا کردار بیحد مؤثر اور مثبت ہے، اس نے تمدن کے ضوابط میں مختلف اصلاحات کے ذریعہ معاشرہ کی تعمیر و ترقی کے لئے اہم بنیاد فراہم کی ہے، اس نے شادی کو ایک فطری اور مقدس رشتہ قرار دیا ہے، اور میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لئے خیر و برکت اور الفت و سعادت کا باعث کہا ہے، اس کی تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ میاں بیوی رشتۂ زوجیت میں منسلک ہونے کے بعد باہمی تعاون اور شریعت کی پابندی کے ذریعہ زندگی کے تمام مشکل مسائل کو حل کر سکتے ہیں، اور اپنی فراست ومحنت سے ایک

---

[1] المجتمع ۲۰ جون ۱۹۸۹ء

AsliAhleSunnet.com

صالح معاشرہ اور ترقی یافتہ قوم کی تعمیر میں مدد دے سکتے ہیں۔

نسلِ انسانی کے ارتقاء اور اخلاق و کردار کی استواری میں شادی کی اہمیت ہی کی بنا پر جملہ انبیاء و رسل علیہم السلام نے اپنی اپنی تعلیمات میں نکاح کی ترغیب دی ہے، اور تجرد کی زندگی کو معیوب و پُرخطر قرار دیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے جسے نکاح کی طاقت ہو وہ ضرور نکاح کرلے، کیونکہ اس سے نگاہ کو پست اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے میں مدد ملتی ہے۔[1]

نکاح کے فوائد پر روشنی ڈالتے ہوئے علماء نے لکھا ہے کہ اس سے اخلاق کی پاکیزگی اور قلب کی وسعت حاصل ہوتی ہے، کیونکہ اس طرح انسان کو ایک دوسرے کے ساتھ نباہ کرنے کی عادت ہوجاتی ہے، اولاد کی تربیت، مومن کے مفاد کے کے تحفظ اور قرابت مندوں و بے نواؤں پر خرچ کرنے اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا موقع ملتا ہے، انسان حرام کاری اور دیگر جنسی فتنوں سے محفوظ رہتا ہے، عورت کی محتاجی ختم ہوجاتی ہے، اور باہمی تعاون سے دونوں اللہ کی عبادت اور اس کے احکام کی بجاآوری میں مصروف ہوجاتے ہیں۔

## خاندان کا اسلامی تصوّر

دیگر اقوام کے برعکس اسلام نے خاندانی نظام کو بیحد اہمیت دی ہے، اور اس کے لئے مستقل طور پر احکام صادر کئے ہیں، اسلام میں یہ نظام مرد و عورت کے باہمی تعاون کا مظہر اور نئی نسل کی صالح نشو و نما نیز اسلامی تعلیم و تربیت کے احکام کی تطبیق کے لئے ایک انتہائی مناسب میدان ہے۔ یہی نظام ایک صالح و پاکیزہ معاشرہ کی تعمیر کے لئے بنیاد بنتا ہے، اس کی خرابی کے بعد معاشرہ کی بربادی لازم ہوجاتی ہے،

---

[1] متفق علیہ

AsliAhleSunnet.com

دُنیا کی جن قوموں نے اس نظام کے ساتھ بے توجہی برتی ان کا حشر ہمارے سامنے ہے۔

خاندان کے اسلامی نظام کا دائرہ زندگی کے جملہ پہلوؤں کو محیط ہے۔ اس میں عبادات و معاملات سے متعلق شریعت کے بیشتر احکام سے سابقہ پیش آتا ہے، اس لئے اس پر توجہ کا معنیٰ یہ ہے کہ انسان اسلامی شریعت سے مکمل طور پر وابستہ ہے۔

اسلام نے خاندان کے لئے باہمی اُلفت و محبت، ہمدردی و بہی خواہی اور ایثار و اخلاص کو ضروری قرار دیا ہے، جس خاندان میں یہ اوصاف موجود ہوتے ہیں اس کے افراد ہمیشہ معاشرہ کو صحیح سمت میں لے جاتے ہیں، اور ایسا کردار اپناتے ہیں جس سے کامیابی حاصل ہوتی ہے، خاندان میں اعلیٰ مذہبی و اخلاقی اقدار کو فروغ حاصل ہوتا ہے، اور بُرائیوں کو مٹانے میں مدد ملتی ہے۔

خاندان میں اسلام نے عورتوں کے کردار کو بُنیادی قرار دیا ہے، انھیں کے ذریعہ خاندان میں الفت و محبت پیدا ہوتی ہے، اور عفت و پاکیزگی کی جانب قدم آگے بڑھتا ہے۔

خاندان کی حیثیت ایک ادارہ کی ہے جس میں مختلف افراد اپنی اپنی صلاحیت اور مرتبہ کے لحاظ سے جد و جہد کرتے اور ترقی پاتے ہیں، اسی ادارہ پر انسانی تمدن کی بنیاد ہے، لہٰذا اس میں افادیت و صلاحیت کا عنصر جس قدر زیادہ ہوگا تمدن اتنا ہی قوی اور مفید ہوگا۔

اسلامی شریعت میں خاندان کو معاشرہ کی بنیاد اور ایک ایسی تربیت گاہ مانا گیا ہے جہاں سے باعظمت و باکمال افراد تیار ہوکر نکلتے ہیں، اس لئے اس نظام کے مقاصد کو درج ذیل اُمور میں محدود کیا جاسکتا ہے:

۱۔ افراد کی طاقت کو فطری رُخ پر لے جانا اور تخریب سے ہٹاکر ایسے تعمیری کاموں میں لگانا جن سے انسانیت کی خدمت ممکن ہو، اور ذاتی، سماجی

AsliAhleSunnet.com

اور اخلاقی وجود کا تحفظ کیا جاسکے۔

۲۔ عزت و آبرو اور نسب کو ہر طرح کی آلودگیوں سے بچایا جاسکے، اور معاشرہ میں بھلے کاموں کا رواج ہو۔

۳۔ نوعِ انسانی کی بقاء کی ضمانت حاصل ہو، کیونکہ زنا اور اخلاقی بے راہ روی سے تہذیب و تمدن اور سیاست و معیشت کے بگاڑ کے علاوہ کچھ اور حاصل نہیں ہوتا۔

۴۔ خاندان کے لوگوں کے مابین محبت و شفقت کا ماحول قائم کرنا تاکہ ہر شخص کو نفسیاتی، سماجی اور اخلاقی سطح پر پورا سکون و اطمینان حاصل ہو۔

۵۔ ایک پاکیزہ معاشرہ کے لئے بھلائی اور پاکیزگی کی جو خوبیاں ضروری ہیں ان کے حصول کی کوشش تاکہ خاندان معاشرہ میں اپنا صحیح کردار ادا کرسکے۔

ان مقاصد کو ذہن میں رکھنے کے بعد ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اسلام نے انسانی معاشرہ کی اصلاح کے لئے خاندانی نظام کی اصلاح کو کس طرح ضروری قرار دیا ہے، اور یہ نظام کس طرح پورے اسلامی نظام سے مربوط و ہم آہنگ ہے۔ موجودہ دور میں مسلم خاندان کو جو مشکلات و مصائب درپیش ہیں ان سے نجات کی صورت صرف یہ ہے کہ خاندان میں عقیدۂ توحید کی اشاعت کی جائے، اور ہر فرد کو شریعتِ حقہ کے جملہ احکام کا پابند بنایا جائے، اور اس میں اس احساس کو زندہ کیا جائے کہ ہر آدمی کے لئے حقوق کے ساتھ ساتھ کچھ فرائض بھی مقرر ہیں جن کی ادائیگی کے بغیر زندگی کا حقیقی لطف حاصل نہیں ہوسکتا، اور نہ معاشرہ میں امن و سکون اور طہارت و پاکیزگی کو فروغ مل سکتا ہے۔[1]

---

[1] توجیہات الاسلام ص ۲۹، ۷۷

AsliAhleSunnet.com

## دورِ جاہلیت کے نکاح

جاہلی دور میں دیگر معاشرتی مسائل کی طرح نکاح کا معاملہ بھی کسی معقول ضابطہ کے ماتحت نہیں تھا، بلکہ معاشرہ میں مختلف صورتوں کے مرد اور عورت ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہوجاتے تھے۔ کتبِ حدیث و تاریخ میں نکاح کی تقریباً سات یا آٹھ صورتیں مذکور ہیں جنہیں عرب کے جاہلی معاشرہ میں رواج حاصل تھا۔

۱۔ نکاح کی پہلی صورت یہ تھی کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کی لڑکی یا اس عورت سے جو اس کی زیرِ نگرانی ہے، پیغام بھیج کر مہر مقرر کرنے کے بعد نکاح کرے۔ قریش اور دیگر بہت سے قبائل میں نکاح کی یہی صورت رائج تھی۔

۲۔ دوسری صورت "نکاح اِستبضَاع" کی تھی، جس سے عورت کو حیض سے فارغ ہونے کے بعد اس کا شوہر کسی دوسرے مرد کے پاس بھیج دیتا تھا، اور حمل کے ظہور تک خود اس عورت سے علیٰحدہ رہتا تھا۔ مرد یہ اقدام اقبال مند بیٹے کی طلب میں کرتا تھا، اسی لئے عام طور پر عورتوں کو معزز، سخی اور بہادر مردوں کے پاس بھیجا جاتا تھا۔

۳۔ تیسری صورت "نکاح رھط" کے نام سے معروف تھی، اس میں ایسا ہوتا تھا کہ دس سے کم لوگوں کی جماعت کا کسی ایک عورت سے اس کی رضامندی کے بعد جنسی تعلق قائم رہتا تھا، عورت جب حمل کے بعد ولادت سے فارغ ہوتی تو سب مردوں کو اپنے پاس طلب کرکے کہتی کہ اپنے باہمی تعلقات سے ہم سب واقف ہیں، میرے بطن سے جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ فلاں شخص کا ہے، اس موقع پر عورت جس مرد سے محبت کرتی اس کا نام لے لیتی تھی، اور وہ بچہ اسی شخص کا مانا جاتا تھا، عورت کی تعیین کے بعد مرد عموماً انکار نہیں کرتے تھے۔

۴۔ چوتھی صورت "نکاح سِفَاح" سے موسوم تھی، اس میں ایسا ہوتا تھا کہ پیشہ ور عورت کے ساتھ متعدد لوگ جنسی تعلق رکھتے تھے، ولادت کے بعد سب لوگ

AsliAhleSunnet.com

جمع ہو کر کسی شخص کی جانب بچہ کو منسوب کر دیتے تھے، اور وہ شخص اُسے تسلیم کر لیتا تھا۔ یہ عورتیں اپنے گھروں پر جھنڈے نصب کئے رہتی تھیں جنہیں دیکھ کر خواہشمند افراد ان کے پاس جایا کرتے تھے۔

۵۔ پانچویں صورت "نکاحِ مُخَادَنہ" کی تھی، یہ خفیہ زنا تھا، عام طور پر لونڈیاں یا کم تر حسب و نسب والی عورتیں مردوں کو دعوت دیتی تھیں، اور ان کی جنسی خواہش پوری کرتی تھیں، قرآن کریم نے ولا متخذات اخدان کہکر اسی صورت سے روکا ہے۔

۶۔ چھٹی صورت "نکاحِ بدل" کی تھی، اس میں دو مرد باہم بیویوں کا تبادلہ کر لیتے تھے۔

۷۔ ساتویں صورت "متعہ" کی تھی، جس میں مرد کسی عورت سے محدود اور متعین مدت یعنی ایک ماہ یا چھ ماہ یا ایک سال کے لئے نکاح کرتا تھا، اس میں عورت کو وہ کچھ رقم بھی دیتا تھا۔ اس نکاح کا بنیادی مقصد صرف لذّت اندوزی تک محدود تھا۔

۸۔ آٹھویں صورت "نکاحِ شغار" کی تھی، اس میں مرد اپنی یا اپنے ماتحت لڑکی کی دوسرے مرد سے اس شرط پر شادی کرتا تھا کہ وہ بھی اپنی یا اپنے ماتحت لڑکی کی اس کے ساتھ شادی کر دے، اس نکاح میں کوئی مہر نہیں ہوتا تھا۔[1]

اسلام نے صرف پہلی صورت کو بعض ضروری تبدیلیوں کے بعد برقرار رکھا، اور بقیہ صورتوں کو ناجائز قرار دیا۔[2]

## نکاح کی ترغیب

قرآن کریم کی درج ذیل آیات میں نکاح کا حکم موجود ہے:

---

[1] المرأۃ فی التاریخ والشرائع ص ۱۵۰، استاذ المرأۃ ص ۱۸۸

[2] حقوق النساء فی الاسلام ص ۲۶

AsliAhleSunnet.com

۱۔ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلاث و رباع۔ (النساء:۳)

پس جو عورتیں تم کو بھلی لگیں ان سے نکاح کرلو، دو دو، تین تین، چار چار۔

۲۔ وانکحوا الأیامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم إن یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ، واللہ واسع علیم۔

(النور: ۳۲)

اور جو تم میں بے خاوند والی عورتیں ہیں ان کا نکاح پڑھادو اور تمہاری لونڈی اور غلاموں میں سے جو نکاح کے لائق ہوں ان کا بھی، اگر یہ محتاج ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو مالدار کردے گا، اور اللہ گنجائش والا (سب) جانتا ہے۔

۳۔ بخاری شریف میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ تین صحابی امہات المؤمنین کے پاس گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال دریافت کیا، جب انھیں عبادت کی تفصیل بتائی گئی تو کم معلوم ہوئی، وہ لوگ کہنے لگے کہ ہماری حیثیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت کم ہے، آپ کے تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں، (لہٰذا ہمیں زیادہ عبادت کی ضرورت ہے) پھر ایک صحابی نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، ایک صحابی نے کہا کہ میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھوں گا، ایک صحابی نے کہا کہ میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔

اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے جو کچھ کہا مجھے معلوم ہے، میں تم سے زیادہ خدا کا خوف رکھتا ہوں، اور ساتھ ہی روزہ بھی رکھتا ہوں، اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، جو میرے طریقہ سے منہ پھیرے گا اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔

۴۔ نکاح کی ترغیب کے سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو زیادہ بچے جننے والی اور محبت کرنے والی ہوں، کیونکہ میں

AsliAhleSunnet.com

دوسری قوموں کے مقابلہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔[1]

اس حدیث میں انسان کی فلاح و بہبود کے اہم پہلوؤں کی جانب اشارہ موجود ہے، کیونکہ زوجین کی محبت و ہم آہنگی سے خانگی منفعتوں کی تکمیل ہوتی ہے، اور کثرتِ نسل کے ذریعہ شہری و ملی مصلحتیں کمال پذیر ہوتی ہیں، اسی وجہ سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان میں ان دونوں اُمور کا ذکر کیا ہے۔[2]

ان تعلیمات کی بُنیاد پر جمہور علماء اسلام کا خیال ہے کہ نکاح سنتِ مؤکدہ ہے، اور بعض علماء نے نکاح کو واجب مانا ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس نکاح کے لئے ضروری وسائل موجود ہوں اور اسے تجرّد کی صورت میں کسی تکلیف یا بُرائی کا اندیشہ ہو تو ایسے آدمی کے لئے باتفاقِ علماء نکاح واجب ہے، اور اگر ضروری وسائل مہیّا نہ ہوں تو پھر وہ روزہ رکھ کر اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔

# نکاح کے لئے ضروری امور

چونکہ اسلام کی نظر میں شادی کا رشتہ ایک اہم اور محترم رشتہ ہے، اس لئے اس نے اس کی ضروری چیزوں کو تفصیل سے بتادیا ہے۔

## منگنی کا مرحلہ

شادی کے لئے سب سے پہلا مرحلہ منگنی کا ہے، اس مرحلہ میں مرد کسی عورت کے ساتھ شادی کے لئے اپنی رضامندی و آمادگی کا اظہار کرتا ہے، اور عورت نیز اس کے ولی سے ان کی رضامندی طلب کرتا ہے، جب فریقین رشتہ پر راضی ہوجاتے ہیں تو پھر عقدِ نکاح عمل میں آتا ہے۔

---

[1] ابوداؤد، نائی [2] حجۃ اللہ البالغہ ۲/۶۸۳

AsliAhleSunnet.com

اسلام نے اس مرحلہ کے لئے جو احکام دیئے ہیں ان میں سادگی کے ساتھ ساتھ ایسے اُمور کی بھی رعایت کی گئی ہے جن سے ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے میں مدد ملتی ہے۔ منگنی کا مقصد یہ ہے کہ مرد و عورت میں سے ہر ایک کو دوسرے کے حالات سے واقفیت ہو جائے، اور اس کے بعد یہ فیصلہ کریں کہ ان کا ایک ساتھ رہنا ممکن ہے یا نہیں، اسی وجہ سے اسلام نے رہنمائی کی ہے کہ مرد اپنی منگیتر یا ہونے والی بیوی کو دیکھ لے تاکہ بعد میں جُدائی کا اندیشہ کم ہو جائے، البتہ منگیتر سے تنہائی میں ملنا صحیح نہیں۔

ابو داؤد کی ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم کسی عورت کو نکاح کا پیغام دینا چاہو اور اسے دیکھنا ممکن ہو تو دیکھ لو۔

ترمذی و نسائی کی ایک روایت میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ عورت کو دیکھ لینے کے بعد شادی کرنے سے باہمی الفت و محبت پیدا ہوتی ہے، اور ازدواجی زندگی میں ناخوشگواری کا اندیشہ کم ہو جاتا ہے۔

منگنی کے سلسلہ میں ایک بات کا لحاظ ضروری ہے، ایک شخص اگر کسی عورت کے ساتھ رشتہ کی بات کر رہا ہو تو دوسرے شخص کو اس عورت سے رشتہ کی بات کرنا منع ہے، البتہ اگر پہلا شخص کسی وجہ سے اپنی بات ختم کر لے اور یہ معلوم ہو جائے کہ اسے یہ رشتہ منظور نہیں تو پھر دوسرا شخص اپنی بات شروع کر سکتا ہے، ابن عمرؓ کی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منگنی پر منگنی سے منع فرما کر اسی صورت سے منع فرمایا ہے۔[1]

منگنی کا مرحلہ طے پا جانے کے بعد ولی کی اجازت سے گواہوں کی موجودگی میں مہر مقرر کر کے نکاح کے لئے ایجاب و قبول ہوگا، اور اس طرح مرد و عورت شرعی اعتبار سے رشتۂ زوجیت میں منسلک ہو جائیں گے۔

---

[1] بخاری و مسلم

AsliAhleSunnet.com

## معیارِ انتخاب

کسی عورت کو شریکِ حیات کی حیثیت سے منتخب کرنے کے متعدد معیار ہو سکتے ہیں، کچھ لوگوں کی پسند کا معیار مالداری ہوتی ہے، اگر عورت کے پاس دولت ہو تو پھر انھیں کسی اور چیز کی پرواہ نہیں ہوتی۔ کچھ لوگ عورت کی معاشرتی حیثیت اور اس کا جاہ و منصب پیش نظر رکھتے ہیں۔ کچھ لوگوں کی نظر عورت کے حسن و جمال پر ہوتی ہے۔ اور کچھ لوگ صرف اس کی دینداری اور شریعت کی پابندی کا خیال کرتے ہیں۔ چونکہ ازدواجی زندگی کی بقاء و خوشگواری دینی و اخلاقی پہلو کو ترجیح دینے پر موقوف ہے، اسی لئے اسلام نے عورت کی صرف دینی حیثیت اور شریعت کی پابندی کو اہمیت دی ہے، اور اس کی نظر میں وہی لوگ مثالی تصور و کردار کے مالک ہیں جو رفیقۂ حیات کا انتخاب اس کی دینداری کی بنیاد پر کرتے ہیں۔ غور سے دیکھا جائے تو دینداری کے علاوہ دوسری تینوں چیزیں وقتی اور ناپائیدار ہیں، مرد کا ان سے مستفید ہونا یقینی نہیں ہے، ان کی بُنیاد پر قائم ہونے والا رشتہ یقیناً ان کے زوال و خاتمہ کے بعد خود بھی ختم ہو جائے گا۔ لیکن اس کے برخلاف عورت کی دین پسندی ایک ایسا باکمال وصف ہے جس کا فائدہ خود بیوی، شوہر اور اولاد ہر ایک کو یقیناً پہنچے گا، اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

فاظفر بذات الدین تربت یداك۔ (متفق علیہ)

دیندار عورت کو منتخب کر کے کامیابی حاصل کرو، خدا تمہارا بھلا کرے۔

معیارِ انتخاب اگر دینداری ہو تو پھر کامیابی میں کیا شبہ ہو سکتا ہے، ایک دیندار عورت خاندان کی بہتری اور اولاد کی صالح تربیت کے سلسلہ میں انتہائی اہم کردار ادا کر سکتی ہے، دشمنانِ اسلام نے عورتوں کو اسلامی اخلاق و آداب سے برگشتہ کرنے کی کوشش اسی وجہ سے زیادہ کی ہے کہ اس طرح پورا خاندان اسلام سے دور ہو جائے گا۔

AsliAhleSunnet.com

متعدد احادیث میں عورت کی دینی حیثیت کی جانب توجہ دلانے کا مقصد یہی ہے کہ انسان اس معاملہ میں دور رسی سے کام لے۔

عبداللہ بن عمرو رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دُنیا بہرہ اندوزی کی جگہ ہے، اور اس میں بہرہ اندوزی کی سب سے بہتر چیز نیک عورت ہے۔ [۱]

ایک حدیث میں وارد ہے کہ: مومن کے لئے اللہ کے تقویٰ کے بعد سب سے بہتر چیز نیک عورت ہے، اگر اسے حکم دے تو سُنے، اس کی طرف دیکھے تو خوش ہو، اس پر قسم کھائے تو پوری کرے، غائب ہو تو اس کے مال اور اپنے نفس کی حفاظت کرے۔ [۲]

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص کسی عورت سے اس کی عزت کے پیش نظر شادی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ذلت سے، اور جو مال کے سبب شادی کرے گا اسے اللہ تعالیٰ محتاجی سے اور جو حسب کی وجہ سے شادی کرے گا اسے دنائت اور کمینگی سے دوچار کرے گا، اور جو شخص کسی عورت سے محض اس لئے شادی کرے کہ اس طرح نظر پست رکھ سکے اور شرمگاہ کی حفاظت کر سکے، نیز صلہ رحمی کو فروغ دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس عورت میں اور عورت کے لئے اس مرد میں برکت دے گا۔ [۳]

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ عورتوں سے ان کے حسن و جمال کی وجہ سے شادی نہ کرو، حسن انھیں ہلاک کر سکتا ہے، اور مال کی وجہ سے بھی شادی نہ کرو، مال ان کو سرکشی میں ڈال سکتا ہے، البتہ دینداری کی بنا پر شادی کرو، ایک بدشکل دیندار لونڈی خوبصورت آزاد عورت کے مقابلہ میں بہتر ہے۔ [۴]

---

[۱] مسلم، نسائی، ابن ماجہ ۱/۵۹۶ [۲] ابن ماجہ ۱/۵۹۶
[۳] مجمع الزوائد ۴/۲۵۴ [۴] ابن ماجہ ۱/۵۹۷

AsliAhleSunnet.com

# کفارت کا مسئلہ

کفارت کا معنیٰ مساوات و برابری ہے، اور کفوٗ کا معنیٰ مساوی، برابر، ہمسر اور جوڑ کے ہیں۔ فقہاء کی اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ عورت مرد جن کا باہم نکاح مقصود ہے وہ معاشرت اور سوسائٹی کے لحاظ سے ہم مرتبہ اور ہم درجہ ہوں، تاکہ میاں و بیوی میں باہم خوشگوار تعلقات قائم رہیں، اور ایک دوسرے کو ذلیل یا حقیر نہ سمجھیں۔

شادی کے لئے شریعت میں کفارت کے مسئلہ کی کوئی اہمیت نہ تھی، لیکن متاخرین فقہاء نے اس کی تفصیلات کے سلسلہ میں بیحد غلو سے کام لیا، یہاں تک کہ نکاح کے جواز و عدم جواز تک پر اس کو مؤثر قرار دیا، اور کفوٗ کے درجوں اور رتبوں تک کی تعیین کی، حالانکہ اس مسئلہ کی اہمیت صرف معاشرتی و اخلاقی تھی۔

فقہاء کی مذکورہ تفصیل کے سہارے عجمی مسلمانوں نے ہندوؤں سے متاثر ہوکر اپنے اندر بھی سید، شیخ، مغل، پٹھان وغیرہ ذاتیں بنالیں، پھر پیشہ کی بنیاد پر بھی تقسیم ہوئی، اور مختلف ذاتوں کے درجات متعین کرکے یہ وضاحت کی گئی کہ ذات یا پیشہ وغیرہ میں مماثلت نہ ہو تو نکاح فسخ کیا جاسکتا ہے، بعض فقہاء نے غلو کرکے یہاں تک کہدیا کہ ذات و پیشہ میں برابری نہ ہونے کی صورت میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔

جو لوگ اسلام کے نظام مساوات کو جانتے ہیں ان کے لئے فقہاء کی اس وضاحت و شرط کو سمجھنا بیحد مشکل ہے، کیونکہ ایک طرف اسلام یہ کہتا ہے کہ تمام انسان ایک مرد و عورت سے پیدا کئے گئے ہیں، لہٰذا انسانی برادری کے مابین کسی بھی بنیاد پر امتیاز یا اظہارِ برتری غلط ہے، البتہ تقویٰ، پرہیزگاری

AsliAhleSunnet.com

اور شریعت پر عمل کی وجہ سے انسان کو بزرگی حاصل ہوتی ہے، اسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے یہاں وزن حاصل ہے۔

اور دوسری طرف فقہاء کی وضاحتوں سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ایک ذات دوسری ذات سے، ایک پیشہ دوسرے پیشہ سے اور ایک خاندان دوسرے خاندان سے افضل ہوتا ہے، لہٰذا مرد و عورت کے مابین رشتۂ زوجیت قائم کرتے ہوئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہ دونوں ذات، پیشہ اور مال و دولت میں ہم رُتبہ ہوں۔

متأخرین فقہاء کی مذکورہ رائے جن احادیث کی بُنیاد پر قائم ہے وہ سب کی سب ضعیف اور ساقط الاعتبار ہیں، اور ان کی حیثیت ایسی نہیں ہے کہ کسی مسئلہ کی دلیل بن سکیں، خصوصاً جب کہ ان کا مضمون اسلام کے کسی مسلمہ اور متفق علیہ حکم کے خلاف ہو۔[1]

ان ضعیف حدیثوں سے قطع نظر بعض صحیح حدیثوں میں دین کی بنیاد پر نکاح کی ترغیب دی گئی ہے، ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب تمہارے پاس ایسا شخص نکاح کا پیغام لے کر آئے جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہو تو اس کے ساتھ شادی کر دو، اگر ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ و فساد برپا ہوگا۔[2]

ایک متفق علیہ روایت پہلے گذر چکی ہے جس میں ترغیب دی گئی ہے کہ مرد کو شادی کے لئے دیندار عورت کو ترجیح دینا چاہیئے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ نے جو بدری صحابی ہیں، ایک انصاریہ عورت کے غلام سالم کو منہ بولا بیٹا بنایا، اور

---

[1] ملاحظہ ہو: فتح الباری، نیل الاوطار، التمہید، سنن البیہقی، سنن الدارقطنی، سبل السلام وغیرہ۔

[2] ترمذی

AsliAhleSunnet.com

ان سے اپنی بھتیجی ہند بنت ولید بن عتبہ کی شادی کر دی۔[1]

اس کے بعد ایک اور پہلو قابلِ غور ہے، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں آپؐ کا اور صحابۂ کرامؓ کا تعامل، جس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نسب یا پیشہ وغیرہ کی برابری کو اس عہد میں کبھی بھی کوئی اہمیت نہیں دی گئی، بلکہ ہمیشہ اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر تقویٰ و پرہیز گاری کو پیشِ نظر رکھا گیا۔

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ابو ہند نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھنا لگایا، میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ: اے بنو بیاضہ! ابو ہند کو لڑکی دو اور اس سے لڑکی لو، تمہارے طریقۂ علاج میں اگر کوئی خیر ہو سکتا ہے تو پچھنے میں ہوگا۔[2]

نسب اور پیشہ کا کفارت میں اعتبار نہیں ہے، اس کی شہادت عصرِ نبوی کے درج ذیل واقعات سے بھی ملتی ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی زاد بہن زینب بنتِ جحش خاندان بنی اسد بن خزیمہ سے تھیں جس کی عزّت و رفعت معلوم ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح زید کے ساتھ کیا تھا جو غلام تھے۔

فاطمہ بنتِ قیس قبیلۂ قریش سے تھیں، ان کا نکاح اُسامہ بن زید کے ساتھ ہوا تھا جو غلام زادہ تھے۔

عبدالرحمٰن بن عوف کی بہن ھالہ بنتِ عوف کا نکاح حضرت بلالؓ سے ہوا تھا جو حبشی النسل تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی بیٹی حفصہ کو سلمان جیسے فارسی النسل شخص پر پیش کیا تھا جو غلام رہ چکے تھے۔

علامہ نواب صدیق حسنؒ نے کفارت سے متعلق بعض احادیث کو نقل کرنے کے

---

[1] بخاری ۹/۱۳۱ [2] ابوداؤد ۶/۱۲۹

AsliAhleSunnet.com

بعد لکھا ہے کہ: اسلام میں کفارت صرف دین ہی ہے، جن لوگوں نے آزادی، پیشہ اور حسب ونسب کی برابری کو کفارت کے لئے ضروری قرار دیا ہے ان کے پاس قرآن وسنت کی کوئی دلیل نہیں، اگر کفارت کے مسئلہ میں اسلام کے علاوہ کسی چیز کا لحاظ کیا جاسکتا ہے تو وہ علم اور سرداری ہے۔[1]

حافظ ابنِ حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ: صحابہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اور تابعین میں محمد بن سیرینؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ سے اور ائمہ اربعہ میں سے امام مالکؒ اور ایک قول کے مطابق امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ کفارت سے صرف دین میں کفارت مراد ہے۔

پھر آگے وضاحت کی ہے کہ: لم یثبت فی اعتبار الکفاءۃ بالنسب حدیث، یعنی نسب میں کفارت کے معتبر ہونے سے متعلق کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔[2]

## پیش کش معیوب نہیں

جب کسی معاشرہ میں غلط رسم ورواج کا فروغ ہوجاتا ہے تو شریعت کے بہت سے احکام کی خلاف ورزی کھلے طور پر ہونے لگتی ہے، اور علماء ومصلحین بھی ایسے موقعوں پر بے بس نظر آتے ہیں، ایسی رسم کو ختم کرنے کے لئے اگر کوئی کچھ کہتا بھی ہے تو اس پر کان نہیں دھرا جاتا۔

موجودہ مسلم معاشرہ میں شادی بیاہ سے متعلق چند باتیں کھلے طور پر شریعت کے خلاف ہیں، لیکن وہ عرصہ سے ہمارے اندر موجود ہیں۔

ایک بات بیوہ عورت کے عقدِ ثانی کی ہے، اسے بہت سے مسلمان معیوب سمجھتے ہیں، یا کم از کم اس پر عمل نہیں کرتے۔ شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ نے اپنی ایمانی جرأت اور مخلصانہ کوششوں سے کام لے کر اس رسم بد کو بڑی حد تک مٹا دیا تھا،

---

[1] حسن الاسوۃ ص ۴۹۱ [2] فتح الباری ۹/۱۳۲

AsliAhleSunnet.com

لیکن ان کی اصلاح کے اثرات اب دھندلے ہو رہے ہیں۔

دوسری بات رشتہ کے لئے لڑکی کی پیش کش ہے، خواہ باپ کی طرف سے ہو یا کسی اور قرابتدار کی طرف سے۔ مسلمان اس پیش کش کو بھی بُرا سمجھتے ہیں، اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کی طرف انگلی اٹھائی جاتی ہے۔

لیکن مذکورہ دونوں مسئلوں میں شریعت کی تعلیم مروجہ طریقہ کے خلاف ہے، اور ایسی صورت میں ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ شریعت کی تعلیم پر عمل کرے، اور رسم و رواج سے اپنا دامن محفوظ رکھے۔

درج ذیل صحیح حدیث سے مذکورہ دونوں مسئلوں میں شریعت کے حکم اور منشا کی توضیح ہوتی ہے:

حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ میری لڑکی حفصہ کے شوہر خنیس بن حذافہ سہمی کی وفات ہو گئی، میں نے حضرت عثمانؓ سے درخواست کی کہ وہ حفصہ کو اپنے نکاح میں لے لیں، انھوں نے کہا کہ میں غور کر کے جواب دوں گا، پھر چند روز بعد انہوں نے معذرت کر دی۔

حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ پھر میں نے حضرت ابوبکرؓ کے سامنے اپنی پیش کش رکھی، انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، مجھے ان کی خاموشی سے اور زیادہ تکلیف ہوئی، پھر چند روز بعد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کر لیا۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ابوبکر مجھ سے ملے اور کہا کہ آپ کو میرے انکار سے رنج ہوا ہوگا، لیکن میرے انکار کی وجہ یہ تھی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حفصہ کا ذکر کرتے ہوئے سُنا تھا، اگر آپؐ ان سے نکاح نہ کرتے تو میں ضرور انھیں قبول کر لیتا۔[1]

---

[1] بخاری، نسائی

AsliAhleSunnet.com

## مہر

اسلامی شریعت نے عورتوں کی معاشرتی حیثیت کو قابلِ احترام بنانے کے لئے جو تعلیمات دی ہیں ان میں ایک تعلیم مہر کی ہے۔ مہر اس رقم کو کہتے ہیں جسے شوہر اپنی بیوی کو نکاح کے وقت دے۔ اسلام میں یہ مستحب ہے کہ مرد شادی کے بعد رخصتی کے وقت یا اس سے قبل ہی مہر کی رقم ادا کرے۔

مہر کا وجوب قرآن کریم اور حدیث شریف دونوں سے ثابت ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۴ میں صراحت کے ساتھ مہر کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے، اسی طرح بخاری و مسلم کی حدیث میں حکم ہے کہ مہر کے لئے کچھ نہ ہو سکے تو لوہے کی انگوٹھی ہی دیدو۔

مہر کا اسلامی قانون دیگر ادیان و مذاہب سے ممتاز اور بہت ہی مفید نتائج کا حامل ہے، بعض اقوام کے یہاں تو یہ رواج ہے کہ خود عورت شادی کے وقت مرد کو کچھ رقم دے، اسی وجہ سے ایسی قوموں کے یہاں عام طور پر عورت کو اپنی محنت سے پیسہ کمانا پڑتا ہے، جسے وہ شادی کے موقع پر شوہر کو پیش کرتی ہے۔

یہودی مذہب میں عورتوں کے لئے مہر تسلیم تو کیا گیا ہے، لیکن عورت کو شوہر کی موت یا اس کی طرف سے طلاق کے بغیر اس کی ملکیت کا حق نہیں دیا گیا ہے۔

اس کے برخلاف اسلام نے مرد کے لئے مہر کی ادائیگی ضروری قرار دی ہے، اور بیوی کی مرضی کے بغیر اس میں سے کچھ لینے کو ممنوع بتایا ہے۔ اسلام کی نظر میں مہر کی رقم قیمت یا معاوضہ نہیں ہے، بلکہ میاں بیوی کے مابین الفت و محبت اور ایثار و صلہ رحمی کی ایک واضح نشانی ہے، اس سے عورت کا اکرام اور دل جوئی مقصود ہے، شریعت یہ چاہتی ہے کہ مرد کو گھر کی نگرانی کا جو حق دیا گیا ہے اس سے عورت کو اپنی کمتری کا کوئی احساس نہ پیدا ہو، نیز وہ شوہر کے حقوق کو ادا کرنے میں کسی

AsliAhleSunnet.com

بھی طرح کی بد دلی کا شکار نہ ہو۔

مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار کی شریعت میں تعیین نہیں، البتہ کم سے کم مقدار کے سلسلہ میں فقہاء کے مختلف اقوال مذکور ہیں، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے اس کی کوئی تعیین نہیں کی ہے، ان کا قول ہے کہ مال کی کسی بھی مقدار کو مہر کے طور پر متعین کیا جا سکتا ہے۔

آج کچھ لوگ یورپ کی تقلید میں مہر کے قانون کو ختم کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں، لیکن اس سے جو معاشرتی پیچیدگی پیدا ہوتی ہے اس کو وہ سمجھنے سے قاصر ہیں، اسی طرح یورپی ممالک میں رائج اس رسمِ بد سے بھی وہ آنکھیں بند کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی رو سے عورت کو خود اپنے پیسوں سے نئے گھر کی ضروری چیزیں خریدنی پڑتی ہیں۔ عورت "صنفِ نازک" کہلا کر بھی اگر شادی کے لئے رقم جمع کرنے پر مجبور ہے تو پھر مرد کے لئے مہر کی رقم ادا کرنے میں کیا قباحت ہو سکتی ہے؟

مہر کے اسلامی قانون کو ختم کرنے کا مطالبہ جس طرح لغو ہے، اسی طرح مہر کی رقم متعین کرنا یا اس سے بہت زیادہ بڑھانا بھی اسلامی روح کے خلاف اور معاشرے میں بے چینی کا باعث ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر کے اندر غلو سے صاف طور پر منع فرمایا ہے، اور دوسری طرف ہمارے سامنے صحابۂ کرامؓ کی زندگی میں ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ انہوں نے مہر کے لئے بسا اوقات کوئی اہتمام ہی نہیں کیا، اور بطور رمز کسی معمولی چیز پر نکاح کر لیا۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کا نکاح چند سورتوں کی تعلیم کے عوض کر دیا تھا۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہر میں آسانی عورت کی ایک برکت ہے۔

مہر میں مبالغہ و زیادتی کا جو رجحان معاشرہ میں پایا جاتا ہے اس کو ختم کرنے اور لوگوں کو اسلامی روح سے قریب لانے کے لئے سماجی مصلحین بڑا کام کر سکتے ہیں،

AsliAhleSunnet.com

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ ماں باپ اور خاندان کے ذمہ دار افراد اس رُجحان کو ختم کرنے کے لئے خود عملی نمونہ پیش کریں۔[1]

ہندوستان کے مختلف علاقوں میں مسلم گھرانے مہر کی غیر معمولی زیادتی کو باعثِ عزت و فخر تصور کرتے ہیں، اور اسلامی تعلیمات کا حوالہ دینے پر بھی درمیانی مہر مقرر کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے، اس طرح کے گھرانوں میں مہر کے لئے جو رقم مقرر ہوتی ہے اس کی ادائیگی کا تصور نہیں کیا جاسکتا، آدمی سُن کر ششدر رہ جاتا ہے۔ اگر مہر کی ادائیگی کو ضروری تصور کیا جانے لگے تو خیالی نوعیت کی رقموں میں مہر کی تعیین کا سلسلہ ختم ہوسکتا ہے۔ بیحد افسوس کی بات ہے کہ قرآن و حدیث کی صحیح تعلیمات اور صحابۂ کرام رضؓ کا تعامل سامنے ہوتے ہوئے بھی مسلمان دوسروں سے متأثر ہوکر شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں!

## بلوغت سے پہلے کی شادی

مختلف علاقوں کے مسلمانوں میں شادی کی عمریں مختلف ہیں، بعض علاقے یا بعض طبقے بلوغت سے قبل یا کم سنی میں شادی کردیتے ہیں، اور بعض جگہ تاخیر سے شادی ہوتی ہے۔ بلوغت سے قبل منعقد ہونے والا عقد نکاح اسلامی شریعت کی نظر میں صحیح ہے، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضؓ کا نکاح بلوغت سے پہلے ہی ہوا تھا۔ البتہ اسلام نے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا ہے، اور نہ عام طور پر اس کے نتائج اچھے ہوتے ہیں، اس لئے قرین مصلحت یہ ہے کہ شادی بلوغت کے بعد کی جائے، اور اس سلسلہ میں لڑکے اور لڑکی دونوں کا عندیہ معلوم کرلیا جائے۔

بعض حکومتیں یا سماجی نظام ۱۸ یا ۲۰ سال کی عمر شادی کے لئے متعین کردیتے ہیں، اسلامی شریعت میں اس طرح کی تعیین جائز نہیں، بلوغت کے بعد ہر انسان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس عمر میں چاہے شادی کرے۔ مشرقی ملکوں میں جہاں

---

[1] حقوق النساء فی الاسلام ص ۲۲، ماذا عن المرأۃ ص ۵۵

AsliAhleSunnet.com

پر عمر کی تعیین کی گئی وہ مغربی ملکوں کی تقلید کا نتیجہ اور ایک ایسی بیجا پابندی ہے جس کا کوئی قابلِ ذکر فائدہ نہیں۔

ایک مسئلہ بلوغت کے بعد شادی میں جلدی یا تاخیر کا ہے، کہیں جلد شادی کو بہتر سمجھا جاتا ہے، اور کہیں تاخیر کی جاتی ہے۔

شادی میں تاخیر کی کوئی خاص مصلحت یا مجبوری ہو تو یہ الگ بات ہے، ورنہ مشاہدہ یہ ہے کہ جلد شادی کے اثرات بالعموم اچھے ہوتے ہیں، اور یہی چیز جسمانی صحت اور اخلاقی پاکیزگی و برتری کے لئے مناسب ہے۔

اخلاقی پاکیزگی کا مسئلہ واضح ہے، البتہ جسمانی صحت کے سلسلہ میں کچھ لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ ولادت سے عورت کی صحت پر خراب اثر پڑتا ہے، اور وہ جسمانی طور پر کمزور ہو جاتی ہے۔ لیکن جدید دور کے اطبار کی یہ تحقیق ہے کہ ولادت کا عمل عورت کے جسمانی نظام میں چستی و بہتری پیدا کرتا ہے، اور اس سے اعضار کے نمو میں اضافہ ہوتا ہے، لہٰذا حفظانِ صحت کی دلیل سے شادی کو مؤخر کرنا صحیح نہیں ہے۔

زیرِ تعلیم لڑکے اور لڑکیاں عام طور پر تعلیم کے اختتام کے بعد معاشی مسئلہ کے مستقل حل تک شادی کو ملتوی رکھتے ہیں، اس عمل کو شریعت کی رو سے ناجائز نہیں کہا جا سکتا، لیکن اس کے فوائد کم اور نقصانات زیادہ ہیں۔ اسلام کی تعلیم کے مطابق اگر نیک نیتی سے شادی کی جائے تو اللہ تعالیٰ ازدواجی ذمہ داریوں کو انجام دینے کی راہ خود پیدا کر دیتا ہے، یہ اس کا وعدہ ہے۔ [1]

---

[1] المرأۃ بین الفقہ والقانون ص ۵۰

AsliAhleSunnet.com

# زوجین سے متعلق

# کچھ احکام و آداب

AsliAhleSunnet.com

## احکامِ زفاف و جماع

حدیث کی رُو سے مستحب ہے کہ شوہر جب رخصتی کے بعد بیوی کے پاس جائے تو بطورِ لطف و عنایت اس کے سامنے کوئی کھانے پینے کی چیز پیش کرے، حضرت اسماء بنتِ یزید سے ایک حدیث مروی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت عائشہ رضؓ کی رخصتی کے بعد ان کے پاس گئے تو آپؐ کے سامنے دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا، آپؐ نے اس میں سے کچھ دودھ پی کر حضرت عائشہ رضؓ کو دیا، انھوں نے شرم کے مارے سر جھکا لیا، حضرت اسماء نے جھڑک کر کہا کہ لے لو، پھر انھوں نے لے کر پیا۔ [1]

اسی طرح شوہر کو عورت کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر یہ دُعاء پڑھنا چاہیئے:

اللھمّ انی اسئلك من خیرھا وخیر ماجبلتھا علیه واعوذ بك من شرھا وشر ماجبلتھا علیه۔ [2]

اے اللہ! میں تجھ سے اس کا اور اس کی خلقت کے خیر کا طالب ہوں، اور اس کے اور اس کی خلقت کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

مرد و عورت کا دو رکعت نماز ساتھ پڑھنا بھی مستحب ہے۔

جماع کے وقت یہ دُعاء پڑھنا مسنون ہے:

بسم اللہ، اللھم جنّبنا الشیطان، وجنّبِ الشیطان ما رزقتنا۔

بسم اللہ، اے اللہ ہم سے شیطان کو دور رکھ اور جو کچھ تو نے ہمیں دیا ہے اس سے بھی شیطان کو دور رکھ۔

دوبارہ صحبت کا ارادہ ہو تو غسل یا وضوء کر لینا بہتر ہے۔

مرد و عورت دونوں کا ایک ساتھ ایک جگہ غسل کرنا جائز ہے، اس سلسلہ میں متعدد حدیثیں وارد ہیں۔

جماع کے بعد میاں بیوی کو وضو یا تیمم کر کے سونا مستحب ہے، ظاہریہ نے اسے

---

[1] آداب الزفاف ص ۱۸ [2] ایضاً ص ۱۹

AsliAhleSunnet.com

واجب مانا ہے، لیکن استحباب کا قول زیادہ صحیح ہے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ میاں بیوی کا جماع کے بعد سونے سے پہلے غسل کرنا افضل ہے، لیکن ایک دوسری حدیث میں بغیر غسل سونے کی اجازت بھی ہے۔[1]

## افشارِ راز کی ممانعت

میاں بیوی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے مخصوص باہمی تعلقات اور ایک دوسرے سے متعلق اسرارِ محبت کا تذکرہ دوسروں سے کریں۔

حضرت ابو سعیدؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب سے بدتر وہ میاں بیوی ہوں گے جو ایک دوسرے سے ملیں اور باتیں کریں، پھر ایک دوسرے کے راز کو پھیلائیں۔[2]

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ایک حدیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ نماز کے بعد فرمایا کہ کیا تم میں ایسے لوگ ہیں جو اپنی بیویوں سے تنہائی میں ملنے اور صحبت کرنے کے بعد باہر نکل کر اپنے افعال کا تذکرہ کرتے ہیں؟ صحابہ میں سے ہر ایک خاموش رہا، آپ نے عورتوں کے پاس جاکر وہی سوال کیا، ایک عورت نے اچک کر کہا کہ: بخدا، مرد اور عورت دونوں ایسا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ ایسا کرنے والوں کی مثال معلوم ہے؟ شیطان مرد شیطان عورت سے راہ میں ملے اور لوگوں کے دیکھتے ہوئے صحبت کرے، یہی مثال مذکورہ مردوں اور عورتوں کی ہے۔[3]

## ہم جنسی حرام ہے

اسلام نے بیوی کے ساتھ بھی ہم جنسی کو حرام قرار دیا ہے، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۲ میں حکم ہے کہ صحبت اس طرح کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، یعنی ہم جنسی نہ کرو۔ آگے آیت نمبر ۲۲۳

---

[1] آداب الزفاف ص ۲۴-۴۱ [2] مسلم ۲/۱۰۶۰ [3] عون المعبود ۶/۲۲۱

AsliAhleSunnet.com

میں بیوی کو کھیتی سے تشبیہ دی گئی ہے، جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ صحبت کا وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیئے جس سے اولاد پیدا ہو، جماع کی جو شکل بھی اختیار کی جائے کوئی حرج نہیں، لیکن دبر سے بچنا ضروری ہے۔

بیوی کے ساتھ بھی ہم جنسی کی حرمت پر تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے، عقلِ سلیم اور ذوقِ لطیف کا تقاضہ بھی یہی ہے، اور صحت و تندرستی کے اصول بھی اسی کے متقاضی ہیں۔ عصرِ حاضر میں جن قوموں اور حکومتوں نے اس فعلِ قبیح کو جائز اور قانون کے مطابق قرار دیا ہے ان کی نظر میں عفت و عصمت اور طہارت و پاکیزگی کی وہ اہمیت نہیں ہے جو اسلام کے یہاں پائی جاتی ہے۔ یہ لوگ جنسی جذبات کو کسی ایسی راہ پر لگانا ہی نہیں چاہتے جس سے ملک و قوم کی تعمیر ہو سکے، اور اخلاقِ فاضلہ کا چلن عام ہو۔ شخصی و انفرادی زندگی میں آزادی کے نام پر افعالِ قبیحہ و شیطانیہ کی اجازت انسانیت کے ساتھ ایک عظیم ظلم اور اس کے بلند مرتبہ کی سخت توہین ہے۔

ہم جنسی کی حرمت کے سلسلہ میں متعدد احادیث مروی ہیں، امام ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ میں نے اس موضوع کی وضاحت کے لئے ایک مفصل کتاب لکھی ہے۔[1]

## حیض کا حکم

اسلام چونکہ ایک فطری و پاکیزہ مذہب ہے، اس لئے اس نے اپنے تمام احکام و تعلیمات میں ہر طرح کی ظاہری و باطنی صفائی و ستھرائی کا لحاظ رکھا ہے، اور ان تمام امور سے روکا ہے جن سے کسی بھی قسم کا جسمانی و روحانی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ حیض کے بارے میں بھی اسلام نے جو احکام دیئے ہیں ان سے طہارت پسندی اور اصولِ صحت کی نگہداشت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حیض لغت میں سیلان یعنی بہنے کے معنیٰ میں بولا جاتا ہے، اور فقہاء کی اصطلاح

---

[1] آداب الزفاف ص ۲۱۔

AsliAhleSunnet.com

میں اس سے وہ خون مراد ہے جو صحتمند عورت کے رحم سے نکلے بشرطیکہ اسے کوئی بیماری یا حمل نہ ہو، اور وہ سنِ ایاس کو نہ پہنچی ہو، یعنی اتنی عمر دراز نہ ہو چکی ہو جس میں حیض بند ہو جاتا ہے۔

گرم علاقوں میں عام طور پر بارہ سال کی عمر کے بعد اور سرد علاقوں میں چودہ سال کی عمر کے بعد حیض شروع ہو جاتا ہے۔ حیض کا آغاز لڑکی کے شرعی طور پر مکلف ہو جانے کی علامت ہے۔ عورت کا مزاج اور طبیعت معتدل ہو تو حیض تین دن سے سات دن تک جاری رہتا ہے، فقہاء اس کی کم سے کم مدّت چوبیس گھنٹے اور زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن مانتے ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک کم سے کم مدّت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدّت دس دن ہے۔

## اہل کتاب کی غیر معتدل روش

اسلام سے قبل یہودی اور نصرانی مذاہب حائضہ عورت کے بارے میں افراط و تفریط کا شکار نظر آتے ہیں، چنانچہ نصرانی مذہب میں ایسی عورتوں کے لئے کوئی خاص حکم نہیں ملتا کہ وہ ان ایام میں ہر کام معمول کے مطابق کریں گی یا کوئی اور صورت ہو گی۔ اور یہودی مذہب میں حائضہ عورت کے لئے انتہائی سخت احکام موجود ہیں، چنانچہ یہودی لوگ حیض کے ایام میں رہنے سہنے اور کھانے پینے سے متعلق ہر کام میں علیٰحدگی اختیار کر لیتے تھے جس کی وجہ سے عورتوں کو مختلف مشکلات کا سامنا ہوتا تھا۔

## اسلام کا معتدل رویّہ

اسلام نے حیض کی حالت میں عورتوں کیلئے جو احکام دیئے ہیں ان میں سہولت کے ساتھ حکمت بھی نمایاں ہے۔

حائضہ عورت کے لئے درج ذیل کام ممنوع و حرام ہیں:

نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، بیت اللہ کا طواف کرنا، قرآن کی تلاوت کرنا،

AsliAhleSunnet.com

قرآن کو چھونا، مسجد میں جانا، صحبت کرنا۔

حیض کی وجہ سے جو نماز چھوٹے اسے عورت پاکی کے بعد ادا کرنے کی پابند نہیں، البتہ رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کو دوسرے دنوں میں رکھنا ہوگا۔

مذکورہ امور کے علاوہ عورت حیض کے دنوں میں دوسرے سب کام کر سکتی ہے۔

حیض کے ایام میں میاں بیوی کو قرآن کریم نے جماع سے روکتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض، ولا تقربوھن حتیٰ یطھرن۔ (البقرہ: ۲۲۲)

حیض گندگی ہے، اس لئے اس حالت میں تم عورتوں سے الگ رہو، اور بغیر پاکی ان سے صحبت نہ کرو۔

حنفی مذہب کے مطابق اگر حیض اکثر مدت یعنی دس دن کے بعد ختم ہوا ہے تو مرد عورت کے غسل سے پہلے صحبت کر سکتا ہے، لیکن شافعی مذہب کے مطابق کسی بھی صورت میں غسل سے پہلے صحبت جائز نہیں۔

سورۂ بقرہ کی مذکورہ آیت کی تفسیر کے ضمن میں علماء نے وضاحت کی ہے کہ حائضہ عورت کے ساتھ جماع کے علاوہ گھر میں رہنا، کھانا پینا اور بوس وکنار کرنا جائز ہے، اس طرح ان لوگوں کے رویہ کی تردید ہو جاتی ہے جو حیض کی حالت میں عورتوں کو گھر سے باہر کر دیتے ہیں، یا گھر کے کسی گوشہ میں الگ تھلگ رکھتے ہیں، اور اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا معیوب جانتے ہیں۔

عصر نبوی میں صحابہؓ کے سوال پر قرآن کریم کا یہ فرمانا کہ "حیض ایک طرح کی گندگی ہے" اس کے طبی اعجاز کا ثبوت ہے، اس تعبیر کو عام رکھ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ حیض کی حالت میں جماع کے نقصانات کسی ایک

AsliAhleSunnet.com

فریق کو نہیں ہوتے، بلکہ مرد و عورت دونوں اس سے متأثر ہوتے ہیں، چنانچہ اطباء نے اس سلسلہ میں جو تفصیلات لکھی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ حیض کے دنوں میں صحبت سے مرد و عورت دونوں کو مختلف نوعیت کے امراض کا اندیشہ رہتا ہے، اسی طرح طہارت نہ ہونے کی وجہ سے مرد کی طبیعت متنفر ہو جاتی ہے۔

## نفاس و استحاضہ کا حکم

نفاس کا خون وہ ہے جو عورت کے رحم سے ولادت کے بعد خارج ہو، اس کی کم سے کم مدت ایک لحظہ ہے، اور حنفیہ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن مع رات، اور شافعیہ و مالکیہ کے نزدیک ساٹھ دن مع رات یعنی پورے دو ماہ۔

نفاس کی حالت میں عورت کے لئے وہ تمام کام حرام ہیں جو حیض کی حالت میں حرام بتائے گئے ہیں۔

استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں جو حیض و نفاس کے علاوہ بیماری کی وجہ سے عورت کی شرمگاہ سے خارج ہو۔

استحاضہ کی وجہ سے نماز معاف نہیں، البتہ ہر نماز کے لئے علیحدہ وضوء کرنا ضروری ہے۔

طواف کے لئے بھی مستحاضہ کا وضوء کرنا ضروری ہے۔

وضوء کے بغیر مستحاضہ کے لئے قرآن کو ہاتھ لگانا ممنوع ہے۔

مستحاضہ کے لئے روزہ رکھنے کی اجازت ہے۔

مستحاضہ مسجد میں داخل ہو سکتی ہے، اسی طرح شوہر کا اس کے ساتھ صحبت کرنا بھی جائز ہے۔

## عزل کا حکم

عزل کے معنیٰ یہ ہے کہ جماع کے وقت مرد شرمگاہ کے باہر انزال کرے۔ اسلامی شریعت کی رو سے مرد کے لئے عزل

AsliAhleSunnet.com

کرنا جائز ہے، اس سلسلہ میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ بخاری و مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عزل کرتے تھے، اور آپ کو اس کا علم بھی تھا، لیکن آپ نے ہمیں منع نہیں فرمایا۔ [1]

لیکن مختلف اُمور کے پیشِ نظر عزل نہ کرنا بہتر ہے۔ پہلی بات یہ کہ اس میں عورت کا نقصان ہے، کیونکہ اس سے لذت کے حصول میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

دوسری بات یہ کہ اگر عورت عزل پر راضی بھی ہو تو اس سے افزائشِ نسل کا شرعی مقصد فوت ہو جاتا ہے، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ محبت کرنے والی اور زیادہ اولاد پیدا کرنے والی عورت سے شادی کرو، کیونکہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں مجھے تمہاری کثرت کے سبب فخر و غلبہ حاصل ہوگا۔

**تعارض کا ازالہ**

ابو سعید خدریؓ کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا کہ میں اپنی لونڈی سے عزل کرتا ہوں، اور یہود کا خیال ہے کہ عزل چھوٹے درجہ کا زندہ درگور کرنا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود جھوٹ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ جسے پیدا کرنا چاہے تم روک نہیں سکتے۔ اس حدیث سے عزل کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے۔

لیکن مسلم کی ایک دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہؓ نے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ پوشیدہ قسم کا زندہ درگور کرنا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے دونوں حدیثوں میں جو تطبیق دی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہود کے قول میں عزل کو ظاہر میں وأد یعنی زندہ درگور کرنا کہا گیا تھا لیکن

---

[1] البخاری ۹/۲۵۰، مسلم ۴/۱۶۰

AsliAhleSunnet.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ظاہر کے حکم میں نہیں ہے، اس لئے زندہ درگور کرنے کا حکم اس پر مرتب نہ ہوگا، البتہ قطعِ ولادت میں وأد اور عزل دونوں مشترک ہیں۔

حافظ ابن القیمؒ نے مذکورہ تعارض کو یوں دفع کیا ہے کہ یہود یہ سمجھتے تھے کہ عزل بمنزلہ وَأد ہے کیونکہ اس سے پیدائش رُک جاتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جسے پیدا کرنا چاہے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور عزل کو "وأد خفی" اس لئے کہا گیا کہ انسان اولاد سے بچنے کے لئے عزل کرتا ہے، لہٰذا اس کا یہ قصد و نیت زندہ درگور کرنے والے شخص کے قصد سے مشابہ ہے، البتہ فرق یہ ہے کہ ایک علانیہ درگور کرنا ہے اور دوسرا خفیہ۔

عزل کو وَأد سے تشبیہ دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعل مکروہ ہے، لیکن اس سے حرمت نہیں ثابت ہوتی۔ ابن خزیمہ نے علی بن حجر کی حدیث میں روایت کیا ہے کہ ان سے عزل کے بارے میں سوال ہوا تو اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔

حافظ ابنِ حجرؒ نے مزید لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو صراحت کے ساتھ عزل سے منع نہیں فرمایا بلکہ اشارہ فرمادیا کہ عزل نہ کرنا بہتر ہے، کیونکہ جس بچہ کی پیدائش اللہ کی طرف سے مقدر ہوگی اس کو عزل سے روکا نہیں جاسکتا، اور ضرور پیدا ہوگا، پھر عزل سے کوئی فائدہ نہیں۔ [1]

## ضبطِ تولید

ضبطِ تولید کو اس وقت "خاندانی منصوبہ بندی" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جس کا مقصد شاید یہ ہے کہ اس خوبصورت نام کے پردے میں اس کے مفاسد کو چھپا دیا جائے۔ اسلام کی نظر میں خاندانی منصوبہ بندی جسے ایک مہم کی حیثیت سے چلایا جائے معاشرہ کے لئے کسی

[1] آداب الزفاف ص ۴۹

AsliAhleSunnet.com

بھلائی کا سبب نہیں بن سکتی۔

کائنات پر غور کرنے سے ایک انوکھا اور حکیمانہ نظام یہ سامنے آتا ہے کہ شرح پیدائش میں کمی بیشی کا تعلق حالات و مقامات کے امن و بدامنی سے جڑا ہوا ہے۔ جب کسی جگہ حالات پُرامن ہوتے ہیں تو پیدائش کا تناسب کم ہو جاتا ہے، اور پرخطر حالات میں یہ تناسب بڑھ جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی مشاہدہ ہے کہ مرد و عورت میں سے جس صنف کے لئے خطرہ ہو اس کی پیدائش میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جغرافیائی لحاظ سے جن علاقوں کو خطرات کا سامنا رہتا ہے ان میں پیدائش کی شرح عموماً زیادہ ہوتی ہے، ترقی پذیر تمام ممالک میں اس چیز کو کھلے طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔

## اسلام کے خلاف سازش

دُنیا میں ضبطِ تولید کے لئے جو مہم چلائی جا رہی ہے اس کا مقصد ظاہری طور پر یہ بتایا جاتا ہے کہ آبادی کے غیر متوازن اضافہ کو روکا جائے، انسانوں کے لئے آرام و راحت کا ماحول فراہم کیا جائے، اور کنبہ کو چھوٹا رکھ کر اسے خوشگوار زندگی سے ہمکنار بنایا جائے۔

اسلام کی نظر میں اگر یہ مقاصد قابلِ اعتراض نہ ہوں تو بھی ضبطِ تولید کو وہ ان مقاصد کے لئے جائز نہیں بتاتا۔

لیکن اس موقع پر ایک اہم سوال یہ ہے کہ کیا ضبطِ تولید کی مہم صرف مذکورہ مقاصد کے لئے چلائی جا رہی ہے، یا اس کے پیچھے کوئی اور غرض مخفی ہے؟ ہمیں یقین ہے کہ اس نظام کو اسلام کے خلاف ایک حربہ کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے، اور ووٹوں کی اکثریت پر مبنی جمہوریت کے دور میں مسلمانوں کی افرادی طاقت کو گھٹا کر زندگی کے میدان میں انھیں پیچھے ڈھکیلنے کی کوشش کی جا رہی ہے، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ اس نظام کی ترویج و اشاعت کے لئے اسلام کے

AsliAhleSunnet.com

مخالف تمام مذاہب اور سماجی نظام سرگرم ہیں۔ ذیل کے بیان سے اس کی تصدیق ہوتی ہے:

"مصر کے شہر اسکندریہ میں مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۷۲ء کو "مرقصی گرجا" میں پوپ شنودہ سوم کی سربراہی میں ایک خفیہ اجتماع منعقد ہوا تھا مصری حکومت کے ذمہ داروں نے مصری صدر کے حکم پر مذکورہ اجتماع کی بابت معلومات حاصل کرنے کے بعد جو رپورٹ صدر کو پیش کی تھی اس میں درج ذیل تفصیلات مذکور تھیں:

عبادت کی ادائیگی اور انجیل کی خواندگی کے بعد پوپ شنودہ نے عام حاضرین کو رخصت کر دیا، اب مجلس میں مذہبی شخصیات اور اسکندریہ کے مالدار و سربرآوردہ نصرانی باقی رہ گئے۔ اجتماع کے بابت معلومات حاصل کرنے کے لئے جنہیں مکلف بنایا گیا تھا انھوں نے عبادت کے دوران ہی آگے کی کارروائی ٹیپ کرنے کے لئے خفیہ طور پر آلات اور ضروری سامان نصب کر دیئے تھے۔

پوپ نے خفیہ اجتماع کے آغاز میں حاضرین کو بتایا کہ ہم اپنے منصوبہ کے مطابق کامیابی کے ساتھ تمام کام انجام دے رہے ہیں۔ مصر میں اب نصرانیوں کی تعداد تقریباً آٹھ ملین ہو چکی ہے۔ ۱۲ سے ۱۵ سال کی مدت میں اس تعداد کو بڑھا کر مصری آبادی کے نصف تک پہنچانا ہے۔ اس لئے کنیسہ اپنے ماننے والوں کے لئے عام حالات میں ضبطِ تولید کو حرام قرار دیتا ہے، اور دوسری طرف ان کو یہ حکم دیتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے حق میں ضبط تولید کی حوصلہ افزائی کریں اور اس کی ترغیب دیں، یہ امر اس لئے آسان ہے کہ ۶۵ فیصد ڈاکٹر اور محکمہ صحت سے متعلق کارکن نصرانی ہیں۔ نصرانی عوام کو افزائش نسل کی ترغیب دینا اور غریب لوگوں کے ساتھ مالی تعاون کرنا بھی ضروری ہے۔

نصرانی عوام کا معیارِ صحت و زندگی بھی بلند کرنا ضروری ہے تاکہ اموات کی

AsliAhleSunnet.com

شرح کم ہو۔

نصرانی مالکان مکان کو اپنے مکانات مسلمانوں کو کرایہ پر ہرگز نہ دینا چاہیئے، کیونکہ رہائش کی سہولت سے پیدائش کی شرح بڑھتی ہے، اور مشکلات سے اس میں کمی آتی ہے، جب مسلمانوں کو رہائش کی سہولت نہ ہوگی تو لازمی طور پر ان کی آبادی کا تناسب کم ہوگا۔

پوپ شنودہ نے متعدد دیگر منصوبوں پر روشنی ڈالنے کے بعد نصرانی عوام کے لئے اس امید کا اظہار کیا کہ مصر کی سرزمین جس پر عرب حملہ آوروں نے قبضہ کر رکھا ہے، عنقریب نصرانیوں کو مل جائے گی، جس طرح نصرانی اسپین (اندلس) تقریباً سات صدیوں تک مسلم سامراج کے قبضہ میں رہنے کے بعد نصرانیوں کو واپس مل گیا۔" [1]

## ایک سیمینار کی تجاویز

دہلی میں بحث و تحقیق کے ایک مسلم ادارہ نے ہندوستان کے علماء کا ایک اجتماع ۱۹۸۸ء میں منعقد کیا تھا، اس میں متعدد مسائل زیرِ بحث آئے تھے، شرکاء سیمینار نے ضبطِ تولید سے متعلق درج ذیل تجاویز متفقہ طور پر منظور کیں، ان سے ہندوستان کے اکثر علماء کا نقطۂ نظر واضح ہو جاتا ہے:

۱۔ کوئی بھی ایسا عمل جس کا مقصد نسلِ انسانی کے سلسلہ کو منقطع یا محدود کرنا ہو، اسلام کے بنیادی تصورات کے خلاف اور ناجائز ہے۔

۲۔ بطورِ فیشن خاندان کو مختصر رکھنے، یا تجارت و ملازمت کی مشغولیتوں کے متاثر ہونے، یا سماجی دل چسپیوں میں رکاوٹ پیدا ہونے کی وجہ سے اولاد کی ذمہ داریوں سے انکار و گریز کو شرع اسلامی کسی حال میں قبول نہیں کر سکتی۔

۳۔ جو خواتین بلند معیار زندگی کے حصول یا زیادہ سے زیادہ دولت جمع

---

[1] الاسرۃ المثالیۃ ص ۱۴۶

AsliAhleSunnet.com

کرنے کی خاطر نوکریاں کرنا چاہتی ہیں، اور اپنے مقصدِ تخلیق اور اس مقدّس فریضہ کو بھول جاتی ہیں جو قدرت نے نسلِ انسانی کی ماں بننے کی حیثیت سے ان پر عائد کیا ہے، ان مقاصد کی خاطر خاندان کو محدود کرنے کا تصوّر قطعاً غیر اسلامی ہے۔

۴ - جو بچہ موجود ہے اس کی پرورش، رضاعت اور نشو ونما پر اگر ماں کے جلد حاملہ ہونے کی وجہ سے نقصان کا خطرہ ہے تو ایسی صورت میں مناسب وقفہ قائم رکھنے کی خاطر عارضی مانع حمل تدابیر اختیار کرنا جائز ہے۔

۵ - دائمی منع حمل کی تدابیر کا استعمال مردوں کے لئے کسی بھی حال میں درست نہیں ہے، عورتوں کے لئے بھی منع حمل کی مستقل تدابیر ممنوع ہیں، سوائے ایک صورت کے، وہ استثنائی صورت یہ ہے کہ ماہر و قابل اعتماد اطبار کی رائے میں اگلا بچہ پیدا ہونے کی صورت میں عورت کی جان جانے یا کسی عضو کے تلف ہو جانے کا ظن غالب ہو تو اس صورت میں عورت کا آپریشن کر دینا تاکہ استقرار حمل نہ ہو سکے جائز ہے۔

۶ - عارضی منعِ حمل کی تدابیر و ادویہ کا استعمال بھی عام حالت میں جائز نہیں۔

۷ - چند استثنائی صورتوں میں عارضی منع حمل کی تدابیر و ادویہ کا استعمال مردوں اور عورتوں کے لئے درست ہے، مثلاً: عورت بہت کمزور ہے، ماہر اطبار کی رائے میں وہ حمل کی متحمل نہیں ہو سکتی، اور حمل ہونے سے اُسے شدید ضرر لاحق ہونے کا قوی اندیشہ ہو۔

ماہر اطباء کی رائے میں عورت کو ولادت کی صورت میں ناقابلِ برداشت تکلیفوں اور ضرر میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو۔[1]

---

[1] مصنف کے نام سیمینار کی رپورٹ

AsliAhleSunnet.com

## حُقُوقُ الزَّوجَیْنِ

اسلام نے معاشرتی نظام کو بڑی اہمیت دی ہے، صحیح خطوط پر اگر معاشرہ کی تعمیر نہ ہوسکے تو اس کے افراد جسمانی و روحانی سکون سے ہمکنار نہیں ہوسکتے۔ اور کسی معاشرہ کی صحیح و متوازن تعمیر کے لئے ضروری ہے کہ اس کے افراد باہمی حقوق و فرائض کا پورا لحاظ کریں۔ اسلام نے رشتہ داروں کے حقوق کی نگہداشت کی بڑی تاکید کی ہے اور کسی بھی طرح کی حق تلفی سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔

معاشرہ کے توازن اور اس کی بہتری کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ہر فرد اپنے حقوق و مفادات کے ساتھ ہی دوسروں کے حقوق اور ان کی بہبود کا بھی خیال رکھے، اور ہمیشہ اس بات کی کوشش کرے کہ حقوق کے حصول کے ساتھ ہی فرائض کی ادائیگی بھی ہوتی رہے، ورنہ معاشرہ کا توازن برقرار نہ رہ سکے گا، اور اس کے نتیجہ میں خاندان اور اس کے تمام افراد ایک طرح کی بے اطمینانی اور ذہنی کرب کا شکار ہو جائیں گے۔

زندگی میں حقوق و فرائض کے دور رس اثرات کی وجہ سے اسلام نے میاں بیوی کے حقوق و فرائض کو بڑی تفصیل سے بیان کر دیا ہے، اور دونوں سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ وہ اپنے اپنے حقوق کے حصول کی بات سوچتے ہوئے اولاد، معاشرہ اور پوری امت کے مفادات کو بھی پیشِ نظر رکھیں، ایسا نہ ہو کہ انسان اپنے حقوق کے حصول کی کوشش میں اولاد، معاشرہ یا امت کیلئے نقصان کا باعث بن جائے۔

## بیوی کے حقوق

عقدِ نکاح کے بعد بیوی کے درج ذیل حقوق شوہر پر عائد ہوتے ہیں:

### ۱۔ مادی حقوق:

(الف) مہر کی رقم، یہ عورت کا مخصوص حق ہے، اس سے یہ مطالبہ نہیں کیا جاسکتا

AsliAhleSunnet.com

کہ وہ اس رقم سے گھریلو ساز و سامان خریدے، کیونکہ گھر کو رہائش کی تمام ضروریات سے آراستہ کرنے کی ذمہ داری شوہر کے اوپر عائد ہوتی ہے۔

(ب) ضروری اخراجات، مرد کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ روزمرہ کے ضروری اخراجات کا بندوبست کرے، کیونکہ عورت اولاد کی تربیت اور امورِ خانہ داری میں مصروف رہنے کی وجہ سے کسبِ معاش کے لئے کوئی کام نہیں کر سکتی۔

مرد پر اخراجات کی ذمہ داری اس وقت تک ضروری ہے جب تک عورت اپنی گھریلو ذمہ داریوں کو ادا کرتی رہے، لیکن اگر وہ اس سلسلہ میں اپنے فرائض ادا نہ کرے تو پھر اس کا نفقہ کا حق ساقط ہو جائے گا، البتہ اگر وہ اپنی ذمہ داری دوبارہ ادا کرنے لگے تو نفقہ کی مستحق ہو جائے گی۔

## ۲۔ معنوی حقوق:

(الف) بیوی کا ایک حق یہ بھی ہے کہ شوہر اس کے ساتھ مناسب برتاؤ کرے، قرآن کریم کی ایک آیت میں اس نوعیت کے حقوق کو بڑے جامع اور بلیغ انداز میں واضح فرمایا گیا ہے:

| | |
|---|---|
| ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف۔ | جیسے عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں ویسے ہی عورتوں کے بھی ان پر دستور کے موافق حقوق ہیں۔ |
| (سورۂ بقرۃ : ۲۲۸) | |

ایک حدیث میں وارد ہے کہ کامل ترین مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں، اور وہ اپنے اہل وعیال پر مہربان ہو۔[1]

شریعت نے عورتوں کے ساتھ سختی یا ان پر ظلم وزیادتی سے تاکید کے ساتھ روکا ہے، اور ان کے ساتھ احسان ونرمی کا حکم دیا ہے، ارشادِ نبوی ہے:

| | |
|---|---|
| استوصوا بالنساء خیرًا | عورتوں کے حق میں بھلائی کی وصیت قبول |

[1] عون المعبود ۱۲/ ۴۳۹

AsliAhleSunnet.com

فانهن خلقن من ضلع ۰ وان اعوج شیء فی الضلع اعلاہ، فان ذہبت تقیمہ کسرتہ، وان ترکتہ لم یزل اعوج، فاستوصوا بالنساء خیرا۔ [1]

کرو، وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں، اور پسلیوں میں سب سے ٹیڑھی اوپر کی پسلی ہے، اگر اسے سیدھی کرنا چاہو گے تو ٹوٹ جائے گی، اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو برابر ٹیڑھی رہے گی، پس عورتوں کے حق میں وصیت قبول کرو۔

اگر کسی کے پاس ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے مابین ہر چیز میں انصاف ضروری ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کسی کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان انصاف نہ کرے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا بدن جھکا ہوگا۔

عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں حجۃ الوداع کا ذکر ہے، اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ اچھے معاملہ کو ضروری سمجھو، وہ تمہاری محتاج ہیں، جب تک ان سے کسی بے حیائی کا صدور نہ ہو، ان کے ساتھ اچھا معاملہ کرو، تمہارا ان پر اور ان کا تم پر حق ہے تمہارا حق یہ ہے کہ وہ کسی دوسرے کے ساتھ برائی نہ کریں، اور کسی ناپسندیدہ شخص کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دیں۔ اور ان کا حق یہ ہے کہ تم انھیں اچھا کھانا کھلاؤ اور اچھا کپڑا پہناؤ۔ [2]

ابو داؤد کی ایک حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ بیوی کو چہرہ پر نہ مارو، برا بھلا نہ کہو اور ناراضگی میں اسے گھر سے باہر نہ نکالو۔ [3]

ایک حدیث میں مذکور ہے کہ بہتر وہ شخص ہے جس کا اپنے اہل وعیال سے برتاؤ اچھا ہو۔ [4]

---

[1] فتح الباری ۹/ ۲۵۳ — [2] ابن ماجہ ۱/ ۵۹۴

[3] عون المعبود ۶/ ۱۸۰ — [4] ابن ماجہ ۱/ ۶۳۶

AsliAhleSunnet.com

اسلام نے عام طور پر عورتوں کے معاملہ میں تحمل سے کام لینے کی تلقین کی ہے، اس لئے اگر ان کی طرف سے کوئی ناپسندیدہ حرکت صادر ہو تو مرد کو صبر کرنا چاہیئے، اور عورت کے ساتھ حسنِ سلوک کو بند نہ کرنا چاہیئے، قرآن کریم نے مسلمانوں کو اس سلسلہ میں یوں مخاطب فرمایا ہے:

| | |
|---|---|
| وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئًا ویجعل اللہ فیہ خیرًا کثیرًا۔ (النساء: ۱۹) | اور عورتوں سے دستور کے موافق نباہ کیا کرو پھر اگر تم ان کو کسی وجہ سے ناپسند کرو تو بھی نباہ کرو، شاید خدا تمہاری ناپسندیدہ چیز میں تمہارے لئے بہت سی بہتری کردے۔ |

(ب) شوہر کے لئے ضروری ہے کہ وہ جس طرح بیوی کے کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کا انتظام کرتا ہے، اسی طرح اسے اعزا و اقرباء کے پاس ملاقات کے لئے بھی جانے دے، اگر کوئی اس کے گھر بیمار ہو تو اس کی خبر گیری کا بھی موقع دے۔

(ج) بیوی کے حقوق میں اس کے جذبات کی رعایت اور رائے کا احترام بھی ہے، اگر کسی معاملہ میں اس کی رائے مفید ہو تو اس پر عمل ضروری ہے، سیرتِ نبوی میں ہمیں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں، حدیبیہ کے موقع پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امِ سلمہؓ کی رائے پر عمل فرمایا تو اس سے مسلمان گناہ سے محفوظ رہے۔

(د) معنوی حقوق میں یہ بات بھی اہم ہے کہ شوہر بیوی کو اسلام کے ضروری عقائد وعبادات کی تعلیم دے، اور شریعت کے احکام پر عمل کی تلقین کرے، سورۂ تحریم کی آیت نمبر ۶ میں اللہ تعالیٰ نے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچانے کا جو حکم فرمایا ہے اس پر عمل کی ایک صورت یہ بھی ہے۔

(ھ) بیوی کے تدین اور عزت و آبرو کا خیال رکھنا بھی مرد کی ذمہ داری ہے، ایسی مجلسوں اور مقامات سے اسے دور رکھنا ضروری ہے جن سے عزت و آبرو پر

AsliAhleSunnet.com

حرف آنے کا اندیشہ ہو، اور اسلامی احکام و آداب کی خلاف ورزی لازم آئے۔
اسی طرح فطری طور پر بھی عورت کے لئے ایسا ماحول مہیا کرنا چاہیئے جس میں اس کے تدین کا جذبہ پروان چڑھ سکے، گھر میں صاف ستھرا دینی و ثقافتی لٹریچر مہیا کیا جائے، اور گندے ناولوں اور فحش افسانوں وغیرہ سے اسے محفوظ رکھا جائے۔ فکری و عملی طور پر جب تک عورت کے اندر بلندی و پاکیزگی نہ پیدا ہوگی اس وقت تک وہ گھر کے ماحول کو صاف ستھرا اور پرسکون نہیں بنا سکتی، اور نہ اس کی گود میں پلنے والی اولاد افکار و اعمال کے لحاظ سے مثالی بن سکتی ہے۔

## ازواجِ مطہرات کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ

ایک مومن کے لئے ہر معاملہ میں اسوۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ضروری اور باعثِ نجات ہے۔ ازدواجی زندگی میں بھی ہمارے سامنے آپؐ ہی کا کردار بطورِ نمونہ رہنا چاہیئے۔

اُمہات المؤمنینؓ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ حُسنِ سلوک، عدل و انصاف اور دلجوئی اور خاطر داری کا اعلیٰ نمونہ تھا، اسلام نے صنفِ نازک کے ساتھ جو رعایت کی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی میں اس کی زندہ تصویر نظر آتی ہے۔ آپ ازواجِ مطہرات کے ساتھ ہر موقع پر نرمی و مروّت اور صبر و تحمل سے کام لیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے عورتوں کو آبگینوں سے تعبیر فرمایا جو معمولی ٹھیس لگنے سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک پر اُبھارتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ: تم میں بہتر وہ شخص ہے جو اپنے اہل و عیال کے لئے بہتر ہو، اور میں اپنے اہل و عیال کے لئے تم سب سے زیادہ بہتر ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے ساتھ ہمیشہ مروّت و نرمی کا برتاؤ

AsliAhleSunnet.com

فرماتے تھے اور ہر چیز میں انصاف و دلجوئی کو پیشِ نظر رکھتے تھے۔ کھانے پینے کا معاملہ ہو یا پہننے اوڑھنے کا یا قیام کے لئے باری مقرر کرنے کا یا وعظ و نصیحت کرنے کا کسی بھی معاملہ میں آپ انصاف کے خلاف قدم نہ اٹھاتے تھے۔ آپؐ تمام ازواج کے پاس صبح کے وقت وعظ و نصیحت کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور شام میں بات چیت اور دلجوئی کے لئے، آپؐ جس کمرے میں تشریف رکھتے تھے اس میں تمام ازواج مطہرات بھی اکٹھا ہو جاتی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف رکھتے تھے تو اپنی ضرورت کے کام بھی اپنے ہاتھ سے انجام دے لیتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ نرم دل اور کریم تھے، آپ ایک انسان تھے لیکن مسکرانے والے انسان۔

آپ جب سفر میں تشریف لے جاتے تھے تو قرعہ اندازی کے بعد جس بیوی کا نام آتا اسے ساتھ لے جاتے لیکن سفرِ حج کے لئے تشریف لے گئے تو سب کو ساتھ رکھا۔

مرض الموت میں باری کے مطابق ہر ایک بیوی کے حجرہ میں جانا باعثِ تکلیف تھا، آپؐ نے متعدد بار دریافت فرمایا کہ کل مجھے کہاں رہنا ہے؟ امہات المومنین نے آپ کی منشا سمجھ کر اجازت دیدی کہ آپ جہاں چاہیں قیام فرمائیں تو آپؐ نے تا وصال حضرت عائشہؓ ہی کے حجرہ میں قیام فرمایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہؓ سے زیادہ محبت اور قلبی تعلق تھا جس کے متعدد اسباب تھے لیکن اس کے باوجود آپ کم سے کم خوبیوں والی کسی بیوی پر انہیں ترجیح نہیں دیتے تھے بلکہ ہر ایک کے ساتھ منصفانہ برتاؤ فرماتے تھے اور ساتھ ہی یہ دعا بھی فرماتے تھے: اللھم ھٰذا قسمی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک ولا املک۔ یعنی اے اللہ میں جس کا مالک ہوں اس میں یہ میری تقسیم ہے، پس جس چیز کا تو مالک ہے اور میں مالک نہیں ہوں اس میں میرا مواخذہ نہ فرما۔

AsliAhleSunnet.com

مقصد یہ تھا کہ محبت کے طبعی لوازم میرے دائرۂ اختیار سے باہر ہیں اس لئے ان پر گرفت نہ فرما۔ [1]

اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امہات المؤمنین کے ساتھ احسان وسلوک کی راہ میں ہر طرح کی تکلیف برداشت کرکے ان کی دلجوئی فرمائی اور اس حسن معاملہ کے ساتھ ساتھ ان کو دین کے تمام احکام سکھائے اور ان سے پھر امت کے مردوں اور عورتوں نے اسلامی تعلیمات کا بڑا حصہ سیکھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ ازواجِ مطہرات کا خیال رہتا تھا، آپ فرماتے تھے کہ مجھے اپنے بعد تمہاری فکر ہے، میرے بعد تمہارے ساتھ صرف صبر کرنے والے ہی شفقت و نرمی کر سکتے ہیں۔ [2]

اسلام کی انھیں تعلیمات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور عورتوں کے معاملہ میں احسان وملاطفت کا یہ اثر تھا کہ عربوں کے دلوں میں عورتوں کے خلاف نفرت وحقارت کا جو جذبہ اسلام سے پہلے موجود تھا وہ اسلام کے بعد بالکل ختم ہو گیا اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے والے ہاتھ ان کے سروں کو شفقت ومروت کے ساتھ سہلانے لگے اور عورتوں کے ساتھ نرمی ومروت کا معاملہ کرنے میں ہر شخص کو عزت محسوس ہونے لگی۔

## شوہر کے حقوق

اسلام نے جس طرح بیوی کے حقوق مقرر کئے ہیں، اسی طرح شوہر کے حقوق ہیں، ان کی ادائیگی ہر مسلمان عورت کے لئے ضروری ہے، ان ذمہ داریوں کو اجمالی طور پر درج ذیل امور میں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱- بیوی کے لئے ضروری ہے کہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے شوہر کی اطاعت کرے، اور اسلام نے مرد کو خاندان میں جو برتری دی ہے اس کا لحاظ رکھے،

---

[1] حقوق النساء فی الاسلام ص ۱۱۰ [2] الاسلام والمرأۃ ص ۹۲

AsliAhleSunnet.com

جب شوہر اسے اپنی ضرورت کے لئے بلائے تو بغیر عذر انکار نہ کرے۔ خوشگوار عائلی زندگی کے لئے یہ اطاعت ضروری ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ عورت اگر پنجوقتہ نماز پڑھے، روزہ رکھے، شرمگاہ کی حفاظت کرے اور شوہر کی اطاعت کرے تو جنت میں داخل ہوگی۔[1]

ایک حدیث میں وارد ہے کہ بیوی کے لئے شوہر کی فرماں برداری کا اجر جہاد فی سبیل اللہ کے اجر کی مانند ہے۔[2]

بیوی اگر شوہر کی اطاعت کرے تو اس سے گھر کا ماحول خوشگوار رہے گا، تعاون کی فضا قائم رہے گی اور اولاد کے اندر بھی بڑوں کی اطاعت اور مرتبہ شناسی کا جذبہ پیدا ہوگا۔

ایک حدیث میں مذکور ہے کہ عورت اگر اس حال میں وفات پائے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنتی ہے۔[3]

حضرت عائشہ رضؓ کی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عورت پر کس کا حق زیادہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ شوہر کا، پھر انھوں نے پوچھا کہ مرد پر کس کا حق زیادہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ماں کا۔[4]

۲۔ شوہر کے احساس وشعور کی نگہداشت رکھے، یعنی گھر کے اندر شوہر کا کسی ایسی چیز سے سابقہ نہ پڑنے دے جو اس کو ناپسند ہو۔ آدمی گھر سے باہر کام کاج میں مصروف رہتا ہے تو بہت سی ناخوشگوار چیزیں اس کے سامنے آتی ہیں، گھر پہنچنے کے بعد اگر اس کی ذہنی وجسمانی سکون نہ حاصل ہو تو اس کے لئے اپنی ذمہ داریوں کو انجام دینا مشکل ہوجائے گا۔

۳۔ شوہر کے دین اور اس کی عزت وآبرو کا تحفظ کرے، یعنی گھر میں اور

---

[1] مسند احمد ۱/۱۹۱
[2] کشف الاستار ۲/۱۸۱
[3] ابن ماجہ ۱/۵۹۵
[4] کشف الاستار ۲/۱۷۶

AsliAhleSunnet.com

گھر سے باہر پردہ کا خیال رکھے، اور نامحرم مردوں کا سامنا نہ کرے، نہ ان کے لئے زیب و زینت کا اظہار کرے، شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے، نہ گھر میں کسی کو داخل ہونے کی اجازت دے۔

عورت اگر نگاہ پست رکھے، اور عفت و پاکیزگی کو اختیار کرے تو اس سے شوہر کی نظر میں اس کا مرتبہ بلند ہوگا، اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی سزاوار ہوگی۔ ایسی عورت سے شوہر کو اسلامی احکام پر عمل کرنے میں تعاون حاصل ہوگا، اور اپنی عزت و آبرو کے سلسلہ میں وہ مامون رہے گا۔

۴۔ ذاتی و معاشرتی زندگی میں شوہر کی رضامندی اور پسند کا خیال رکھے، جن کاموں کو وہ انجام دینا چاہتا ہے، یا جن لوگوں سے وہ ملنا جلنا پسند کرتا ہے اس میں رکاوٹ نہ پیدا کرے۔ کسی ایسے معیارِ زندگی کا شوہر سے مطالبہ نہ کرے جو اس کی استطاعت سے باہر ہو، اس سے مرد کے جذبہ کو ٹھیس لگنے اور غلط طور پر مال حاصل کرنے کی کوشش میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔ ایک باایمان بیوی کی شان یہ ہونی چاہیئے کہ وہ شوہر کو ہمیشہ رزقِ حلال کی تلقین کرے، ہمارے اسلاف کی بیویاں شوہروں سے صاف طور پر کہتی تھیں کہ حرام روزی سے ہمیں بچانا، ہم فقر و فاقہ کی شدت کو برداشت کرسکتے ہیں، لیکن جہنم کی آگ کا برداشت کرنا مشکل ہے۔

۵۔ گھر کے انتظام کو پوری طرح سنبھالے، صفائی ستھرائی کا خیال رکھے، اور ضروری کاموں کو خوش اسلوبی سے انجام دے، حضرت فاطمہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خادم طلب کیا تھا تو آپؐ نے انھیں تکبیر و تسبیح کی تلقین فرمائی، اس سے امت کی خواتین کو یہ سبق ملتا ہے کہ خادم کی استطاعت نہ ہو تو عورت کے لئے گھر کا کام کاج کرنا بہتر ہے۔

۶۔ شوہر کے مال و متاع کا پورا تحفظ کرے، اور اس کی اجازت کے بغیر

AsliAhleSunnet.com

کسی کو کچھ نہ دے۔ بلا اجازت شوہر کا مال خرچ کرنے میں اندیشہ ہے کہ شوہر کو غلط فہمی ہو جائے، اور وہ بیوی کو غیر مخلص سمجھ کر اس سے متنفر ہو جائے۔

۷۔ اگر شوہر گھر پر رہے تو اس کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہ رکھے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ رکھنا جائز نہیں، اور نہ اس کی مرضی کے بغیر کسی کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دینا چاہیئے۔ [1]

۸۔ شوہر کی رضامندی کا خیال رکھے، گھر کا ماحول ایسا بنائے کہ جب وہ گھر میں داخل ہو تو اس کی طبیعت مکدر نہ ہو، کشادہ روئی سے پیش آئے، کام کاج کی محنت و مشقت کا شکوہ نہ کرے، اور اپنا لباس اور شکل و صورت ایسی نہ بنائے جس سے شوہر کو نفرت ہو۔

۹۔ شوہر کے والدین اور بھائی بہنوں کے ساتھ احترام اور نرمی کا برتاؤ کرے، اور جائز کاموں میں ان کا کہا مانے، اسلام نے عام لوگوں کے ساتھ نرمی و مروّت کے برتاؤ کی تاکید کی ہے، جو لوگ شوہر کے قریبی عزیز ہیں ان کے ساتھ مناسب برتاؤ اور زیادہ ضروری ہے۔

۱۰۔ شوہر کے ساتھ غصہ یا بلند آواز سے بات نہ کرے، اپنے حسن و جمال اور خاندان و قبیلہ کی عزت و رسوخ کا تذکرہ فخریہ انداز سے نہ کرے، اس سے کبھی شوہر کو تکلیف ہو سکتی ہے۔

۱۱۔ شوہر سے کبھی طلاق کا مطالبہ نہ کرے۔

۱۲۔ اولاد کی تربیت کرے اور انھیں کسی دوسرے پر نہ چھوڑے، کیونکہ بچہ کو جو پیار و محبت اور سلیقہ و شائستگی ماں سے مل سکتی ہے وہ کسی اور عورت سے نہیں مل سکتی۔ عورت اگر گھر کے باہر کسی کام کو انجام دینے کے بجائے گھر پر

---

[1] فتح الباری ۹/۲۹۵

AsliAhleSunnet.com

رہ کر اولاد کی تربیت کرے تو یہ اس کا بہت بڑا کارنامہ ہوگا، اس طرح وہ ایک صالح نسل کو تیار کرنے میں معاون ہوگی جس سے اسلام کی خدمت کی توقع ہے۔

## شوہر اور والدین کے حقوق کے مابین تطبیق

بعض اوقات ایسی صورتِ حال پیدا ہوجاتی ہے کہ ایک عورت کے لئے شوہر اور والدین دونوں کے حقوق کی ادائیگی میں دشواری پیدا ہوجاتی ہے، اس سلسلہ میں سعودی عرب کے مشہور عالم شیخ محمد صالح العثیمن کا فتویٰ یہ ہے:

"بیوی پر اس کے شوہر کا حق اس کے والدین کے حق سے بڑا ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کسی انسان کو میں کسی انسان کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو شوہر کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا۔"

لہٰذا عورت کا فرض ہے کہ وہ والدین سے زیادہ شوہر کی رعایت کرے، مگر ان کی نافرمانی سے حتی الامکان گریز کرے، ان کے ساتھ حسن سلوک ضروری ہے، مثلاً اگر کسی عورت کی ماں اسے شوہر کے ساتھ مذاق کا حکم دے یا کسی چیز کے مطالبہ پر اکسائے تو ایسی صورت میں ماں کی اطاعت ضروری نہیں۔

اسی طرح اگر شوہر کی ماں مطالبہ کرے کہ وہ بیوی کو طلاق دیدے تو اگر بیوی کے دین و اخلاق میں خرابی نہ ہو تو اس کی بات مان کر طلاق دینا صحیح نہیں لیکن اگر والدین بیوی کی کسی دینی خرابی کے باعث طلاق کا مطالبہ کریں تو مناسب ہے کہ شوہر ان کی بات مان کر طلاق دیدے بشرطیکہ اس خرابی کی اصلاح کی کوئی صورت نہ ہو، لیکن اگر اصلاح کی امید ہو تو پہلے اصلاح کی کوشش کرنا چاہیئے، کیونکہ مرد کو شریعت نے عورت کی تادیب و اصلاح کا حق دیا ہے۔ [1]

---

[1] المسلمون، شمارہ ۱۳ر فروری ۱۹۸۷ء ص ۱۰

AsliAhleSunnet.com

**ایک وضاحت** اسلام نے خاندان میں مردوں کو جو برتری دی ہے اور "الرجال قوّامون علی النساء" (مرد عورتوں پر حاکم ہیں) فرما کر ان کی بالادستی کا جو اعلان کیا ہے اس پر جدید دور میں طرح طرح کے اعتراضات کئے جاتے ہیں، اور اسے عورت کی توہین اور اس کے ساتھ ناانصافی کے ہم معنیٰ بتایا جاتا ہے۔

اسلام نے اس حکم میں جن سماجی مصلحتوں کو پیشِ نظر رکھا ہے، ان سے آنکھیں بند کر کے مرد و عورت کے مابین مکمل مساوات کی ضرورت کا نعرہ بلند کیا جا رہا ہے، مغرب کی تقلید میں جو لوگ ایسا کر رہے ہیں ان کی نظروں سے وہ مفاسد اوجھل ہیں جو مطلق مساوات کے نتیجہ میں آج مغربی معاشرہ میں عام ہیں۔

اسلام نے عورتوں کو جن حقوق سے نوازا ہے ان کے بعد پھر مساوات کا کیا معنیٰ اور کتنی اہمیت باقی رہ جاتی ہے؟ اسلامی شریعت نے عورت کے لئے زندگی کے ہر مرحلہ میں کفالت و حفاظت کا ایک ذمہ دار مقرر کیا ہے۔ شادی سے پہلے باپ، شادی کے بعد شوہر اور شوہر کے بعد اولاد اس کی کفالت کی ذمہ دار ہے، شوہر یا اولاد سے محرومی کے بعد بھی اسلام نے عورت کی کفالت اور باعزت زندگی کا انتظام کیا ہے، اور اس کے والدین، بھائی وغیرہ پر اس کی کفالت کی ذمہ داری ڈالی ہے۔

مشرق میں جو عورتیں مغرب کی نقالی میں بداخلاقی کی راہ پر آگے بڑھ رہی ہیں، اور مردوں کے ساتھ برابری کے مطالبہ کو دہرا رہی ہیں انھیں اس حقیقت کا علم نہیں کہ مغرب میں عورتیں مساوات کا مطالبہ اس لئے کر رہی ہیں کہ انھیں مردوں نے اُن کے عام انسانی حقوق سے محروم کر رکھا ہے، اور اگر ان عورتوں کو اسلامی شریعت کی معاشرتی اصلاحی تعلیمات کا صحیح اندازہ ہو جائے تو یقیناً وہ یہ مطالبہ کریں گی کہ ان پر وہی اسلامی احکام نافذ کئے جائیں جن کا اعلان اسلام نے

AsliAhleSunnet.com

آج سے چودہ سو سال قبل کیا تھا۔[1]

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عورت کے مقابلہ میں مرد کو کیوں سربراہی دی گئی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام نے دونوں کے جسمانی حالات اور معاشرتی واقتصادی ذمہ داریوں کا لحاظ کرنے کے بعد یہ حکم دیا ہے کہ سربراہی مرد کا حق ہے، اس سلسلہ میں علماءِ اسلام نے وضاحت کی ہے کہ عورت فطری طور پر جذبات سے فوراً مغلوب ہوجاتی ہے، اس کے اندر انفعالی کیفیت اور نرمی کا جذبہ بھی مرد کے مقابلہ میں زیادہ ہوتا ہے، اور اولاد کی تربیت و پرورش میں اسے انھیں صفات کی ضرورت ہے۔ اس کے مقابلہ میں مرد نہ تو جذبات سے مغلوب ہوتا ہے، اور نہ ہی شفقت و مروّت کے داعیہ سے متاثر، وہ ہر موڑ پر غور و فکر سے کام لے کر قدم آگے بڑھاتا ہے۔ اور کسی نظام کو سنبھالنے اور چلانے کیلئے یہی اوصاف ضروری ہوتے ہیں۔[2]

لیکن عورت پر مرد کی بالادستی کا یہ مطلب نہیں کہ مرد انانیت، تکبر، بدخواہی اور زیادتی کی پالیسی پر عمل کرے، اور عورت کو اپنی ماتحتی و فرماں روائی کے شکنجہ میں جکڑے رہے۔ اسلام نے جہاں مرد کی بالادستی کی وضاحت کی ہے وہیں یہ حکم بھی دیا ہے کہ مرد عورت کے ساتھ نرمی و محبت کا برتاؤ کرے، اور آمریت و استبداد سے پرہیز کرے۔ ایک انسان اگر اپنے مخلص دوست کی بات مان سکتا ہے، ایک شہری اپنے حاکم کی بالادستی کو تسلیم کرسکتا ہے تو بیوی اپنے شوہر کی بالادستی کو کیوں تسلیم نہیں کرسکتی جب کہ دونوں کے مابین اخلاص و محبت کا رشتہ پہلے ہی سے قائم ہوچکا ہے؟

کچھ لوگ مرد کی بالادستی کے اسلامی حکم پر اعتراض کرتے ہیں اور اسے عورت

---

[1] حقوق النساء فی الاسلام ص ۲۰۱ [2] ایضاً ص ۱۹۷

AsliAhleSunnet.com

کی غلامی و توہین سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن یہ تصور شرعی حکم کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ خود عورت اور اس کے خاندان کے لئے انتہائی تباہ کن ہے، اس سے عورت کو کسی طرح کی برتری کے بجائے معاشرتی نقصان ہوگا۔ شوہر کی اطاعت کا اصول صرف اسلام نے مقرر نہیں کیا ہے، بلکہ نصرانی مذہب کے ماننے والے بھی اس کی پابندی کرتے ہیں۔ انگلینڈ میں گرجا کا پادری ملکۂ انگلستان تک سے شادی کے وقت یہ سوال کرتا ہے کہ کیا وہ شوہر کی اطاعت کرے گی؟ اور ملکہ اس سوال کا جواب اثبات میں دیتی ہے۔

خاندان پر مرد کی نگرانی کے اصول سے بدکنے والے حضرات کو ان معاشرتی نظام کے ماہرین کی آراء پر غور کرنا چاہیئے جو اسلام کو نہ مانتے ہوئے بھی اس کے اس اصول کو مبنی بر انصاف قرار دیتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ مرد کی طرف سے عورت کی حمایت ہی خاندان کے استقرار اور ازدواجی زندگی سے عورت کے بہرہ اندوز ہونے کی اصل بنیاد ہے۔ اگر عورت کو گھر کی نگرانی کا حق دیدیا جائے تو خاندان کبھی سعادت سے ہمکنار نہیں ہوسکتا کیونکہ فطری طور پر عورت کے اندر یہ صلاحیت موجود نہیں ہے۔ [1]

## شوہر کی اطاعت کا دائرہ

بیوی کن امور میں شوہر کی اطاعت کی پابند ہے؟ اس سوال پر روشنی ڈالتے ہوئے مشہور محدث علامہ محمد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں: چونکہ حتی المقدور بیوی پر شوہر کی اطاعت فرض ہے، اس لئے اس کو گھریلو امور کی انجام دہی اور اولاد کی تربیت کا ذمہ دار مانا جاتا ہے، علماء نے اس مسئلہ میں مختلف آراء کا اظہار کیا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فتاوی (۲/۲۳۴) میں لکھتے ہیں کہ گھریلو امور مثلاً بستر بچھانے، کھانا پانی دینے، آٹا پیسنے اور جانور کو چارہ دینے اور اس طرح کے

---

[1] ماذا عن المرأۃ ص ۱۲۷۔

AsliAhleSunnet.com

دوسرے کام کرنے کی ذمہ داری عورت پر ڈالنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ اس طرح کے کام کی ذمہ داری بیوی پر نہیں ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ یہ سب کام عورتوں کو کرنا ضروری ہے، کیونکہ شوہر کو بیوی کا سردار اسی لحاظ سے کہا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں صحیح خیال یہ ہے کہ عورت پر شوہر کی اطاعت و خدمت کی جو ذمہ داری شریعت کی طرف سے عائد کی گئی ہے اس میں مذکورہ کام داخل ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ شوہر بیوی کے نان نفقہ اور لباس و مکان کا ذمہ دار ہوتا ہے، اس لئے اس کے مقابلہ میں بیوی کو اس کی خدمت کرنا ضروری ہے، عقل و نقل دونوں سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اگر مرد کو گھریلو کام کاج کا ذمہ دار قرار دیا جائے گا تو پھر رزق و معاش کے حصول کے لئے اسے تگ و دو کا موقع کب ملے گا؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہؓ نے گھریلو کام کی زیادتی اور اپنی پریشانی کا تذکرہ کرکے ایک غلام طلب کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خادم مہیا کرنے کے بجائے انھیں تسبیح، تحمید اور تکبیر کی تعلیم دی، اور فرمایا کہ یہ عمل خادم سے بہتر ہوگا۔ اگر بیوی پر گھریلو کام کی انجام دہی ضروری نہ ہوگی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً حضرت علیؓ سے یہ فرماتے کہ گھریلو امور کی ذمہ داری تم پر ہے، لیکن آپؐ نے ایسا نہیں فرمایا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کو گھر کا کام کاج خود انجام دینا چاہیئے تاکہ شوہر باہر کی ذمہ داریوں کو سنبھال سکے، ہاں اگر شوہر کے پاس وقت ہو تو وہ گھریلو امور میں بیوی کا ہاتھ بٹا سکتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کرنا ثابت ہے۔ [1]

---

[1] آداب الزفاف ص ۱۸۰

AsliAhleSunnet.com

## خوشگوار ازدواجی زندگی کے اسباب

سورۂ روم کی آیت نمبر ۲۱ میں ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کی بُنیاد کا تذکرہ ہے:

"اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری جنس سے تمہارے لئے بیویاں پیدا کی ہیں تاکہ تم ان کے ساتھ انس حاصل کرو، اور اس نے تم میں پیار اور رحم پیدا کیا ہے، بے شک اس واقعہ میں فکر کرنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔"

اس آیت میں "سکون" کے لفظ سے اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ زوجین میں سے ہر ایک دوسرے سے بہرہ اندوز ہوگا، اور اسے مسرت و راحت اور اطمینان و عافیت حاصل ہوگی، عفت و پاکدامنی کی زندگی آسان ہوگی، اور قلب و نفس کا سکون میسّر ہوگا۔

اس بیان سے ان حقوق و واجبات کی تعیین بھی ہوجاتی ہے جو ازدواجی زندگی میں میاں بیوی سے متعلق ہوتے ہیں۔ آیت میں جس طرح مثالی ازدواجی زندگی کی بُنیادوں کا تذکرہ ہے، اسی طرح یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ انسانوں میں مرد کا عورت سے متعلق دیگر حیوانات کے تعلق سے بہت برتر ہے، یہاں زندگی کا ایک مقصد اور اس کے اندر ایک پاکیزگی اور اُلفت و محبت ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ انسان آسانی سے اس بلند مقام تک پہنچ سکے جس کے لئے اس کی تخلیق ہوئی ہے۔ خوراک، پوشاک اور مکان کی ضرورت حالات کے لحاظ سے گھٹتی بڑھتی رہتی ہے، اور بعض حالات میں ختم بھی ہوجاتی ہے، لیکن زوجین کے مابین الفت و رحمت کا جو رشتہ اسلام نے قائم کیا ہے اس میں مادی اسباب سے بے نیازی کے بعد اور اضافہ ہوتا ہے، اور اسی سے ازدواجی زندگی میں خوشگواری برقرار رہتی ہے۔

محبت و اُلفت کے جس رشتہ کو قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی نشانی قرار دیا

AsliAhleSunnet.com

ہے اس کے تحفظ کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی جانب رہنمائی فرمائی ہے کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک اپنے صنفی خصائص کو پوری طرح برقرار رکھے تاکہ الفت و محبت کے رشتہ میں کسی طرح کی کمزوری نہ پیدا ہو۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ بیوی اپنی نسوانی خصوصیت اور زنانہ حسن و جمال کا پورا تحفظ کرے، اور کسی بھی ایسی . . . وضع قطع اور عادت و کردار کو اختیار نہ کرے جو مردوں کے ساتھ خاص ہو اور جس سے اس کی نسوانی حیثیت پر حرف آئے۔ عورت کی نسوانیت جس قدر محفوظ رہے گی اسی قدر وہ شوہر کی نظر میں محبوب ہوگی، اسی طرح مردوں کو بھی اپنے مردانہ اوصاف و مظاہر کے تحفظ کی تلقین کی گئی تاکہ ان کی طرف عورتوں کا میلان قائم رہے، اور اس کے ذریعہ خاندانی نظام میں استواری برقرار رہے۔

سکون و اطمینان کا ایک معنوی پہلو بھی ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح میاں بیوی جسمانی تقاضوں اور جنسی خواہشات کی تکمیل کے سلسلہ میں ایک دوسرے کا لحاظ رکھتے ہیں، اسی طرح افکار و رجحانات میں بھی ان کے مابین ہم آہنگی و یکسانیت ضروری ہے۔ یعنی دونوں عقیدہ و عمل میں ان تعلیمات و احکام کے پوری طرح پابند ہوں جن کو شریعتِ اسلامیہ نے ضروری قرار دیا ہے۔ اگر اسلام کی تعلیمات پر زوجین میں سے کسی کا عمل نہ ہوگا، اور زندگی میں عملی ناہمواری و گمراہی موجود ہوگی تو لازمی طور پر اس سے ازدواجی زندگی متاثر ہوگی، پھر آپس میں نفرت و عداوت کا جذبہ پروان چڑھے گا۔

آیت میں رحم و مروّت کا جو ذکر ہے اس کی کارفرمائی پوری انسانی زندگی میں جاری و ساری ہے، ازدواجی زندگی کے علاوہ اولاد کی تربیت و تعلیم اور خاندان کی کفالت و تحفظ کے لئے بھی اس صفت کی تاثیر مسلّم ہے، یہی جذبہ ہے جس سے انسان اپنے اہل و عیال کی تربیت کرتا ہے، اور اسی سے اس کے اندر

AsliAhleSunnet.com

قرابتوں اور عام انسانوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تحریک پیدا ہوتی ہے، قدرت نے انسانوں میں یہ جذبہ پیدا کر کے معاشرتی زندگی کے توازن کو برقرار رکھا ہے اور ہر طرح کے خلل و فساد سے اس کی حفاظت کی ہے۔

علماء اسلام نے وضاحت کی ہے کہ شادی کے اہم رشتہ سے شریعت کے پیشِ نظر درج ذیل مقاصد ہیں:

- زوجین کی عفت و پاک دامنی۔
- نسب کا تحفظ۔
- معاشرتی ربط و تعلق۔
- انسانی تعلقات کی توثیق و تقویت۔
- انسانی صلاحیتوں کو معاشرتی زندگی کی تعمیر و ترقی کے لئے صحیح طور پر استعمال کرنا۔

## شریعت کی پابندی

ازدواجی زندگی کی کامیابی کا تمام تر دار و مدار میاں بیوی کے ذاتی اوصاف اور احکامِ شریعت کی پابندی پر ہے، اس کے لئے درجِ ذیل نقاط پر غور و توجہ ضروری ہے:

(۱) میاں اور بیوی دونوں کو محبت و اطاعت کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہیئے، اور کتاب و سنت سے ثابت احکام پر عمل کرنا چاہیئے، کسی غلط رسم و رواج یا خلافِ شریعت طور طریقہ کو زندگی میں ہرگز راہ نہ دینا چاہیئے، اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۶ میں انتہائی واضح طور پر بتا دیا ہے کہ:

"کسی معاملہ میں اللہ اور رسول کے حکم کے بعد کسی مومن مرد یا عورت کو اس کی مخالفت کا اختیار باقی نہیں رہتا، اللہ اور رسول کی نافرمانی کا انجام کھلی گمراہی ہے۔"

(۲) دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کا پورا پورا خیال رکھنا ضروری

AsliAhleSunnet.com

ہے، بیوی کو کبھی شوہر کے مساوی حقوق کا مطالبہ نہ کرنا چاہیئے، اور نہ شوہر کو اپنی بالادستی کا بیجا استعمال کرنا چاہیئے۔ قرآن کریم نے صاف طور پر بتادیا ہے کہ جس طرح عورتوں کے فرائض مقرر ہیں، اسی طرح ان کے حقوق بھی متعین ہیں، البتہ مردوں کو اُن پر ایک مرتبہ حاصل ہے۔[۱]

ایک جگہ ارشاد ہے کہ اگر بیوی شوہر کی اطاعت گذار ہے تو پھر شوہر کے لئے جائز نہیں کہ اس پر ہاتھ اٹھائے یا اس سے قطع تعلق کرے۔[۲]

معاویہ بن حیدہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بیوی کا شوہر پر کیا حق ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ جو کھائے اُسے بھی کھلائے، اور جو پہنے اسے بھی پہنائے، "قبح اللہ وجھك" "اللہ تیری شکل بگاڑ دے" نہ کہے، چہرہ پر نہ مارے، گھر سے باہر نہ نکالے، باہمی تعلقات کے بعد ایسا کرنا کیسے روا ہوگا؟[۳]

ایک اور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انصاف کرنے والے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دائیں نور کے منبر پر ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اہل وعیال اور دوسرے متعلقین کے بارے میں انصاف سے کام لیتے ہیں۔[۴]

خدا ترسی و فرض شناسی کا یہ معیار اگر میاں بیوی میں پیدا ہوجائے تو پھر وعدۂ الٰہی کے مطابق ان کی زندگی خوشگوار ہوجائے گی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مرد یا عورت جو بھی ایمان کے بعد نیک عمل کرے گا اسے ہم پاکیزہ زندگی اور عمل کا بہترین بدلہ عطا کریں گے۔[۵]

(۳) شریعت میں خصوصیت کے ساتھ بیوی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق شوہر کی فرمانبرداری کرے، قرآن وحدیث میں اس کی سخت تاکید ہے، بعض حدیثیں پہلے گذر چکی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بیوی کے لئے ہر حال

---

[۱] البقرۃ: ۲۲۸ [۲] النساء: ۳۴ [۳] ابوداود ۱/۳۲۴
[۴] مسلم ۶/۷ [۵] النحل: ۹۷

AsliAhleSunnet.com

میں شوہر کی اطاعت ضروری ہے، صرف گناہ کے کام میں وہ شوہر کا حکم نہ مانے گی۔

ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت جب پانچوں وقت نماز ادا کرے، زنا سے محفوظ رہے اور شوہر کی اطاعت کرے تو پھر جس دروازہ سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ [1]

ایک دانشور نے اپنی لڑکی کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ: والدین کے اوپر سب سے گراں بات یہ ہوتی ہے کہ ان کی لڑکی اپنے شوہر اور اولاد کے حقوق اور دوسری خانگی ذمہ داریوں کو ادا کرنے سے قاصر رہے۔ ایک ماں جب یہ دیکھتی ہے کہ جس لڑکی کی تربیت میں اس نے اپنے آرام و آسائش کو تج دیا تھا اور اپنے شوہر کی رضامندی حاصل کرنے میں ناکام ہو گئی تو اس کی ساری تمناؤں پر پانی پھر جاتا ہے۔

گھریلو زندگی کو خوشگوار اور باعثِ آرام و اطمینان بنانے کے لئے ضروری ہے کہ بیوی اپنی تمام ذمہ داریوں کو ادا کرے، اور اپنے تدبر و فراست سے شوہر کی محبت اور اس کا اعتماد حاصل کرے، اگر شوہر بدخلق و بدچلن ہو تو عورت کو صبر کرنا چاہیئے اور بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہ دینا چاہیئے، ایسے حالات میں جو چیز معاملہ کو سلجھا سکتی ہے وہ عورت کی ہوشمندی اور اس کا حسنِ انتظام ہے، بگڑے ہوئے حالات کو سدھارنے کا اس سے بہتر دوسرا طریقہ نہیں۔

جنسی تعلقات کی خوشگواری بھی ازدواجی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے، انسان کے اندر فطری طور پر جنسی جذبہ ودیعت ہے، اسے دبانے یا ختم کرنے کیلئے کسی طرح کی کوشش خلافِ فطرت ہے، جن مذاہب نے اس فطری جذبہ کی صحیح تسکین کے لئے رہنمائی نہیں کی ان کے ماننے والے دنیوی زندگی میں اپنی ذمہ داریوں

---

[1] آداب الزفاف ص ۱۷۲ ومابعد

AsliAhleSunnet.com

کو ادا نہیں کر سکے۔ اسلام نے شادی کے ذریعہ جنسی جذبہ کی تسکین کا سامان بہم پہنچایا اور ایسے آداب و قوانین متعین کئے جن پر عمل کرنے کے بعد انسان جنسی وظیفہ کی ادائیگی کے ذریعہ اجر کا مستحق اور معاشرہ کو صالح بنیادوں پر تعمیر کرنے میں معاون ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو ذرؓ سے مروی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیوی کے ساتھ صحبت صدقہ ہے تو صحابہ نے سوال کیا کہ کیا جنسی خواہش کی تسکین بھی اجر کا باعث ہو سکتی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ تسکین حرام طور پر کی جائے تو جس طرح انسان گنہگار ہوگا، اسی طرح جائز طور پر جنسی وظیفہ کی ادائیگی اس کے لئے باعثِ اجر ہوگی۔[1]

(۴) ازدواجی زندگی کی خوشگواری کے لئے ایک ضروری چیز عزت و آبرو اور مال و متاع کا تحفظ ہے، اور یہ ذمہ داری میاں بیوی دونوں پر عائد ہوتی ہے، لیکن اس کا تعلق بیوی سے زیادہ ہے، اسی وجہ سے قرآن نے نیک عورتوں کی صفات کے سلسلہ میں اس کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے:

| | |
|---|---|
| فالصالحات قانتات حافظات للغیب بما حفظ اللہ۔ (النساء: ۳۴) | پس نیک عورتیں خاوندوں کی تابعدار ہیں، بمقابلہ اس کے جو اللہ نے ان کے حقوق محفوظ رکھے ہیں غیب کی حفاظت کرنے والی ہیں۔ |

ایک متفق علیہ حدیث میں مذکور ہے کہ عورت شوہر کے گھر کی نگراں ہے، اور اس سے اس کے متعلق سوال ہوگا۔

(۵) زینت و آرائش بھی ازدواجی زندگی کی خوشگواری کے لئے ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ رزق اور زینت کی چیزوں کو حلال فرمایا ہے، حدیث میں مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ باطنی صلاح و تقوی کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن و

---

[1] مسلم ۲/۶۹۷

AsliAhleSunnet.com

جمال اور زیب و زینت کا بھی لحاظ رکھیں۔ مسلم شریف کی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحبِ جمال ہے، اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔[1]

مرد اور عورت کے بارے میں بھی اسلام کا یہ نقطۂ نظر ہے کہ وہ مناسب طور پر اپنے آپ کو صاف ستھرا اور آراستہ رکھیں تاکہ آپس میں کسی طرح کی نفرت یا گھن نہ پیدا ہو۔ بیوی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے لباس اور جسم کی صفائی و آراستگی کے ساتھ ہی گھر کے مختلف حصّوں اور ساز و سامان کا بھی خیال رکھے، اور ہر چیز کو صاف ستھری اور سلیقہ سے رکھے، البتہ صفائی ستھرائی اور زیب و آرائش کا یہ ذوق اتنا نہ بڑھ جائے کہ اسراف میں شمار ہو، اور شریعت کا حکم سمجھ کر عمل کرنے کے بجائے اسے فیشن پرستی کے طور پر انجام دیا جائے۔

زینت و آرائش کے سلسلہ میں اسلام کی ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ عورتیں مردوں کی، اور مرد عورتوں کی مشابہت نہ اختیار کریں، ایسا کرنے والوں کو ملعون کہا گیا ہے۔[2]

اسلام نے عورتوں کو دانت تیز کرا کر چھوٹا یا برابر کرانے اور گودنا گودوانے سے بھی منع کیا ہے، ایسا کرنے والی عورتوں کو اللہ کی لعنت کی وعید سُنائی گئی ہے۔ عربوں میں دستور تھا کہ جب عورتیں بوڑھی ہو جاتی تھیں، اور دانت بڑھ جاتے تھے یا گھس جاتے تھے تو انھیں تیز کروالیتی تھیں، اور اظہارِ حسن و جوانی کیلئے دانتوں میں فرق کراتی تھیں۔ اسلام نے ان تمام عادات سے منع کر کے مناسب دائرہ متعین کیا تاکہ غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت نہ ہو، اور مرد و عورت کا باہمی امتیاز برقرار رہے۔

## ایک خاتون کی نصیحت

موجودہ دور کی ایک خاتون اپنی بیٹی کو نصیحت کرتے ہوئے کہتی ہے کہ اگر شادی کی مسرتوں کو ہمیشہ برقرار

---

[1] مسلم ۱/۹۳

[2] فتح الباری ۱۰/۲۳۲

AsliAhleSunnet.com

رکھنا چاہو تو درج ذیل باتوں کا خیال رکھو:

۱ ۔ اپنے اندر ایسے اخلاق پیدا کرو جو شوہر کی نگاہ میں محبوب ہوں، ہمیشہ باسلیقہ، خوش و خرم اور باغیرت بنی رہو، اور شوہر کے ساتھ محبت و رواداری کا معاملہ رکھو۔

۲ ۔ اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ وہ تمہارے شوہر کو تم سے زیادہ سمجھتا ہے تو اس کی بات نہ مانو، جو لوگ تمہارے شوہر پر اس کی خیر خواہی کے بہانے تنقید کرتے ہوں ان کی بات ہرگز نہ سنو، ایسے لوگ تمہارے بہی خواہ نہیں ہو سکتے۔

۳ ۔ شوہر کی کسی غلطی یا کوتاہی پر سرزنش یا نصیحت نہ کرو، ممکن ہے اس سے اس کے والدین یا بھائیوں کی حق تلفی ہو۔

۴ ۔ اگر شوہر کو گھر سے باہر کسی غلط چیز سے دل چسپی ہو تو تم اسے سخت سست کہنے کے بجائے گھر کے اندر ایسا ماحول پیدا کرو کہ وہ باہر جانے کے بجائے گھر ہی میں دل بہلانا پسند کرے۔

۵ ۔ گھر کے مسائل و مشکلات کو شوہر کے سامنے بڑھا چڑھا کر بیان کرنے سے پرہیز کرو، کیونکہ شوہر گھر سے باہر اپنی ذمہ داریوں کو انجام دے کر جب تھکا ہارا گھر پہنچتا ہے تو اس کو ایسی باتیں سُن کر ملال ہوتا ہے، اس سے تسلی آمیز اور حوصلہ مند لہجہ میں بات کرنے سے گھر کا ماحول خوشگوار ہوگا اور باہمی تعلق مضبوط رہے گا۔

۶ ۔ شوہر کی سابقہ زندگی سے واقفیت کی کوشش نہ کرو، کیونکہ ممکن ہے اس سے تمہیں تکلیف ہو اور باہمی تعلقات پر اس کا اثر پڑے۔

۷ ۔ شوہر کی مالی حالت کا ہمیشہ لحاظ رکھو، زیور یا لباس کے لئے اس کی وسعت سے زیادہ مطالبہ نہ کرو تاکہ وہ یہ سمجھ سکے کہ تمہیں اس کی ذات سے محبت اور تعلق ہے۔

AsliAhleSunnet.com

۸۔ شوہر کے جذبات کا احترام کرو، اور اس کی تمام ضرورتوں کو یاد دہانی کے بغیر پوری کرو۔

۹۔ باعزت اور بلند اخلاق عورتوں سے دوستی رکھو، اور گھر کے اندر کی کسی بات سے انھیں آگاہ نہ کرو۔

۱۰۔ دسترخوان پر بیٹھو تو ہشاش بشاش رہو، کیونکہ ترشروئی سے نظامِ ہضم فاسد ہو جاتا ہے اور صحت پر اس کا بُرا اثر پڑتا ہے۔ [1]

**قابلِ توجہ** کچھ عیوب ایسے ہیں جو عام طور پر عورتوں میں پائے جاتے ہیں، انھیں چھوڑنے کی کوشش کرنا ہر عورت کا فرض ہے:

۱۔ عام طور پر عورتیں شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں، ہمیشہ آرام میں رہتی ہیں لیکن اگر کبھی نامساعد حالات کا سامنا ہو جائے یا خواہش کے موافق کوئی چیز شوہر مہیا نہ کر سکے تو کہہ اٹھتی ہیں کہ: آپ سے کبھی آرام نہیں ملا۔ اس طرح کی ناشکری عذابِ الٰہی کا سبب بن سکتی ہے۔

۲۔ مصائب میں صبر و تحمل نہیں کرتیں بلکہ جزع فزع کرتی ہیں اور بے احتیاطی میں کفریہ کلمات تک منہ سے نکال بیٹھتی ہیں۔

۳۔ شوہر اگر راز کی کوئی بات بتائے اور اس کو چھپانے کی تاکید کر دے تو بھی اسے چھپا نہیں پاتیں بلکہ دوسروں سے بیان کر دیتی ہیں۔

۴۔ شوہر سے جب کوئی مطالبہ کرتی ہیں تو اس پر بے حد اصرار کرتی ہیں، اور عجلت سے کام لیتی ہیں، اگر کچھ تاخیر ہو تو دوسری عورتوں سے شکایت شروع کر دیتی ہیں۔

۵۔ شوہر کی طرف سے جو کچھ ملتا ہے اس کی قدر کرنے کے بجائے اسے حقیر سمجھتی ہیں۔

۶۔ کھانے پینے اور روزمرہ استعمال کے سامان دوسروں کو دینے سے بُخل

---

[1] استاذ المرأۃ ص ۱۷۸

AsliAhleSunnet.com

کرتی ہیں، سامان کا خراب ہونا گوارا کرلیتی ہیں لیکن دوسروں کو دینا پسند نہیں کرتیں۔

۷۔ دوسروں کی شکایت اور عیب جوئی میں وقت ضائع کرتی ہیں لیکن اپنی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کرتیں۔

ایک ضعیف حدیث میں وارد ہے کہ غیبت زنا سے بدتر ہے کیونکہ زنا کار کی توبہ قبول ہوسکتی ہے لیکن غیبت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک معاف نہیں کرتا جب تک کہ وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی ہے۔

اسی طرح عورتیں بعض حرام فعل کا ارتکاب کرتی ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی لعنت کی مستحق بن جاتی ہیں، مثلاً:

۱۔ بجنے والا زیور پہنتی ہیں۔

۲۔ چہرے کے بال اکھیڑتی ہیں۔

۳۔ جسم میں سوئی وغیرہ سے سوراخ کرکے اس میں نیل اور دوسری دوائیں بھرتی ہیں تاکہ اس کا نشان قائم رہے۔

۴۔ دانتوں کو باریک اور تیز کرتی ہیں۔

۵۔ لباس وغیرہ میں مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

ان تمام افعال کا ارتکاب کرنے والی عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سخت وعید ہے، اور حدیث میں ایسی عورتوں کو ملعون کہا گیا ہے، اس لئے ان تمام افعال سے ہر مسلمان عورت کو اجتناب کرنا ضروری ہے۔

AsliAhleSunnet.com

# شادی کی غلط رسمیں

شادی ایک انتہائی خوشی کا موقع ہے جس میں اعزاء و اقرباء اور متعلقین و احباب سب جمع ہوتے ہیں، اس موقع پر ہر معاملہ میں احکامِ شریعت کی پابندی پر توجہ ضروری ہے، شادی بندہ پر اللہ تعالیٰ کا ایک احسان ہے، اگر اس نعمت کو پاکر بندہ اللہ کی نافرمانی کرے تو یہ انتہائی قبیح فعل ہوگا۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ایسے موقعوں پر فرطِ مسرّت کے سبب اسلامی احکام و حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ عام طور پر مسلم معاشروں میں شادی کے موقع پر جو غلط رسمیں دیکھنے میں آتی ہیں ان میں سے بعض کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے:

**تصویر** شادی کے موقع پر کچھ لوگ دولہا دولہن یا حاضرین کی تصویریں کھینچتے ہیں، اسی طرح گھر کے بعض حصوں میں تصویریں آویزاں کرتے ہیں یا تصویر والے کپڑوں سے اُسے سجاتے ہیں۔ یہ فعل شریعت کے خلاف ہے، اس لئے اس سے بچنا ضروری ہے، اسلام نے مجسّم، غیر مجسّم، شمسی و غیر شمسی، دستی و کیمرہ والی ہر طرح کی تصویروں کو حرام قرار دیا ہے، اور اس بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں، ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتہ داخل نہیں ہوتا۔ [1]

**اسراف** شادی کے موقع پر عام طور سے لوگ فضول خرچی کرتے ہیں، حالانکہ اسلام نے بہت سختی کے ساتھ اس سے روکا ہے، اور فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔ فضول خرچی کے مختلف مظاہر شادی کے موقع پر دیکھنے میں آتے ہیں، مثلاً در و دیوار پر بلا ضرورت ریشمی اور دوسرے قیمتی کپڑوں کے پردے لٹکانا، پھولوں کے ہار استعمال کرنا، دُف کے علاوہ

---

[1] بخاری ۶/۳۱۲، و مسلم ۳/۱۶۶۶

AsliAhleSunnet.com

دوسرے باجے بجوانا اور پٹاخے وغیرہ چھوڑنا۔

**ابرو اور دانت وغیرہ کی تزئین** بعض عورتیں شادی کے موقع پر ابرو کے بال اکھاڑ کر یا مونڈ کر اسے کمان یا ہلال کی شکل دے لیتی ہیں، شریعت نے اس کام کو حرام بتایا ہے، ایک حدیث میں وارد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے اور گودوانے والی عورتوں، بال اکھاڑنے اور اکھڑوانے والی عورتوں، دانتوں کے درمیان سوراخ بڑھانے اور بڑھوانے والی عورتوں کو ملعون قرار دیا ہے، مذکورہ کام کرنے والے اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی شکل وصورت کو بدلنے اور بگاڑنے کے مرتکب ہیں۔[1]

اسی طرح ناخن کو سرخی سے رنگنا یا اسے بہت بڑھانا بھی منع ہے، مسلم معاشرہ میں یہ عادتیں یورپ کی تقلید کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہیں، اس لئے ان سے پرہیز ضروری ہے۔

**سونے کا چھلّا** منگنی کے بعد مرد اور عورت انگلیوں میں سونے کا چھلّا پہنتے ہیں، یہ نصرانیوں کی رسم ہے، مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیئے۔

**لڑکے کی تزئین** لڑکے کو ریشمی کپڑے یا سرخ جوڑے کا پہنانا یا سونے چاندی کے زیور یا پٹا یا سہرا پہنانا منع ہے، لڑکے کو مہندی لگانے کی رسم بھی غلط ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ شادی کی غلط رسموں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بارود اور کاغذ جلا کر مال کو ضائع کرنا جائز نہیں، بلاضرورت گھوڑے پر سوار ہو کر شہر میں پھرنا، باجے بجانا، کھیل تماشے کرنا، خوبصورت کپڑوں سے گھروں کو سجانا، اجنبی عورتوں کا دولہا کے سامنے آنا، اس سے بات کرنا اور دلہن کے اوپر مصری رکھ کر دولہے سے اٹھوانا یہ سب کام بدعت

---

[1] بخاری ۱۰/۳۷۲، ومسلم ۳/۱۶۷۸

AsliAhleSunnet.com

اور حرام ہیں۔

**گانا بجانا** آج کل مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ شادی بیاہ میں گانے بجانے کا اہتمام کرتا ہے، اور اس معصیت کو اس منطق سے رواج دیتا ہے کہ وہ شادی ہی کیا جس میں باجے گانے نہ ہوں، اگر محفلِ سرود و غنا نہ سجے اور لوگ برات گانے باجے کے بغیر نکلیں تو برات اور جنازہ میں کیا فرق ہوگا؟

قرآن و حدیث کے کھلے احکام کے مقابلہ میں کسی معصیت کو فروغ دینا اور اس پر مصر رہنا ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے۔ شادی میں گانے باجے کی ممانعت صرف اہلِ حدیث کا مذہب نہیں ہے، بلکہ جملہ فقہاء کرامؒ نے یہ وضاحت کی ہے کہ شادی میں اس طرح کے افعال کا ارتکاب حرام ہے، اور اس سے نکاح کے زائل ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے، چنانچہ "حمادیہ" میں ہے کہ ڈھول، تاشہ اور مزامیر کا بجانا حرام ہے، جو لوگ ان باجوں کو سُنکر لطف اندوز ہوتے ہیں وہ کفر کے مرتکب ہیں۔ اسی کتاب میں "ترصیع" کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ گانے بجانے کی مجلسوں میں جو نکاح منعقد ہوتے ہیں ان کی صحت میں اختلاف ہے، کیونکہ گانے بجانے کے آلات و سامان منگانے کی وجہ سے ولی فاسق ہو جاتا ہے اور حاضرین سننے کی وجہ سے فاسق ہو جاتے ہیں، اور فسّاق کی ولایت و شہادت امام شافعیؒ کے یہاں معتبر نہیں، اس لئے یہ نکاح صحیح نہیں ہو سکتا۔

**بال جوڑنا** جدید دور میں زینت و آرائش کے جو طریقے مسلم خواتین کے درمیان بہت زیادہ رائج اور محبوب ہیں، ان میں ایک طریقہ بالوں میں جوڑ لگا کر انھیں بڑھانے کا ہے، دار جہ عربی میں اسے "بارو کۃ" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن فصیح عربی کے لفظ "وصل" سے، حدیث میں جس عمل کو تعبیر کیا گیا ہے موجودہ طریقہ اسی کی ایک صورت ہے۔

AsliAhleSunnet.com

جن عورتوں کے بال چھوٹے یا ان کے مطلوبہ انداز کے مطابق نہیں ہوتے وہ اپنے بالوں میں دوسرے قدرتی یا مصنوعی بالوں کا جوڑ لگا کر یا کسی دوسرے سے لگوا کر انھیں اپنی مرضی کے مطابق بنا لیتی ہیں۔

یہ عمل صحیح حدیث کی رو سے غلط ہے، اور ایسا کرنے یا کرانے والی عورتوں کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملعون قرار دیا ہے، چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ ایک انصاریہ لڑکی کی شادی ہوئی، بیماری سے اس کے سر کے بال جھڑ گئے تھے، رخصتی کے موقع پر لوگوں نے تزئین کے خیال سے دوسرے بال جوڑ کر اس عیب کو دور کرنا چاہا، جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بال جوڑنے اور جڑوانے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ ایک بار حضرت معاویہؓ نے خطبہ کے دوران بالوں کا ایک جوڑا ہاتھ میں لیکر لوگوں کو دکھاتے ہوئے پوچھا کہ تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ بنی اسرائیل کی عورتوں نے جب آرائش کے ان طریقوں کو اختیار کیا تو ان پر ہلاکت مسلّط کر دی گئی۔

احادیثِ نبویہ کی روشنی میں علماء اسلام نے بالوں میں جوڑ لگانے کو حرام قرار دیا ہے، ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے۔ البتہ سوت یا اُون کا جوڑ لگانا جائز ہے، نائلن کے بنے ہوئے ربن میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے۔ اسلام ایک حقیقت پسند مذہب ہے، اس لئے تزئین و آرائش کے معاملہ میں وہ کسی طرح کی بناوٹ اور ملمع کاری کو پسند نہیں کرتا، چھوٹے بال والی عورت اگر چاہتی ہے کہ لوگ اسے بڑے بال والی جانیں تو اس میں کھلا دھوکہ ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔

AsliAhleSunnet.com

## نلکی بچّہ کا شرعی حکم

عالمی اسلامی فقہ اکاڈیمی کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر محمد الحبیب بلخوجہ سے "ٹیوب بے بی" یعنی نلکی بچّہ کے متعلق سوال کیا گیا تھا تو انہوں نے جواب میں وضاحت کی کہ مصنوعی طور پر حمل کے استقرار کی کل سات صورتیں ہیں، جن میں سے صرف دو صورتیں جائز ہیں اور بقیہ پانچ صورتیں اسلامی شریعت کی رو سے حرام ہیں۔

جن دو صورتوں کو موصوف نے جائز بتایا ہے ان میں ایک صورت یہ ہے کہ شوہر کا نطفہ اور بیوی کا بویضہ حاصل کر کے دونوں میں تلقیح کا عمل کیا جائے اور اس مجموعہ کو بیوی کے رحم میں داخل کر دیا جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ شوہر سے نطفہ لیکر بیوی کی شرمگاہ یا رحم میں بذریعہ انجکشن اس طرح ڈال دیا جائے کہ تلقیح کا عمل اندر ہی مکمل ہو۔

اکاڈیمی نے ان دونوں صورتوں کو بوقتِ ضرورت جائز قرار دیا ہے، اور اس بات کی تاکید کی ہے کہ پوری احتیاط سے یہ عمل مکمل ہو، شریعت کی مخالفت کی کوئی صورت پیش نہ آئے۔ [1]

ایک عراقی عالم احمد الجمی الکردی نے اس موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے درج ذیل شرعی رکاوٹوں کی جانب اشارہ کیا ہے:

۱۔ مصنوعی طور پر حمل کے استقرار میں مرد و عورت کی شرمگاہ کو غیر محرم اور ڈاکٹر کے سامنے کھولنے کی ضرورت پیش آتی ہے، جو قرآن و حدیث کی رو سے حرام ہے، ستر یا شرمگاہ کو جن ہنگامی ضرورتوں میں کھولنے کی اجازت ہے ان میں مذکورہ عمل داخل نہیں۔

۲۔ مرد و عورت سے نطفہ اور بویضہ کے حصول کے لئے شہوت کو برانگیختہ کرنا ضروری ہے، اور یہ غیر محرم کے سامنے جائز نہیں۔

---

[1] المسلمون، شمارہ (۱۵۷) ۵ فروری ۱۹۸۸ء

AsliAhleSunnet.com

۳۔ نطفہ یا بویضہ کے تبدیل ہو جانے کا اندیشہ ہے جس سے نسب کا اختلاط لازم آئے گا۔ سد ذریعہ کے طور پر اس کام کو جائز قرار دیا جائے گا۔

۴۔ مصنوعی حمل میں بچہ کی جسمانی اور اخلاقی حالت میں بنیادی تبدیلی کا احتمال ہے، اگر معاشرہ میں اس طرح کے زیادہ افراد ہو جائیں گے تو امت کا کام خراب ہوگا۔

۵۔ فطری طور پر پیدا ہونے والے لڑکوں کے مقابلہ میں نلکی کا بچہ خود کو کمتر محسوس کرے گا، اور اس کا نسب بھی مشکوک سمجھا جائے گا۔ پھر ضرورت ہوگی کہ اولاد کی دو قسم کی جائے، ایک فطری طور پر پیدا ہونے والی، اور دوسری وہ جو مصنوعی طور پر پیدا ہوئی ہے۔

۶۔ مصنوعی تلقیح کا کوئی معقول سبب نظر نہیں آتا، اگر انسان اس مسئلہ کو تقدیر کے حوالہ کرے تو زیادہ باعثِ طمانیت ہوگا۔ [1]

فکر و نظر، اسلام آباد کے ایک شمارہ میں مولانا عبدالغفار حسن صاحب نے نلکی بچہ کی شرعی حیثیت پر بحث کرتے ہوئے قرآن کریم کی تیرہ[۱۳] آیتیں ذکر کی ہیں، پھر ہر آیت کے محل استدلال کو واضح کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مختلف مفاسد کی بنا پر نلکی بچہ کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔

(ملاحظہ ہو "فکر و نظر" اسلام آباد، اکتوبر۔ دسمبر ۱۹۸۸ء ص ۹۵)

مجلہ فکر و نظر کے ایک مقالہ نگار سید محمد حسن الزماں نے اپنے مقالہ میں نلکی بچہ سے متعلق شرعی و عقلی مسائل کا جائزہ لینے کے بعد نتیجہ کے طور پر لکھا ہے کہ:

"مندرجہ بالا مباحث سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ نلکی بچہ چاہے وہ میاں بیوی کے ہی مادۂ تولید سے قرار پایا ہو، ناقابلِ قبول ہے، پھر اس کا وجود مسلم معاشرے

---

[1] احکام المرأۃ فی الفقہ الإسلامی ص ۱۶۲

AsliAhleSunnet.com

کے لئے لاینحل مسائل کا حل ہے، اس سے مفسدات کا دروازہ کھلتا ہے، اسلام کے معاشرتی نظام میں نہ اس کی ضرورت ہے نہ گنجائش، اس کا ایک حل یہ ہے کہ اسلامی معاشرتی نظام اپنی صحیح روح کے ساتھ اپنایا جائے، اور دوسرا یہ کہ اسلام کے عائلی قانون پر عمل کیا جائے، چنانچہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل نہ صرف یہ کہ مندرجہ بالا دونوں نکات کی طرف حکومت کو توجہ دلائے بلکہ حکومت کو یہ مشورہ بھی دیا جائے کہ پاکستان میں اس قسم کے کسی تجربہ کی اجازت نہ دی جائے، اور قانون سازی اور سماجی اداروں کے تعاون سے اس کی روک تھام کی جائے، نیز عالمی مسلم معاشرے کو اس سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ تجویز زیرِ غور لائی جاسکتی ہے کہ کونسل، حکومت پاکستان کو اعتماد میں لے کر رابطہ عالم اسلامی کے تعاون سے ایک عالمی مذہبی کانفرنس طلب کرے جس میں کیتھولک چرچ، اینگلیکن چرچ اور جو مذہبی فرقہ بھی اس کے خلاف ہو اس کو شامل کیا جائے، اور اس طرح اس عالمی پلیٹ فارم سے تمام ممالک اور خاص طور سے اقوامِ متحدہ کے متعلق اداروں سے اپیل کی جائے کہ وہ اس قسم کے تجربات کی ہمت شکنی کریں، رحمِ مادر محترم ہے، اسے نہ ڈاکٹر کی لیبارٹری بننے دیا جائے اور نہ کرائے کی انڈسٹری۔"

(فکر و نظر، اسلام آباد، جولائی۔ستمبر ۱۹۸۹ء ص ۷۹)

AsliAhleSunnet.com

آٹھویں فصل

# عورت کا مثالی کردار

AsliAhleSunnet.com

اسلام کی ایک خصوصیت اور اس کی اشاعت و بقار کا ایک راز یہ بھی ہے کہ اس کی تعلیمات و نظریات کے پیچھے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کی عملی زندگی اور صاف ستھرا کردار موجود ہے، اسلام نے جن باتوں کی تعلیم دی انھیں عملی طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا، صحابہ کرامؓ اور بعد کے لوگوں نے بھی اسی اسوۂ حسنہ کی پیروی کی۔ اسلام نے بڑی وضاحت کے ساتھ لوگوں کو بتادیا کہ عمل کے بغیر نجات کا تصور غلط ہے، ہر شخص آخرت میں اپنے عمل کے مطابق جزا و سزا پائے گا، کسی کا بوجھ کوئی دوسرا نہیں اٹھائے گا، نہ کسی کی نیکی کا فائدہ دوسرے کو پہنچے گا، دنیا کے قریب ترین رشتے اور دوستی و تعارف بھی اس سلسلہ میں کسی کام نہ آئے گا۔

اسلام نے اس عقیدہ کی تلقین اس طرح کی کہ عمل کی اہمیت و ضرورت مسلمانوں کے دلوں میں جاگزیں ہو گئی، انھوں نے توفیق و استطاعت کے دائرہ میں اپنے آپ کو عمل سے وابستہ رکھا، اور ہمیشہ اسلامی تعلیمات کی پابندی کی کوشش کی، اس کے نتیجہ میں ہر دور میں مسلمانوں کے حسنِ عمل اور خوبی کردار کی بہترین مثالیں سامنے آئیں جن سے متلاشیانِ حق کو رہنمائی اور حوصلہ ملا۔ ذیل میں ہم حسنِ کردار کی بعض تعلیمات اور ان کے عملی نمونے پیش کر رہے ہیں تاکہ خواتین ان مثالوں کو دیکھ کر خود بھی نیک سیرت بننے کی کوشش کریں۔

## ایمانی بصیرت

تقویٰ شعار زندگی مرد و عورت دونوں کے لئے ضروری ہے لیکن عورت کی پرہیزگاری کا معاشرہ کی اصلاح میں زیادہ دخل ہے، صحیحین کی ایک طویل حدیث میں بنی اسرائیل کے ان تین افراد کا واقعہ مذکور ہے جو ایک غار میں پھنس گئے تھے، نجات کے لئے ہر ایک نے اپنے نیک عمل کا حوالہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ انھیں غار سے باہر نکال دے۔ ان میں سے ایک شخص نے اپنا

AsliAhleSunnet.com

یہ واقعہ بیان کیا کہ اسے اپنی چچازاد بہن سے محبت تھی، وہ چاہتا تھا کہ اس سے اپنی آرزو پوری کرے۔ ایک بار قحط کے ایام میں وہ عورت اس کے پاس کچھ پیسے طلب کرنے کے لئے آئی۔ اس نے عورت کو اس شرط پر ایک سو بیس دینار دیئے کہ وہ خود کو اس کے حوالہ کر دے، عورت نے مجبوری میں اقرار کر لیا، لیکن جب یہ شخص حرام کام کے ارتکاب کے لئے آمادہ ہوا تو عورت نے اللہ کا واسطہ دے کر اس سے بُرائی سے دُور رہنے کا مطالبہ کیا، ایسے وقت میں عورت کی نصیحت اثر کر گئی اور وہ شخص اسے چھوڑ کر علیحدہ ہو گیا۔

حدیث کے اس واقعہ سے ہمیں مومن خاتون کی دینی بصیرت اور تقویٰ شعاری کا سبق ملتا ہے، خدا کا ڈر اور قیامت میں جوابدہی کا ایسا ہی تصور اگر آج کی مسلم خواتین میں پیدا ہو جائے تو معاشرہ سے بُرائیاں ختم ہو سکتی ہیں، اور سب لوگ عفت و عصمت کی برکتوں سے بہرہ اندوز ہو سکتے ہیں۔

## نیکی کی جستجو

ایمان کا تقاضہ ہے کہ انسان نیک عمل کا حریص ہو، اور ہمیشہ نیکی کی طرف لپکے۔ عصرِ نبوی میں ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں کہ صحابہؓ اور صحابیاتؓ دربارِ نبوت میں آکر نیک اعمال کی تفصیل معلوم کیا کرتے تھے تاکہ ان پر عمل کر کے آخرت کی کامیابی سے ہمکنار ہو سکیں، مردوں کی طرح عورتوں میں بھی یہ جذبہ اور لگن موجود تھی۔

حضرت ابنِ عباسؓ کا بیان ہے کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا کہ یا رسول اللہ مجھے عورتوں نے آپ کے پاس بھیجا ہے، وہ پوچھنا چاہتی ہیں کہ مرد جہاد میں شرکت پر اجر پاتے ہیں، اور شہید ہو جاتے ہیں تو انھیں بہت بڑا درجہ ملتا ہے، ہم عورتیں ان کی خدمت کرتی ہیں تو ہمیں کیا ملے گا؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عورتوں کو بتا دو کہ شوہر کی فرماں برداری اور حق شناسی مذکورہ نیکی کے برابر ہے، لیکن بہت کم عورتیں ایسا کرتی ہیں۔ (بزار و طبرانی)

AsliAhleSunnet.com

## ایثار و سخاوت

احادیثِ نبویہ میں عورتوں کو جن نیک کاموں کی تلقین کی گئی ہے ان میں ایک کام ایثار و سخاوت ہے۔ اسلام نے مجموعی طور پر اپنے تمام احکام میں احترامِ انسانیت، حسنِ سلوک اور ایثار و قربانی پر اُبھارا ہے، اسلام کی نظر میں رحم و مروّت کے مستحق صرف انسان ہی نہیں بلکہ تمام جاندار ہیں۔ اس طرح کی تعلیمات پر اسی وقت عمل ہو سکتا ہے جب معاشرہ کا ہر فرد نیک کام کو ضروری سمجھے، اور دوسروں کی راحت و بہبود کے لئے جانی و مالی قربانی پیش کرے۔

صدقہ و خیرات کی ترغیب کے ذریعہ اسلام معاشرہ کو خوش حال و سعادت مند بنانا چاہتا ہے، اور اس کے لئے اس نے عورتوں کو بھی مخاطب کیا ہے، ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یامعشر النساء تصدقن فانی اُریتکن اکثر اھل النار۔ [1]

عورتو! صدقہ کرو، کیونکہ میں نے جہنم میں تمہاری تعداد زیادہ دیکھی ہے۔

ایک مرتبہ اسماء بنتِ ابو بکرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرے پاس صدقہ و خیرات کے لئے مال نہیں، جو کچھ ہے میرے شوہر زبیر بن عوام کا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا توکی فیوکی علیک، ولا توعی فیوعی علیک۔ [2]

اُمِ بجید کہتی ہیں کہ یا رسول اللہ مسکین میرے دروازہ پر کھڑا رہتا ہے لیکن میرے پاس اسے دینے کے لئے کچھ نہیں رہتا، آپ نے فرمایا کہ کچھ نہ ملے تو جلا ہوا کھر ہی دے دو، مطلب یہ ہے کہ کسی مسکین کو دروازہ سے خالی ہاتھ واپس کرنا نہیں چاہیئے۔

اسلامی تاریخ میں اُمہات المومنین اور دوسری عورتوں کے حالات کا مطالعہ

---

[1] البخاری مع الفتح ۱/۴۰۵ [2] ایضاً ۳/۳۰۰، ۳۰۱

AsliAhleSunnet.com

کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمان عورتوں نے ایثار و سخاوت کی بیحد عظیم الشان مثالیں قائم کی ہیں۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ نے اپنی پوری دولت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کر دی تھی کہ آپ جس طرح چاہیں اسے راہِ خدا میں صرف کریں۔

حضرت عائشہؓ کو ہزاروں درہم ملتے تھے، لیکن وہ اپنے لئے ان میں سے کچھ بچائے بغیر سب راہِ خدا میں خرچ کر دیتی تھیں، روزہ سے ہوتیں تو افطار تک کے لئے کچھ بچا کر نہ رکھتی تھیں، کپڑوں میں پیوند لگا رہتا تھا، لیکن پیسہ ملنے پر راہِ خدا میں خرچ کر دیتی تھیں، اور نئے کپڑے نہ بنواتی تھیں۔

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش فقراء و مساکین کی اس قدر دیکھ بھال کرتی تھیں کہ ان کو "ام المساکین" یعنی مسکینوں کی ماں کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ان کے پاس ان کے حصہ کی رقم بارہ ہزار درہم بھیجی، ام المؤمنین نے پوری رقم راہِ خدا میں دے ڈالی۔ حضرت عمرؓ کو خبر ملی تو انہوں نے مزید ہزار درہم بھجوا دیا، لیکن زینب نے اسے بھی غریبوں میں تقسیم کرا دیا۔

تاریخ میں عباسی خلیفہ ہارون رشید کی بیوی زبیدہ بنت جعفر کی سخاوت کا شاہکار ہمیشہ محفوظ رہے گا، ارض حجاز میں پانی کی فراہمی کے لئے جتنا بڑا کارنامہ زبیدہ نے انجام دیا کوئی دوسرا انجام نہ دے سکا۔ اس نہر کو کھودنے میں اخراجات کی کثرت کا ذکر جب بعض لوگوں نے کیا تو اس خاتونِ اسلام نے کہا کہ اگر پھاوڑے کی ہر ضرب کے بدلے ایک دینار بھی خرچ ہوگا تو بھی اس کام کو انجام دینا ہے۔

علم اور علماء کی سرپرستی کے بھی بے شمار واقعات اسلامی تاریخ میں محفوظ ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلم خواتین نے اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے، ملک مظفر (۷۰۹ھ) کی بیوی مریم اور بیٹی نبیلہ نے اپنے خرچ سے متعدد مدارس قائم کئے، اور طلبہ کے لئے اوقاف متعین کئے۔

AsliAhleSunnet.com

**احسان وسلوک کی رغبت**

عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی زینب ثقفیہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: عورتو! صدقہ کرو خواہ اپنے زیور سے۔ زینب کہتی ہیں کہ یہ سُنکر میں گھر آئی اور اپنے شوہر عبداللہ سے کہا کہ آپ تنگدست ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو صدقہ کا حکم دیا ہے، آپ جائیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیجئے کہ کیا میں آپ کو صدقہ دے سکتی ہوں؟ عبداللہ نے کہا کہ تم خود ہی جاکر پوچھ آؤ، زینب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو دیکھا کہ انصار کی ایک عورت اسی بات کو پوچھنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر کھڑی ہے، حضرت بلالؓ نکل کر آئے تو دونوں عورتوں نے ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیجئے کہ کیا ہم اپنے شوہروں اور زیرِ کفالت یتیموں پر صدقہ کا مال خرچ کر سکتی ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ ہاں تمہیں دہرا اجر ملے گا، ایک صلہ رحمی کا، اور دوسرا صدقہ کا۔ [1]

**بہترین دولت**

سننِ ترمذی میں حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۳۴ والذین یکنزون الذھب ... الخ نازل ہوئی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، صحابہ میں سے بعض نے کہا کہ سونے چاندی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ کون مال بہتر ہے تو ہم اسے حاصل کرتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے افضل مال ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور نیک بیوی ہے جو مومن کے ایمان کے لئے مددگار بنتی ہے۔ [2]

حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں کو دشواری کا احساس ہوا، پھر حضرت عمرؓ کے سوال پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[1] بخاری ۳/۳۲۸ [2] ترمذی ۵/۲۷۷

AsliAhleSunnet.com

کہ انسان کی بہترین دولت نیک عورت ہے جسے دیکھ کر شوہر خوش ہو کسی بات کا حکم دے تو اُسے بجا لائے اور کہیں چلا جائے تو اس کے مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔[۱]

### جہاد میں حصہ

صدرِ اوّل کی مسلم خواتین نے جہاد میں جو حصہ لیا ہے اس کا تذکرہ حدیث و تاریخ کی کتابوں میں بڑی تفصیل سے آیا ہے، عورتوں کا یہ کارنامہ اسلام کی اشاعت و مدافعت میں بیحد اہمیت کا حامل ہے، اس موقف کو اگر معترضینِ اسلام نے ملحوظ کیا ہوتا تو کبھی اسلام پر یہ الزام عائد نہ کرتے کہ وہ معاشرہ میں عورتوں کو معطل و بے اثر رکھنا چاہتا ہے۔

صحیح مسلم میں ایک حدیث حضرت اُمِ عطیہ رضؓ سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شریک ہوئی، میرا کام خیمہ کی حفاظت، کھانا بنانا، زخمیوں کا علاج کرنا اور بیماروں کی تیمار داری کرنا ہوتا تھا۔"[۲]

### رحم و مروّت

مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک بدکار عورت نے پیاسے کتے کو دیکھا کہ اس کی زبان پیاس کی شدت سے نکلی ہوئی ہے، اس نے اپنے موزہ کے ذریعہ کنویں سے پانی نکال کر اسے پلایا، اس نیکی و رحمدلی پر اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔[۳]

### حفظِ قرآن

صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت اُمِ ہشام رضؓ بنتِ حارثہ کا یہ بیان مذکور ہے کہ میں ہر جمعہ کو منبر پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ ق پڑھتے ہوئے سنتی تھی، اور اس طرح میں نے اس سورہ کو یاد کر لیا۔[۴]

---

[۱] عون المعبود ۵/۸۱ — [۲] مسلم ۳/۱۴۴۷

[۳] مسلم ۴/۱۷۶۱ — [۴] مسلم ۲/۵۹۵

AsliAhleSunnet.com

## شوہر کی موت پر صبر

عورت کی زندگی میں شوہر کی موت ایک عظیم سانحہ ہے، دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد عورت کا سب سے بڑا سہارا شوہر ہے، اس کی ذات عورت کی ضروریات کی کفیل اور دکھ درد میں مونس و مددگار ہے، ایسے شریکِ حیات کی جدائی بلاشبہ باعثِ تکلیف ہوگی، خصوصاً عورتوں کے حق میں جنہیں لذت و الم کا احساس زیادہ ہوتا ہے، اور جو مسرّت و غم کے محرکات سے زیادہ شدّت کے ساتھ اثر پذیر ہوتی ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ اسلام سے پہلے عورتیں شوہر کی وفات کے بعد اس کا غم منانے میں غیر معمولی مبالغہ سے کام لیتی تھیں۔ چہروں کے نوچنے، سر پیٹنے، کپڑا پھاڑنے اور بال منڈا دینے کا عام رواج تھا۔ یہ رسمیں آج بھی ایسے بہت سے معاشروں میں رائج ہیں جو اسلامی تعلیمات سے بیگانہ ہیں۔

عرب میں یہ رواج تھا کہ جب کسی عورت کا شوہر مر جاتا تو وہ گھر کے ایک گوشہ میں معمولی اور پھٹے پرانے کپڑے پہن کر بیٹھ جاتی تھی، اور پورے ایک سال اسی طرح بیٹھی رہتی تھی، اس مدّت میں نہ تو کبھی کپڑے تبدیل کرتی، نہ غسل کرتی، نہ بال سنوارتی، نہ ناخن تراشتی۔ ایک سال کی مدّت گذرنے کے بعد عورت جب اپنے گوشۂ عزلت سے باہر نکلتی تو کتا، بکری یا گدھا وغیرہ جو جانور بھی اس کے سامنے آتا اس سے اپنا جسم رگڑ کر پونچھتی، اس کی بدبو سے اکثر یہ جانور مر جاتا تھا۔

اسلام نے اس بُری رسم اور غیر انسانی طریقہ کو بند کر کے یہ حکم دیا کہ عورت شوہر کی وفات کے بعد صرف چار مہینے دس دن عدّت گذارے گی، اور اس میں بھی وہ نہ تو اپنے کپڑے پھاڑے گی، نہ بال مونڈے گی، اور نہ منہ نوچے گی، بلکہ عدّت میں رہنے یا شوہر کا سوگ منانے کا مطلب یہ ہے کہ عورت زیب و زینت نہ کرے، خوشبو نہ لگائے اور گھر سے باہر نہ نکلے۔ عدّت کے لئے اس مدّت کی تعیین کی حکمت یہ ہے کہ اس طرح شوہر کی احسان شناسی اور اس کے ساتھ وفاداری کا اظہار ہو جائے،

AsliAhleSunnet.com

اور اولاد و اقرباء کی دل شکنی نہ ہو، اسی طرح یہ بھی نہ سمجھا جائے کہ عورت دوسری شادی کے لئے بیقرار ہے، نیز برأتِ رحم حاصل ہو جائے۔

بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں وارد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مرنے والے کا تین دن سے زیادہ غم منانے سے منع فرمایا ہے، البتہ عورت کو یہ اجازت ہے کہ وہ شوہر کا غم چار مہینے دس دن منائے۔

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ میری لڑکی کا شوہر فوت ہوگیا ہے، اور اس کی آنکھ میں تکلیف ہے، کیا ہم اسے سرمہ لگا سکتے ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، آپؐ نے دو یا تین مرتبہ کہہ کر پھر فرمایا کہ دورِ جاہلیت میں تو عورت ایک سال تک غم مناتی تھی۔[1]

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ سُرمہ لگانے کی اجازت زینت و آرائش کے لئے طلب کی جارہی ہے علاج کے لئے نہیں، اسی لئے آپؐ نے اجازت نہیں دی۔ امام مالکؒ نے موطأ میں نقل کیا ہے کہ رات میں سُرمہ لگانے کی اجازت ہے، بشرطیکہ دن میں اسے دھو دیا جائے۔[2]

## نوحہ و بُکا کی مذمّت

حضرت نعمان بن بشیرؓ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ پر بیہوشی طاری ہوئی تو ان کی بہن نے رونا اور ان کے محاسن گنانا شروع کر دیا، جب عبداللہ کو افاقہ ہوا تو انہوں نے بہن سے کہا کہ جب تم کسی خوبی کا ذکر کرکے ہائے ہائے کرتی تھیں تو فرشتہ مجھ سے پوچھتا تھا کہ کیا تم ایسے ہی ہو؟[3]

حضرت اُم سلمہؓ کا بیان ہے کہ جب ابوسلمہؓ کی وفات ہوئی تو میں نے کہا کہ

---

[1] فتح الباری ۹/۴۸۴ — [2] بخاری مع الفتح ۷/۵۱۶ — [3] حقوق النساء فی الاسلام ص ۱۷۲

AsliAhleSunnet.com

ابو سلمہؓ نے پردیس میں وفات پائی، میں ان پر خوب خوب روؤں گی۔ رونے میں میری مدد کے لئے ایک اور عورت آگئی، اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ کیا تم ایسے گھر میں شیطان کو داخل کرنا چاہتی ہو جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے نکال دیا ہے؟ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں یہ سنکر رونے سے باز آگئی۔ [1]

حضرت ابو بریدہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیمار تھے، ان کا سر خاندان کی ایک عورت کی گود میں تھا جو چلا رہی تھی، اس حالت میں ابو موسیٰؓ اسے کچھ نہ کہہ سکے، لیکن جب افاقہ ہوا تو کہا کہ جس آدمی سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بَری ہیں اس سے میں بھی بَری ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے نوحہ کرنے والی، مصیبت کے وقت بال مونڈنے والی اور کپڑے پھاڑنے والی عورت سے بَری ہیں۔ [2]

## اولاد کی موت پر صبر

زندگی میں غم اور خوشی کے امتزاج سے قدرت نے توازن قائم کیا ہے، دونوں طرح کے حالات سے دوچار ہونے کے بعد انسان کا کردار نکھرتا ہے، اور اس کے عمل میں استواری پیدا ہوتی ہے۔

ازدواجی زندگی میں والدین کے لئے اولاد کی بڑی اہمیت ہے، گھر میں اولاد سے مسرت و سعادت کا احساس ہوتا ہے، لیکن آزمائش کی وہ گھڑی بیحد سخت ہوتی ہے جب اولاد کم عمری میں فوت ہو جائے، اس طرح کے حادثے میں انسان کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کے پُر بہار چمن کی کچھ کلیاں بن کھلے مرجھا گئیں، کمزور طبیعت کے والدین خاص طور پر اس طرح کے حادثے سے زیادہ متأثر ہوتے ہیں، اور کبھی کبھی ان کی زندگی مایوسی و شکستگی کا شکار ہو جاتی ہے، خصوصًا عورتوں پر اس طرح کے حادثوں کا زیادہ اثر ہوتا ہے، لیکن ساتھ ہی اس طرح کے

---

[1] مسلم ۲/۶۳۵ [2] بخاری ۳/۱۶۵

AsliAhleSunnet.com

غم کو جھیلنے اور کسی حادثے کے بعد اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے باحوصلہ زندگی کا آغاز کرنے میں بھی عورت کا کردار بیحد اہم ہے۔ اگر عورت قوتِ ایمانی سے کام لے کر شوہر کو تسلّی دے تو اس سے دونوں اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے، اور گھر کا ماحول بھی خوشگوار ہو جائے گا۔ اسلام نے اسی لئے اولاد کی موت پر عورت کو خاص طور پر متوازن رویہ کی تلقین کی ہے۔

صحیحین کی ایک حدیث میں ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ یا رسول اللہ، آپؐ کی مجلس میں وعظ و نصیحت سننے اور اجر پانے کا موقع صرف مردوں کو ملتا ہے، اور ہم عورتیں محروم رہ جاتی ہیں، لہٰذا آپؐ ہمارے لئے ایک دن وعظ و نصیحت کی غرض سے مخصوص فرما دیجئے۔ آپؐ نے دن اور جگہ کی تعیین فرما دی، جب عورتیں جمع ہوئیں تو آپؐ تشریف لائے اور وعظ و نصیحت کے ضمن میں فرمایا: جس عورت کی زندگی میں اس کے تین بچے فوت ہو گئے اور اس نے صبر سے کام لیا تو وہ بچے اس کے لئے جہنم سے بچاؤ کا سامان بنیں گے۔ ایک عورت نے پوچھا کہ: جس کے دو بچے فوت ہوئے ہوں؟ آپؐ نے فرمایا کہ اس کے لئے بھی یہی بشارت ہے۔

طبرانی کی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ مسلمان میاں بیوی کے تین نابالغ بچے اگر فوت ہو گئے ہوں تو ان بچوں کو قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر کھڑا کر کے اس میں داخل ہونے کے لئے کہا جائے گا، وہ بچے کہیں گے کہ ہم اپنے والدین کے بغیر داخل نہ ہوں گے، تب ان سے کہا جائے گا کہ اپنے والدین کے ساتھ ہی داخل ہو جاؤ۔

AsliAhleSunnet.com

# تعدّدِ ازواج

AsliAhleSunnet.com

## تعدّد کیا ہے؟

اسلامی شریعت میں مرد کو یہ اجازت ہے کہ وہ بیک وقت چار عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھے، اس اصول پر اُن لوگوں کو سخت اعتراض ہے جو اس دور میں عورتوں کی بہی خواہی اور مردوں کے ساتھ ان کی بیجا مساوات کے علمبردار ہیں، یہ لوگ شریعت کی اس اجازت کو کسی نہ کسی حیلہ سے ختم کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ شریعت جن ضرورتوں اور مصلحتوں کا لحاظ کرتے ہوئے تعدد کی اجازت دیتی ہے اُن سے یہ لوگ چشم پوشی کر جاتے ہیں۔

اس فصل میں ہم ان مصلحتوں کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جن کے پیشِ نظر اسلام نے تعدّد کا اصول متعین کیا ہے، لیکن اس سے پہلے ایک نظر اُن اقوام و مذاہب پر ڈالنا مناسب ہے جنہوں نے اسلام سے قبل یا بعد تعدد ازواج کو قانون یا مذہب کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے، جدید دور میں لوگوں نے تعدّد کو اسلامی شریعت کے ساتھ خاص سمجھ کر طرح طرح کی کج بحثیوں کا دروازہ کھولا ہے۔

## تعدّد اور مذاہبِ عالم

قدیم اقوام میں یونانی، بابلی، اشوری، مصری، چینی اور ہندوستانی لوگوں میں تعدّد کا عام رواج تھا، اور ان میں سے اکثر قوموں کے یہاں تو تعداد کی بھی قید نہ تھی۔ [1]

۱۔ یہودی مذہب میں بھی تعددِ ازواج کی اجازت ہے اور تعداد کی کوئی قید نہیں، توراۃ میں جن انبیاء کا ذکر ہے سب کے یہاں کثرتِ ازواج کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں: سیدہ ہاجرہ، سیدہ سارہ، قنتورۃ خاتون۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں: لیاہ، زلفہ، راحل، بلہہ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں: سفورہ خاتون، جیشیہ، قینی، حباب۔

---

[1] تمدن عرب ص ۴۸۳

AsliAhleSunnet.com

حضرت داؤد علیہ السلام کی ۹ بیویوں، دس حرموں اور ان کے علاوہ اور جوروؤں کا ذکر بائیبل میں بصراحت ملتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے عقد میں سات سو آزاد عورتیں اور تین سو لونڈیاں تھیں۔ [1]

۲۔ انجیل متی ۲۵ باب پڑھو، حضرت مسیحؑ نے اپنی آمد کی خبر میں دس کنواریوں کا ذکر کیا ہے کہ پانچ نے دولہا کے ساتھ شادی کی، گھر میں گئیں، اور پانچ جو پیچھے رہ گئی تھیں ان کے لئے دروازہ نہ کھولا گیا۔ [2]

عیسائی مذہب میں کوئی ایسا واضح حکم موجود نہیں جس میں تعدد سے روکا گیا ہو۔ پولس کے ایک خط میں یہ تحریر ہے کہ پادری کو صرف ایک بیوی کا شوہر ہونا چاہیئے۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ ایک سے زائد بیویاں رکھ سکتے ہیں۔

قدیم عیسائیوں کی تاریخ میں یہ تذکرہ ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ ایک سے زائد بیویاں رکھتے تھے۔ ویسٹر مارک (WESTER MARK) کا، جسے تاریخ ازدواج کا مستند عالم مانا جاتا ہے، بیان ہے کہ کلیسا کی مرضی و منظوری سے سترہویں صدی تک تعددِ ازواج کا دستور تھا، اور اکثر ان حالات میں ہوتا تھا جو کلیسا اور حکومت کے شمار میں نہیں آتے تھے۔ [3]

مارٹن لوتھر جیسے تجدد پسند مصلح نے بھی اس نظام پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ بعض عیسائی فرقوں کے نزدیک تعدد ازواج ضروری تھا۔ [4]

ان تمام حوالجات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو منہاجِ نبوت ہزاروں سال سے سینکڑوں انبیاء نے اپنے پاک اور محکم چال چلن سے قائم کیا تھا وہ یہ تھا کہ نبی کے

---

[1] رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۲۸ [2] رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۳۰

[3] موسوعۃ العقاد الاسلامیۃ ۵/ ۱۷۶۔ [4] حقوق النساء فی الاسلام ص ۶۱، المرأۃ بین الفقہ والقانون ص ۱۷۔

AsliAhleSunnet.com

گھر میں ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی ہیں۔[1]

۳۔ ہندو مذہب میں بھی تعدد ازواج کا واضح ثبوت موجود ہے، مہاراجہ دسرت کی تین بیویاں تھیں: کوشلیا، سمترا، کیکئی۔

سری کرشن جی کی سینکڑوں بیویاں تھیں۔

راجہ پانڈو کی دو بیویاں تھیں: کنتی، مادری۔

راجہ شنتن کی دو بیویاں تھیں: گنگا، ستیہ وتی۔[2]

تمدنِ ہند کا مصنف لکھتا ہے کہ: ویدی آریوں میں عام طور پر وحدۃ الازواج کی رسم تھی، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد کے زمانہ میں راجہ اور دولت مند لوگ کئی بی بیاں کرنے لگے تھے، جس چیز نے آریوں میں کثرۃ الازواج کی رسم کو جاری کیا وہ بیٹوں کی ضرورت تھی جب پہلی بی بی سے صرف لڑکیاں ہوتیں تو پھر اولاد ذکور کے لئے دوسری بی بی کرنا لازم آتا۔[3]

ایک مقام پر لکھتا ہے:

مثل ہندوستان کے اور خطوں کے راجپوتانہ میں بھی کثرۃ الازواج کی رسم موجود ہے، لیکن راجپوتوں میں ہمیشہ ایک بڑی بی بی رہتی ہے، اور پرانے زمانہ میں یہی بی بی اپنے شوہر کی لاش کے ساتھ جلائی جاتی تھی۔

بادشاہوں کے لئے رسم یہ تھی کہ ان کی کل بی بیاں ان کی لاش کے ساتھ جلائی جاتی تھیں، اس وقت اودے پور میں سنگرم سنگھ اور اس کی اکیس[۲۱] رانیوں کا مقبرہ موجود ہے، جو ۱۷۳۳ء میں راجہ کے ساتھ جلی تھیں۔[4]

**تعدّد کیوں؟** اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ ایک بیوی پر اکتفا کرنا نزاع سے سلامتی کا سبب اور خاندان کے اتفاق و اتحاد کے حق میں بہتر

---

[1] رحمۃ للعالمین ۲/۱۳۰
[2] ایضا ۲/۱۲۷
[3] تمدن ہند ص ۱۹۰
[4] ایضا ص ۲۹۹

AsliAhleSunnet.com

بات ہے، تعدّد سے جہاں کچھ مسائل حل ہوتے ہیں وہیں کچھ دوسرے مسائل پیدا بھی ہوتے ہیں، لیکن تعجب انگیز امر یہ ہے کہ تعدّد کا تذکرہ کرتے ہوئے معترضین کا ذہن سب سے پہلے اس بات کی طرف منتقل ہوتا ہے کہ اسلام نے اس اصول کے ذریعہ عیش پرستی ولذت اندوزی کی حوصلہ افزائی کی ہے، پھر اس تصوّر کے آتے ہی ان کے ذہن سے وہ تمام مجبوریاں اور مخصوص حالات نکل جاتے ہیں جن کے پیشِ نظر اسلام نے تعدّد کی اجازت دی ہے۔

۱۔ اگر معاشرتی حیثیت سے دیکھا جائے تو بعض حالات میں تعدّد ناگزیر ہو جاتا ہے۔ عام طور پر اکثر ممالک میں مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی کثرت ہوتی ہے، مردم شماری کی جو تفصیلات مختلف ملکوں میں سرکاری طور پر شائع ہوتی ہیں ان سے اس بات کی تصدیق ہو سکتی ہے، ایسی صورت میں اخلاقی وسماجی لحاظ سے تعدّد ضروری ہو جاتا ہے، ورنہ معاشرہ میں بے حیائی پھیلتی ہے، اور ناجائز اولاد کی کثرت ہو جاتی ہے۔

"لندن ٹروتھ" میں ایک انگریز عورت لکھتی ہے کہ: صرف ایک بیوی سے شادی کے قانون کے نتیجہ میں عورتیں آوارہ پھرنے پر مجبور ہیں، اگر تعددِ ازواج کی اجازت نہ دی جائے گی تو مصیبت بیحد بڑھ جائے گی، آج شادی شدہ مردوں کی ناجائز اولاد معاشرہ کے لئے ایک بوجھ اور باعثِ ننگ وعار بنی ہوئی ہے۔

۲۔ مختلف اوقات میں لڑائی یا کسی دوسری آفت کی وجہ سے جب مردوں کی تعداد کم ہو جاتی ہے تو ایسی صورت میں بھی تعدد ضروری ہو جاتا ہے، یورپ کی دو عالمگیر لڑائیوں کے بعد وہاں پر اس صورتِ حال کا لوگوں کو کھلے طور پر اندازہ ہو گیا ہے، اسی کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ جرمنی میں عورتوں نے اپنی مختلف انجمنیں قائم کی تھیں جن کا مطالبہ یہ ہوتا تھا کہ تعدّد ازواج کی اجازت دی جائے۔

انگریز مفکر اسپنسر تعددِ ازواج کے نظریہ کا مخالف ہوتے ہوئے بھی اپنی کتاب "اصولِ علمِ معاشرت" میں لکھتا ہے کہ اگر کسی قوم کے افراد لڑائی میں کام آجائیں اور

AsliAhleSunnet.com

بقیہ لوگوں کے پاس صرف ایک ایک بیوی ہو تو بہت سی عورتیں بلا شوہر رہ جائیں گی، اور شرحِ پیدائش میں لازمی طور پر کمی ہو جائے گی۔ اگر ایسی دو قوموں میں لڑائی ہو جو تمام اقتصادی مسائل میں مساوی ہوں لیکن ایک قوم تمام عورتوں سے بچے نہ حاصل کرتی ہو تو وہ دوسری قوم کا مقابلہ نہیں کر سکتی، نتیجہ یہ ہوگا کہ وحدتِ زوج کے قانون پر عمل پیرا قوم تعددِ ازواج سے مستفید ہونے والی قوم سے مغلوب ہو جائیگی۔

۳۔ معاشرتی مجبوریوں کے علاوہ مخصوص ذاتی حالات کی وجہ سے بھی انسان تعدد پر مجبور ہو جاتا ہے، مثلاً پہلی بیوی بانجھ ہو اور مرد کو اولاد کی خواہش ہو، یا عورت کو کوئی ایسی بیماری لاحق ہو جس کے نتیجہ میں وہ مصاحبت کے قابل نہ ہو، یا شوہر اپنے کاروبار کے سلسلہ میں مہینوں باہر رہتا ہو، اور وہاں پر اپنے اہل وعیال کو نہ لے جا سکتا ہو، یا مرد کے اندر اتنی جنسی قوت ہو کہ ایک بیوی پر قناعت کرنے میں نقصان ہو تو اِن تمام صورتوں میں تعدد کی اجازت دی گئی ہے، اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر تعدد کی اجازت نہ ہو تو پھر یا تو مرد بیوی کے طلاق پر یا اخلاقی بے راہ روی پر مجبور ہوگا، جیسا کہ عام طور پر اُن ممالک میں ہم دیکھتے ہیں جہاں تعدد کے اصول پر عمل نہیں کیا جاتا۔[1]

## تعدد سے متعلق قرآن کا حکم

تعدد سے متعلق سورۂ نساء میں درج ذیل دو آیتیں وارد ہیں، پہلی آیت یہ ہے:

| | |
|---|---|
| وان خفتم الا تقسطوا | اور اگر تم کو یتیموں کے حق میں انصاف نہ کرنے کا |
| فی الیتامیٰ فانکحوا ما طاب | ڈر ہو تو (ان سے نکاح نہ کیا کرو بلکہ) اور عورتوں |
| لکم من النساء مثنیٰ وثلاث | سے نکاح کیا کرو جو تمہارے لئے حلال ہیں، خواہ ایک |
| ورباع، فان خفتم الا تعدلوا | سے خواہ دو سے خواہ تین سے خواہ چار سے، پھر اگر |
| فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم، | تم بے انصافی سے ڈرو تو بس ایک ہی سے کر لو یا |

[1] المرأۃ بین الفقہ والقانون ص ۸۰، حقوق النساء فی الاسلام ص ۶۸

AsliAhleSunnet.com

ذلك ادنىٰ ان لا تعولوا۔ [1]

لونڈی پر کفایت کرو، یہ بے انصافی سے بچنے کا بہت اچھا ذریعہ ہے۔

:: :: ::

دوسری آیت یہ ہے:

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ، وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ کان غفورًا رحیمًا۔ [2]

اور بیویوں میں تم برابری ہرگز نہ کرسکو گے، گو تم خواہش بھی کرو، پس بالکل ایک ہی طرف نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو لٹکتی ہوئی چھوڑ دو، اور اگر آپس میں صلح سے رہو گے اور ظلم سے بچو گے تو اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

عصرِ نبوی سے اب تک جمہور علمائے اسلام نے ان دونوں آیتوں سے درجِ ذیل احکام مستنبط کئے ہیں:

۱۔ پہلی آیت میں "انکحوا" کا لفظ اباحت پر دلالت کرتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کے لئے بیک وقت چار عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھنا مباح ہے، ائمۂ اجتہاد کا یہی فیصلہ ہے، جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس آیت سے چار عورتوں سے زائد کی اجازت ثابت ہوتی ہے، انھیں قرآن کریم کی بلاغت اور عربی زبان کے اسلوب کا اندازہ نہیں۔

۲۔ تعدد کے لئے بیویوں کے مابین انصاف کی شرط ہے، اگر کوئی شخص عدل وانصاف پر قادر نہ ہو تو اس کے لئے ایک سے زائد عورت سے شادی جائز نہ ہوگی، لیکن اگر وہ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرے گا تو نکاح صحیح ہوگا، البتہ عدل نہ کرنے کے سبب گنہگار ہوگا۔

آیت میں عدل کا جو حکم ہے اس سے مراد یہ ہے کہ رہائش، لباس، کھانے پینے اور شب باشی وغیرہ کے معاملہ میں عورتوں کے درمیان انصاف اور برابری سے کام

---

[1] النساء: ۳ [2] النساء: ۱۲۹

AsliAhleSunnet.com

لیا جائے۔

۳۔ پہلی آیت میں دوسری بیوی اور اس کی اولاد کے نفقہ پر قدرت کی شرط ہے۔ امام شافعیؒ نے "ان لاتعولوا" کی یہی تفسیر کی ہے۔

۴۔ دوسری آیت سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ عورتوں سے محبت کے بارے میں انصاف ناممکن ہے، لیکن مرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک عورت کو اس طرح بہت زیادہ محبوب نہ رکھے کہ دوسری کو بالکل معلق چھوڑ دے، حتی الامکان دونوں کے مابین برابری کا معاملہ رکھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ: اے اللہ میں قدرت بھر بیویوں کے مابین منصفانہ تقسیم کرتا ہوں، لیکن میرے دائرۂ اختیار سے جس طرح کا انصاف باہر ہے اس پر تو میرا مواخذہ نہ فرمالے[1] حضرت عائشہؓ کی طرف آپؐ کا قلبی میلان زیادہ تھا' اس لئے آپ یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

## اسلام کا اصلاحی رویّہ

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں ظہورِ اسلام کے وقت تعددِ ازواج کا دستور تقریباً ہر قوم و شریعت میں موجود تھا' لیکن ان کے یہاں اس کی کوئی حد مقرر نہ تھی۔

اسلام نے اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ اصلاح کی کہ تعدد میں چار عورتوں کی قید لگا دی' اور یہ حکم دے دیا کہ چار سے زائد عورتوں کو بیک وقت کوئی اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔

اس کے بعد اسلام نے تعدد کی صورت میں عدل و مساوات برتنے کی شدید تاکید کی۔ اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اعلیٰ اخلاقی نمونہ پیش فرمایا اس سے بیویوں کے مابین عدل کی ضرورت و اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، آپؐ نے ازواجِ مطہرات کے حق میں جو باری مقرر فرمائی تھی اس پر مرضِ الموت کی شدت میں بھی قائم رہے، جب چلنے پر قدرت نہ تھی اس وقت بھی آپؐ دوسروں کے سہارے باری کے مطابق ازواجِ

[1] عون المعبود ۶/۱۷۲

AsliAhleSunnet.com

مطہرات کے حجروں میں تشریف لے جایا کرتے تھے، جب مرض بہت شدید ہوگیا تو آپ نے دیگر ازواج سے حضرت عائشہؓ کے یہاں رہنے کی اجازت طلب کی، ان کی اجازت کے بعد آپ حضرت عائشہؓ کے یہاں رہنے لگے اور پھر چند روز بعد انتقال فرمایا۔

اسلام نے اس سلسلہ میں انسانی ضمیر کو بھی بیدار کیا ہے، اور شوہر کے اندر اللہ کا ڈر اور ثواب کی طلب کا ایسا داعیہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ کسی بھی وقت بیویوں پر ظلم و زیادتی کی ہمت نہ کرسکے، اور حقوق کی ادائیگی میں کبھی تقصیر نہ کرے۔

اگر انسان کا ضمیر بیدار ہو، اور اس کے اندر اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کا احساس پیدا ہوجائے تو ایسی صورت میں تعدد سے عام طور پر جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، وہ یقیناً پیدا نہ ہوں گی، اور جن ضرورتوں کے تحت یہ اجازت دی گئی ہے وہ پوری ہوں گی۔ [1]

## تعدّد کا اخلاقی پہلو

عام طور پر تعددِ ازواج سے بحث کرنے والے معترضین اس کے اخلاقی پہلو کو نظر انداز کر دیتے ہیں، تعدد کی اجازت سے عورتوں کی مظلومیت کا دعویٰ تو وہ ضرور کرتے ہیں، لیکن تعدد کو غیر مشروع قرار دینے کے بعد معاشرہ میں اس کے جو اثرات نمایاں ہوتے ہیں ان سے وہ چشم پوشی کر جاتے ہیں، حالانکہ اگر غور کیا جائے تو تعدد کا اسلامی نظام اخلاقی بلندی اور معاشرہ کی پاکیزگی کا بہترین وسیلہ ہے، اس نظام میں انسان کو یہ اجازت نہیں ہوتی کہ وہ جتنی عورتوں سے جب چاہے تعلق قائم کرلے، بلکہ اس بات کی پابندی ہوتی ہے کہ پہلی بیوی کے علاوہ صرف تین عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے، اور اس کے لئے ضروری ہے کہ باقاعدہ نکاح ہو اور عورتوں کے اولیاء اس عقد سے واقف بلکہ اس سے راضی ہوں۔

مذکورہ اخلاقی پہلو کے علاوہ اس نظام کا انسانی پہلو یہ ہے کہ ایک شخص شوہر سے

---

[1] المرأۃ بین الفقہ والقانون ص ۱۰۲

AsliAhleSunnet.com

محروم کسی عورت کو رشتۂ زوجیت میں لاکر معاشرہ کے بوجھ کو ہلکا کر دیتا ہے، اور عورت کو ایک دائمی سہارا مل جاتا ہے، اسی طرح مہر ادا کرکے بھی مرد ہمدردی و بہی خواہی کی ایک اعلیٰ مثال قائم کرتا ہے۔

تعدد کی صورت میں مرد عورت کو حمل اور ولادت کے دوران پوری پوری راحت پہنچانے کی کوشش کرتا ہے، لیکن ناجائز تعلقات کی صورت میں مرد جنسی اتصال کے بعد عورت سے جُدا ہوجاتا ہے اور اسے تنہا تمام مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تعدّد کی صورت میں مرد اپنی اولاد کا ذمہ دار ہوتا ہے، اور یہ اولاد آگے چل کر معاشرہ کی ترقی کا باعث ہوتی ہے۔

تعدد کے نظام میں انسان کو محدود طور پر اپنی جنسی خواہش پوری کرنے کا موقع ضرور مل جاتا ہے، لیکن اس کے مقابلہ میں اس پر مختلف قسم کی ذمہ داریاں عائد ہوجاتی ہیں جن کا ادا کرنا اس کے لئے ضروری ہوتا ہے۔

اس کے مقابلہ میں مغربی معاشرہ میں تعدد کی جو صورت رائج ہے اُسے دیکھئے تو اندازہ ہوگا کہ وہاں پر بیویوں کے بجائے دوست خواتین ہوتی ہیں جن کے ساتھ نہ تو قانونی طور پر مرد کا نکاح ہوتا ہے، نہ خاندان کے لوگوں کو مرد و عورت کے تعلقات کا علم ہوتا ہے۔ جنسی اتصال کے بعد مرد پر کوئی ذمہ داری بھی عائد نہیں ہوتی، بلکہ وہ عورت کی عزت و آبرو سے کھیلنے کے بعد اُسے ذلت و رسوائی اور آلام و مصائب کا سامنا کرنے کے لئے تنہا چھوڑ دیتا ہے، ایسی صورت میں مرد پر یہ بھی ذمہ داری نہیں ہوتی کہ وہ اس تعلق سے پیدا ہونے والی اولاد کو اپنی اولاد تسلیم کرے۔ اب قابلِ غور بات یہ ہے کہ تعدد کی دونوں صورتوں میں کون سی صورت اخلاق کے تحفظ اور شہوانی جذبات کو دبانے کی ضامن ہے، اور کس کے اندر عورت کے احترام اور انسانیت کی بہبود کا پہلو زیادہ نمایاں ہے؟

AsliAhleSunnet.com

## اہلِ مغرب کا اعتراف

نظریاتی طور پر کسی نظام کے متعلق غلط بیانی یا اس کے اصل خدوخال کو مسخ کرنے کی کوشش اسی وقت تک کامیاب رہتی ہے جب تک کہ سماجی حالات کا فیصلہ سامنے نہیں آتا، لیکن جب سماجی حالات اپنا فیصلہ سنا دیتے ہیں تو پھر اس وقت تمام نظری پیمانے اور منطقی دلائل بے اثر ہو جاتے ہیں، اور لوگ اصل حقیقت کو جاننے کے بجائے اسے دیکھ لیتے ہیں۔ اہلِ مغرب نے تعدد ازواج کے اسلامی نظام پر بہت کچھ لے دے کی اور اسے اسلام کے دامن کا ایک داغ ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا، لیکن ایک وقت آیا جب یورپ کے معاشرہ میں ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ وہاں کے مصلحین تعدد کی تعریف پر مجبور ہو گئے۔ ذیل میں بعض اس طرح کے بیانات سے ہمارے قول کی تصدیق ہو گی۔

قاہرہ کے مجلہ (الفتح) شمارہ جولائی ۱۹۲۷ء نے مشہور انگریزی اخبار ڈیلی میل کے ایک مضمون کا ذکر کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ: انگلینڈ اور بعض دیگر ممالک میں عورتوں کی تعداد مردوں سے دو ملین زیادہ ہے، اور اس مشکل کا حل تعدد ازواج کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتا۔ ایک مرد کے لئے ایک عورت کا نظریہ ہی زیادہ مناسب ہے، لیکن اگر عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو تو پھر کوئی حل تلاش کرنا ضروری ہے، ورنہ دونوں صنفوں میں سخت کش مکش ہو سکتی ہے۔[1]

"لندن ٹروتھ" میں ایک خاتون اپنے مضمون میں لکھتی ہے کہ: آوارہ گرد عورتوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے، اور اس کے اسباب کی چھان بین کرنے والا کوئی نہیں، میں بحیثیت ایک عورت جب ان لڑکیوں کو دیکھتی ہوں تو میرا دل غم سے پھٹنے لگتا ہے، لیکن اس صورتِ حال کو روکنے کے لئے اقدام نہ ہو تو غم کا کوئی فائدہ نہیں۔ بقول مسٹر تھامس اس بیماری کا علاج یہ ہے کہ متعدد شادیوں کی اجازت دی جائے،

---

[1] المرأۃ بین الفقہ والقانون ص ۲۲۷

AsliAhleSunnet.com

اس طرح یہ مصیبت دور ہو سکتی ہے، اور اِدھر اُدھر بھٹکنے والی لڑکیاں گھروں میں بیٹھکر خانگی نظام کو سنبھالنے کے قابل بن سکتی ہیں۔ اگر تعدد ازواج کی اجازت نہ دی جائے گی تو پھر یہ مصیبت بہت بڑھ جائے گی۔

لیڈی کوک کا بیان ہے کہ لڑکیاں کارخانوں وغیرہ میں کام کرکے جو چند روپے کمالیتی ہیں اس سے والدین کو دھوکہ نہ کھانا چاہیئے، عورتوں کو ہمیشہ مردوں سے دور رہنے کی تلقین کرنا چاہیئے، اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ناجائز حمل ان تمام علاقوں میں زیادہ ہوتا ہے جہاں عورتوں کا مردوں کے ساتھ اختلاط زیادہ ہے۔

ڈاکٹر گستاؤ لیبان نے اپنی کتاب "تمدن عرب" میں مختلف مقامات پر تعددِ ازواج کے موضوع پر اظہارِ خیال کیا ہے۔ ایک مقام پر لکھا ہے کہ:

"شاید ہی کوئی ایسا معاشرتی نظام ہو جس پر اہلِ یورپ نے تعدد ازواج کے مقابلہ میں اعتراض کیا ہو، اور تعدد کے اصول کو سمجھنے میں ان سے جو غلطی سرزد ہوئی ہے شاید کسی اور نظام کے سلسلہ میں انھوں نے اتنی ٹھوکر نہیں کھائی ہے۔ یورپ کے اکثر مؤرخین سمجھتے ہیں کہ تعدد کا اصول اسلام میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے، اور اسی کی بدولت قرآن کی اشاعت ہوئی ہے، اور یہی اہلِ مشرق کے زوال کا سبب ہے۔ اس طرح کے مزعومات کے سبب ان عورتوں کے ساتھ لوگوں کو ہمدردی پیدا ہوگئی ہے جن کو دائرۂ حریم میں پھینک دیا جاتا ہے، اور بھدے قسم کے خصی شدہ غلام ان کی نگرانی کرتے ہیں، پھر انھیں آقاؤں کے اشارہ پر قتل کر دیا جاتا ہے۔

اس نوعیت کا تصور اصل میں حقیقت سے دور ہے، یہ اہلِ یورپ کے وہم کی کرشمہ سازی ہے کہ اس نے مشرق کا اس انداز میں ذکر کیا ہے۔ مشرق میں تعدد ازواج کا جو اصول رائج ہے وہ اصل میں ایک عمدہ نظام ہے جس سے اخلاقی معیار بلند ہوتا ہے، خاندان میں باہمی ربط مضبوط ہوتا ہے، اور عورت کو وہ عزت و سعادت نصیب ہوتی ہے جسے یورپ میں دیکھا نہیں جا سکتا۔[1]

[1] تمدنِ عرب ص ۴۸۲

AsliAhleSunnet.com

اسی مصنف نے اپنی ایک دوسری کتاب "روحِ سیاست" میں لکھا ہے کہ:
مشرق کا قانونی تعدد یورپ کے اس گھناؤنے تعدد سے کہیں اچھا ہے جس کے نتیجہ میں لاوارث بچے بچیوں کی تعداد برابر بڑھتی جارہی ہے۔

ایک جرمن ماہر سماجیات لکھتا ہے کہ: تعددِ ازواج آریائی نسل کی نمو وبقار کے لئے ضروری ہے۔

جارج برنارڈ شا اپنی کتاب "ازدواجی زندگی" میں لکھتا ہے کہ: اس صدی کے خاتمہ سے پہلے انگریزی حکومت اسلام کو اپنا مذہب قرار دینے پر مجبور ہوجائے گی۔ [1]

مجلہ حضارۃ الاسلام، شمارہ ۱۹۶۱ء، ص ۳۶۵ پر تحریر ہے کہ:
سوئیڈن کے ایک شمار میں بتایا گیا ہے کہ ہر سات شادیوں میں سے ایک کا انجام طلاق ہوتا ہے، اسی طرح ناروے میں ہر چھ شادیوں میں سے ایک طلاق پر ختم ہوتی ہے۔

ڈنمارک میں تیس سال کی عمر سے قبل کی نوجوان عورتوں میں بہت کم ایسی ملیں گی جنہیں دو یا تین بار طلاق نہ ہوئی ہو۔

سوئیڈن میں ہر دس بچوں میں ایک بچہ ناجائز ہوتا ہے، اور ڈنمارک میں تیرہ بچوں میں ایک۔ یہ اس صورت میں جب کہ بہت سے حمل ساقط کرادیئے جاتے ہیں۔
اقوامِ متحدہ کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ بعض ملکوں میں ناجائز بچوں کا تناسب تیس فیصد تک پہنچ گیا ہے۔ [2]

تھیاسوفیکل تحریک کی سربراہ اینی بیسنٹ نے اپنی کتاب "ہندوستانی مذاہب" میں لکھا ہے کہ: اہلِ مغرب کو مشرق میں رائج تعدد ازواج پر اعتراض کی جرأت کیسے ہوتی ہے جب کہ مغرب میں جسم فروشی کی لعنت موجود ہے؟ یک زوجگی پر عمل

---

[1] حقوق النساء فی الاسلام ص ۴۷ [2] المرأۃ بین الفقہ والقانون ص ۲۴۱

AsliAhleSunnet.com

کرنے والے بہت تھوڑے سے لوگ پاکباز رہتے ہیں، اور جو لوگ در پردہ عورتوں سے ناجائز تعلقات رکھتے ہیں ان کو یک زوجگی پر عامل نہیں کہا جاسکتا۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو اسلام میں تعدد ازواج کا وہ نظام جس میں عورت کو پوری غذا، لباس، مکان اور تحفظ میسر ہوتا ہے، مغرب کے جسم فروشی کے اس نظام سے بہت بہتر ہے جس میں مرد اپنی جنسی خواہش کی تسکین کے بعد عورت کو بے سہارا چھوڑ دیتا ہے۔[1]

ایک نومسلم فرنچ مستشرق "ناصر الدین دینے" اپنی کتاب "محمد رسول اللہ" میں لکھتے ہیں کہ: واقعات سے یہ شہادت ملتی ہے کہ تعدد ازواج پوری دنیا میں رائج رہا ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تعدد کے نظام کو ختم کرنے سے کوئی فائدہ ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ: اس سے کسی فائدہ کا ہونا مشکوک ہے، اسلامی ممالک میں جسم فروشی کم ہے، لیکن اگر تعدد کا نظام ختم کر دیا جائے تو یقیناً بیسوائی کا پیشہ عام ہو جائے گا، اور اس کے مہلک نتائج ظاہر ہونے شروع ہو جائیں گے۔

موصوف نے اپنی دوسری کتاب "نور اسلام کی کرنیں" میں لکھتے ہیں کہ: تعددِ ازواج کا قانون فطری ہے، اور یہ رہتی دُنیا تک باقی رہے گا۔ مسیحیت نے وحدتِ زوجہ کے جس نظریہ کو اختیار کیا ہے اُس میں بہت سے مفاسد پوشیدہ ہیں، اور خاص طور پر تین مہلک نتائج معاشرہ کے لئے خطرہ بنے ہوئے ہیں: ایک جسم فروشی، دوم غیر شادی شدہ عورتیں، سوم ناجائز اولاد۔ اور یہ معاشرتی برائیاں ان ممالک میں بہت کم نظر آتی ہیں جہاں اسلامی قانون کے مطابق تعددِ ازواج رائج ہے۔

---

[1] المرأۃ بین الفقہ والقانون ص ۲۲۹

AsliAhleSunnet.com

ایک مسیحی عالم ڈاکٹر نظمی لوقا اپنی کتاب "محمد، رسالت اور رسول" میں لکھتے ہیں کہ انسانی زندگی اور معاشرے کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کی زندگی میں تعدد ازواج موجود ہے، خواہ علانیہ ہو یا پوشیدہ، مذہب و قانون کی اجازت سے ہو یا اس کے بغیر۔ اور کوئی صاحب ہوش انسان ایسا نہ ہوگا کہ بغیر رخصت والے تعدد کو رخصت والے تعدد پر ترجیح دے۔

ان وضاحتوں کے بعد یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلام نے بہت اہم ضرورتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر تعددِ ازواج کے قانون کو نافذ کیا ہے۔ [1]

---

[1] المرأة بین الفقہ والقانون ص ۲۲۳ - ۲۳۰

AsliAhleSunnet.com

# طلاق

## ایک ناگزیر اقدام

AsliAhleSunnet.com

## طلاق کی ضرورت

اسلام میں شادی مرد وعورت کے مابین محبت ورحمت پر مبنی ایک ایسا دائمی ومقدس رشتہ ہے جسے برقرار رکھنے کے لئے ہر طرح کی کوشش ضروری ہے، اسی وجہ سے شریعت نے میاں بیوی دونوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ آپس میں محبت، مروّت، چشم پوشی، نرمی اور اخلاص کا برتاؤ کریں، اور ہر ممکن طور پر اس رشتہ کو برقرار رکھیں، کیونکہ اسی میں ان کی، ان کے خاندان، معاشرے اور پوری انسانیت کی بھلائی کا راز پوشیدہ ہے، دونوں ایک دوسرے سے جُدا ہو کر اپنے لئے کچھ نہ کرسکیں گے، اس لئے اگر زوجیت کا رشتہ محبت ورحمت کے بجائے انصاف اور برابری ہی پر قائم رہ سکے تو اسے قائم رکھیں، اور دونوں علیحدگی نہ اختیار کریں۔

لیکن طبیعتوں کی ناہمواری اور بعض دوسرے اسباب کی وجہ سے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میاں بیوی ایک ساتھ رہ کر احکامِ الٰہی کی پابندی اور باہمی حقوق کی ادائیگی سے قاصر ہو جاتے ہیں، ایسی صورت میں اسلامی شریعت نے مرد کو اختیار دیا ہے کہ وہ عورت کو سُنّت کے مطابق طلاق دے کر جُدا کردے تاکہ پھر دونوں آئندہ زندگی کے لئے اپنا اپنا راستہ متعین کرلیں۔

طلاق کو عورت پر زیادتی تصور کرنا ذہن کا قصور ہے، میاں بیوی کا باہمی رشتہ ان کی سعادت وبہتری کے لئے مشروع ہے، لیکن اگر قربت واتصال باہمی کدورت ونفرت کا باعث بنتا ہو تو ایسی صورت میں اس رشتہ کو ختم کرنے کے علاوہ دوسرا کوئی طریقہ بہتر نہیں ہوسکتا، طلاق کو اصل میں اسی نقطۂ نظر سے دیکھنا چاہیئے۔

## طلاق دیگر اقوام ومذاہب میں

طلاق اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب واقوام میں بھی مشروع ہے۔ یونانی قوم میں شوہر کو اختیار حاصل تھا کہ بیوی کی خرید وفروخت کرے، اس کو سزا دے یا قید کرے، اور جب چاہے اسے طلاق دیدے، پھر جس کے ساتھ چاہے اس

AsliAhleSunnet.com

کی شادی کر دے۔ [1]

رومن قوم میں بھی طلاق کا نظام موجود تھا، اور اس میں مختلف اوقات میں اصلاح و ترمیم کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ گستنین نے طلاق کو تین قسموں میں تقسیم کیا تھا، اوّل مباح، دوم مشروع اور سوم غیر مشروع۔ مباح طلاق اس صورت میں ہوتی تھی جب میاں بیوی میں سے کوئی دوسرے کو طلاق دے اور اس طلاق کا سبب فریق ثانی سے متعلق ہو مثلاً جنون یا بانجھ پن وغیرہ۔

طلاق مشروع کا سبب ایسی کوئی غلطی ہوتی تھی جس کا ارتکاب میاں بیوی میں سے کوئی ایک کرے، اور دوسرا بطور سزا طلاق دے۔

طلاق غیر مشروع کی صورت یہ بتائی جاتی ہے کہ طلاق مباح یا طلاق مشروع کے اسباب میں سے کوئی سبب موجود نہ ہو لیکن زوجین میں سے کوئی طلاق دے۔ [2]

## یہودیت اور طلاق

یہودی قوم دو بڑے فرقوں میں منقسم ہے، اوّل رَبانی، دوم قُرائی۔ ربانی فرقہ توراۃ اور تلمود دونوں پر ایمان رکھتا ہے، اور قرائی فرقہ تلمود کو آسمانی کتاب ماننے کے بجائے فقہی کتاب تسلیم کرتا ہے۔

محققین کی رائے کے مطابق یہودیوں کے دونوں فرقے طلاق کو تسلیم کرتے ہیں، البتہ فرق یہ ہے کہ ربانی فرقہ مرد کو طلاق کے سلسلہ میں بالکل آزاد مانتا ہے، خواہ کوئی معقول سبب موجود ہو یا نہیں۔ لیکن قرائی فرقہ کہتا ہے کہ طلاق کے لئے ایسا شرعی سبب ہو جسے قاضی خود متعین یا تسلیم کرے، البتہ جب میاں بیوی طلاق پر متفق ہوں تو ایسی صورت میں قاضی کی ضرورت نہیں۔ [3]

---

[1] مدی حریۃ الزوجین فی الطلاق ص ۲۷

[2] ایضاً ص ۳۰ [3] ایضاً ص ۳۲

AsliAhleSunnet.com

## نصرانیت اور طلاق

نصرانی مذہب کے ماننے والے تین بڑے فرقوں میں منقسم ہیں: اوّل کیتھولک، دوم پروٹسٹنٹ، سوم آرتھوڈکس۔

کیتھولک فرقہ والے کسی بھی حالت میں طلاق کے قائل نہیں ہیں۔ اور پروٹسٹنٹ فرقہ والے زنا ثابت ہونے کی اور مذہب تبدیل کرنے کی صورت میں طلاق کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اور آرتھوڈکس فرقہ والے مذکورہ دونوں اسباب کے ساتھ ساتھ مزید دوسرے اسباب کی وجہ سے بھی طلاق کو جائز مانتے ہیں۔[1]

## جدید قوانین اور طلاق

فرانسیسی انقلاب کے بعد ۱۷۹۲ء میں جو قانون فرانس میں منظور ہوا اس کی رو سے طلاق کو میاں بیوی کی رضامندی سے، یا مخصوص حالات میں کسی ایک کی مرضی سے جائز قرار دیا گیا تھا۔ فرانس میں اس وقت جس قانون پر عمل ہو رہا ہے وہ ۱۹۴۵ء میں منظور کیا گیا تھا، اس قانون کی رو سے زنا کے ارتکاب کے بعد، کسی بُری سزا میں ماخوذ ہو جانے کے بعد اور حد سے بڑھی ہوئی بدسلوکی کی حالت میں طلاق کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

انگلینڈ میں ۱۹۳۷ء میں جو قانون منظور کیا گیا اس میں وسیع پیمانہ پر طلاق کو جائز قرار دیا گیا، اور اس کے لئے درج ذیل اسباب کی تعیین کی گئی: میاں بیوی میں سے کوئی زنا کا مرتکب ہو۔ تین سال تک اگر دونوں بے تعلق رہیں۔ کسی سے ادب کے منافی کوئی جرم صادر ہو جائے۔ کوئی مسلسل پانچ سال تک کسی ذہنی بیماری میں مبتلا رہے۔

یونان میں ۱۹۴۶ء میں جو قانون صادر ہوا، اور جو اب تک نافذ العمل ہے، اس میں بھی مختلف آٹھ اسباب کی بنا پر طلاق کو مشروع قرار دیا گیا ہے۔

جرمنی میں ۱۹۰۰ء میں جو قانون منظور ہوا اس کی رو سے بھی مختلف اسباب

---

[1] مدی حریۃ الزوجین فی الطلاق ص ۳۶

AsliAhleSunnet.com

کی بنا پر طلاق جائز ہے۔ پھر ۱۹۴۶ء میں ایک قانون کے ذریعہ اسباب طلاق کی فہرست کو قدرے مختصر کر دیا گیا ہے۔

سوویت یونین میں ۱۹۴۴ء میں جو قانون منظور ہوا ہے اس کی رو سے طلاق کو عدالت کی منظوری کے بعد جائز قرار دیا گیا ہے، اور اسی پر اس وقت عمل ہو رہا ہے۔[1]

## اسلام سے قبل عربوں میں طلاق

اسلام سے پہلے عربوں کے اندر بھی طلاق کا رواج تھا، اس سلسلہ میں وہ لوگ عورتوں پر ظلم و زیادتی بھی کرتے تھے۔ اگر شوہر بیوی کو سو بار بھی طلاق دے چکا ہو تو اسے عدّت میں رجعت کا حق حاصل ہوتا تھا۔ بعض قبائل میں عورتوں کو بھی طلاق کا حق حاصل تھا۔ امام شافعیؒ کا بیان ہے کہ عرب والے ظہار، ایلاء اور طلاق تینوں طرح سے بیویوں سے جُدائی حاصل کرتے تھے، قرآن کریم نے طلاق کو باقی رکھا اور ظہار و ایلاء میں تبدیلی کر دی۔[2]

## بیجا اعتراض

اسلام کے نظامِ طلاق کی مصلحت اور گذشتہ ادیان و تہذیب کے عائلی احکام و قوانین سے ناواقف کچھ لوگوں نے ایک عرصہ تک طلاق کے بارے میں اسلامی شریعت پر طرح طرح کے اعتراضات کا سلسلہ جاری رکھا، لیکن حالات نے جب انھیں مجبور کیا تو پھر خود بھی اس نظام کے قائل ہو گئے مگر ایسی تفصیلات کے ساتھ جن سے میاں بیوی اور معاشرہ دونوں پر انتہائی بُرے اثرات رونما ہوئے۔

## اصول و ہدایات

میاں بیوی کے مابین رونما ہونے والے اختلافات کو دور کرنے کے لئے اسلام نے جو طریقہ اختیار کیا ہے اس کی مختصر توضیح یہ ہے:

---

[1] مدی حریۃ الزوجین فی الطلاق ص ۵۲ [2] ایضاً ص ۵۰

AsliAhleSunnet.com

اَ۔ سب سے پہلے اسلام نے میاں بیوی کے اندر احساس ذمہ داری پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ باہمی حقوق اور اولاد کی تربیت کے معاملہ کو دونوں کو سمجھنا چاہیئے، اور یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ ان تمام باتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ان سے سوال کرے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

والرّجل راع فی اهله وهو مسئول عن رعیته والمرأة راعیة فی بیت زوجها ومسئولة عن رعیتها۔ [1]

مرد عورت کا نگہبان اور اس سے متعلق جوابدہ ہے، اور اسی طرح عورت شوہر کے گھر کی نگہبان اور اس سے متعلق جوابدہ ہے۔

۲۔ زوجین کے مابین اگر اختلاف رونما ہو تو ایسے وقت میں اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دونوں صبر وضبط سے کام لیں اور ناپسندیدہ امر کو برداشت کریں۔ اخلاق وطبائع میں اختلاف کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اچھے بُرے دونوں طرح کے برتاؤ سے دوچار ہوتا ہے، کبھی ناپسندیدہ اور تکلیف دہ امر ہی باعثِ خیر و برکت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وعاشروهن بالمعروف، فان كرهتموهن فعسىٰ ان تكرهوا شيئًا ويجعل الله فيه خيرًا كثيرًا۔ [2]

عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ممکن ہے کوئی چیز تم ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت سی بھلائی کا سامان کردے۔

۳۔ اگر دونوں کے مابین اختلاف زیادہ ہوجائے اور صبر وضبط ممکن نہ ہو بلکہ مزید نفرت ومخالفت کا اندیشہ ہوجائے تو ایسی صورت میں اسلام کا یہ حکم ہے کہ میاں بیوی دونوں ایک ایک شخص کو حَکَم مقرر کرکے ان کے سامنے اپنا مسئلہ رکھیں، دونوں حَکَم اسے سلجھانے کی کوشش کریں گے اور میاں بیوی کو سمجھائیں گے، قرآن کریم کا فرمان ہے کہ اگر زوجین اصلاح چاہیں گے تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ ان کے مابین اُلفت پیدا کردے گا۔

---

[1] فتح الباری ۲/۳۸۰

[2] النساء ۱۹

AsliAhleSunnet.com

۴۔ حکم کی کوششوں کے باوجود اگر زوجین صلح و صفائی کے ساتھ رہنے پر آمادہ نہ ہوسکیں تو پھر ایسے وقت میں اسلام کی طرف سے مرد کو یہ اجازت ہے کہ وہ عورت کو ایک طلاق دے، اس طلاق کے بعد عورت عدّت کے تین مہینوں میں شوہر کے ساتھ اسی کے گھر میں رہے گی، لیکن دونوں میں میاں بیوی کے تعلقات قائم نہ ہوں گے۔

یہ طلاق رجعی کہلاتی ہے، یعنی شوہر کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ عدّت کے اندر تجدیدِ نکاح کے بغیر رجوع کرلے، اور دونوں کے مابین ازدواجی تعلّقات قائم ہو جائیں۔

۵۔ لیکن اگر پہلی طلاق کے بعد عدّت گذر گئی اور شوہر نے رجوع نہیں کیا تو یہ طلاق بائن ہو جائے گی، یعنی مہر اور نکاح کے بغیر شوہر اس عورت کے ساتھ نہیں رہ سکتا، اور اگر عورت کسی دوسرے مرد کے ساتھ اپنا نکاح کرنا چاہے تو مرد اُسے مجبور نہیں کرسکتا۔

۶۔ پہلی طلاق کے بعد اگر رجعت کرکے میاں بیوی پھر ایک ساتھ زندگی بسر کرنے لگیں، اور اتفاقاً پھر ان کے مابین اختلاف پیدا ہو جائے تو ایسی صورت میں اوّلاً ہر ایک کو صبر و ضبط کی تلقین کی جائے، اگر اس سے اصلاح نہ ہو تو دونوں کی طرف سے حَکم مقرر ہوں گے جو اصلاحِ حال کی کوشش کریں گے، ان کی کوششیں اگر ناکام ہو جائیں تو مرد کو یہ اختیار ہوگا کہ عورت کو دوسری طلاق دیدے۔ مرد کو اس دوسری طلاق کے بعد بھی پہلی طلاق کی طرح رجعت کا حق حاصل ہوگا، رجعت کے بعد اگر پھر زندگی حسبِ معمول بسر کرنے کا امکان نہ ہو تو مرد کو تیسری طلاق کا حق حاصل ہوگا جس کے بعد عورت اس کے لئے قطعی طور پر حرام ہو جائے گی، یعنی کسی دوسرے مرد کے اس سے شادی کرنے اور پھر طلاق دینے کے بعد ہی پہلا شخص اس سے شادی کرسکتا ہے، بشرطیکہ عورت کی دوسری شادی کے سلسلہ میں کسی چال اور حیلہ تراشی

AsliAhleSunnet.com

سے کام نہ لیا گیا ہو، جیسا کہ "حلالہ" کے نام سے آج کل وقتی و عارضی نکاح کی رسمِ بد جاری ہے۔

طلاق کے معاملہ میں یہ ضابطہ اس لئے متعین کیا گیا ہے کہ رجعی دو طلاقوں کے بعد مرد آخری مرتبہ یہ سوچ لے کہ اب اسے عورت کے سلسلہ میں کیا کرنا ہے، اگر اسے اندازہ ہو کہ گذارا ممکن نہیں تو تیسری طلاق دے، لیکن یہ سوچ کر کہ اس کے بعد عورت کسی اور مرد کے عقد میں جائے بغیر اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے کہ تیسری طلاق کے بعد جب عورت کسی اور مرد کے عقد میں رہ کر اس کے طلاق دینے کے بعد پہلے شوہر کے عقد میں دوبارہ آئے گی تو اس سے میاں بیوی دونوں کو شدید پشیمانی اور تکدر محسوس ہوگا۔ اسلام نے تیسری طلاق کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کی شرط اسی لئے ضروری قرار دی ہے کہ مرد تیسری طلاق دیتے ہوئے اچھی طرح یہ سوچ لے کہ اگر اس عورت کو دوبارہ وہ اپنے عقد میں لانا چاہے گا تو اسے مذکورہ ناخوشگوار صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس ضابطہ کی توضیح سے ہم یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اسلام نے رشتۂ زوجیت کو مستحکم و برقرار رکھنے کے لئے کتنی دقت پسندی اور حکمتِ بالغہ سے کام لیا ہے۔

## وقوعِ طلاق کی بعض شرطیں

شوہر کی طرف سے طلاق واقع ہونے کے لئے علماء نے ضروری قرار دیا ہے کہ وہ عاقل، بالغ اور با اختیار ہو۔ لہٰذا دیوانے، بچے اور مجبور شخص کی طرف سے دی گئی طلاق واقع نہ ہوگی، علماء نے وضاحت کی ہے کہ طلاق ایک ایسا اقدام ہے کہ جس کے ازدواجی زندگی میں انتہائی دور رس اثرات و نتائج مرتب ہوتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ اقدام کے وقت شوہر با اہلیت و صلاحیت ہو۔

اسی لئے علماء نے درج ذیل قسم کے شوہروں کی طرف سے صادر ہونے والی طلاق کو تسلیم نہیں کیا ہے:

AsliAhleSunnet.com

۱۔ مُکرَہ و مجبور آدمی جو اپنے اختیار کے بجائے کسی کے مجبور کرنے سے طلاق دے رہا ہو۔

۲۔ بدمست انسان جو نشہ کے باعث اپنے اقدام کی اہمیت اور اس کے اثرات سے غافل ہو۔

۳۔ ایسا غضبناک آدمی جسے اپنے کام کے نتائج کا علم نہ ہو۔ [1]

## حق طلاق

اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ طلاق کا حق صرف مردوں کو کیوں دیا گیا ہے، عورتیں اس میں کیوں شریک نہیں کی گئیں؟

جو لوگ اسلامی نظام کی عظمت و برتری پر ایمان نہیں رکھتے ان کا خیال یہ ہے کہ اسلام نے اس طرح عورتوں کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ لیکن اگر طلاق کے جملہ احکام، شرائط اور قیود پر غور کیا جائے تو اس طرح کا سوال نہیں پیدا ہوگا، بلکہ اس کے برخلاف عورتوں کے ساتھ اسلام کے حکیمانہ و منصفانہ موقف کا یقین ہو جائے گا۔

صرف مرد کو طلاق کا حق دینے کی وجہ یہ ہے کہ تمام تر مالی ذمہ داریوں کا بوجھ اسی پر ہوتا ہے، اس لئے رشتۂ زوجیت کو باقی رکھنے کا اسے زیادہ خیال رہے گا، کیونکہ طلاق کے بعد دوسرے عقد کی صورت میں اسے از سر نو مہر اور شادی کے اخراجات ادا کرنے ہوں گے۔ اسی طرح پہلے عقد کے سلسلہ میں مہر اور شادی کے دوسرے امور سے متعلق اخراجات کا بوجھ بھی مرد پر پڑے گا، اور اسے عدت کے دوران بیوی کے اخراجات بھی ادا کرنے ہوں گے۔ ان مختلف مالی ذمہ داریوں کو سوچتے ہوئے یقیناً مرد طلاق میں تأمل کرے گا، اور عورت کی جانب سے پیش آنے والی ناپسندیدہ حرکتوں پر صبر کرے گا۔ اس کے برخلاف چونکہ عورت پر اس طرح کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ دوسرے عقد میں اس کا مالی فائدہ ہے،

---

[1] فقہ السنۃ ۲/۲۴۷

AsliAhleSunnet.com

اس لئے اندیشہ ہے کہ وہ معمولی معمولی باتوں پر اس طرح کا اقدام کرنے کے لئے تیار ہوجائے گی، نیز مرد کے مقابلہ میں عورت جذبات سے جلد مغلوب ہوجاتی ہے، اس لئے اتنے اہم معاملہ میں سوچنے اور صبر وضبط سے کام لینے کی اس سے بہت کم توقع ہے۔

اہلِ مغرب نے عورتوں کو طلاق کا اختیار دے کر یہ اندازہ کرلیا کہ اس کے نتائج کتنے بھیانک ہوتے ہیں، چنانچہ مختلف اعداد وشمار سے یہ بات ثابت ہے کہ مغرب میں طلاق کی تعداد مشرقی ممالک کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ ہے۔[1]

اس وقت بعض حلقوں کی طرف سے یہ آواز بھی سننے میں آتی ہے کہ طلاق کے لئے قاضی کی اجازت کو بھی ضروری قرار دینا چاہیئے۔

یہ مطالبہ باعثِ فساد ہونے کے ساتھ ساتھ نقصان دہ بھی ہے، اس کی توضیح کے لئے درج ذیل پہلوؤں پر غور کرنا ضروری ہے۔

۱۔ قرآن وحدیث میں مختلف مقامات پر یہ تاکید کی گئی ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ ضروری ہے، اور میاں بیوی کے باہمی اختلافات کی صورت میں ہر ایک کو صبر وضبط اور عفو ودرگذر سے کام لینا چاہیئے، اگر کسی وجہ سے زوجین کے مابین اختلاف بڑھ جائے تو دونوں جانب سے حَکم بیٹھا کر مسئلہ کو سلجھانا چاہیئے، اگر اس سے بھی میاں بیوی میں اتفاق نہ ہوسکے اور دونوں ایک ساتھ رہنے پر تیار نہ ہوں تو پھر ایسی صورت میں طلاق آخری حل ہے۔

اس حکیمانہ طریقہ پر عمل کے بعد ظاہر ہے کہ مسئلہ کو سلجھانے کے لئے کوئی اور راستہ باقی نہیں رہ جاتا، اب طلاق کے لئے قاضی کی اجازت یا طلاق دینے پر کسی طرح کے جرمانہ کا کیا فائدہ ہوسکتا ہے؟

۲۔ قرآن کریم نے طلاق دینے کا فعل شوہر کی طرف منسوب کیا ہے، اس پر

---

[1] المرأة بين الفقه والقانون ص ۱۱۲، حقوق النساء فی الاسلام ص ۱۶۰

AsliAhleSunnet.com

قرآن وحدیث کی آیات اور علماء کا اجماع شاہد ہے، لیکن کسی جگہ بھی طلاق کے فعل کو قاضی یا کسی اور شخص کی اجازت یا مرضی سے مقید نہیں کیا گیا ہے، اس لئے طلاق پر کسی طرح کے جرمانہ یا پابندی کا اقدام شریعت کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

۳۔ مرد کو طلاق کی صورت میں مختلف قسم کے مالی حقوق ادا کرنے ہوتے ہیں جو اپنی جگہ خود مرد کو طلاق سے روکنے یا اس پر غور کرنے کے لئے کافی ہیں، قاضی سے اجازت یا کسی دوسری قید سے اصلاح کی توقع بے معنیٰ ہے۔

۴۔ تجربوں سے ثابت ہوتا ہے کہ زوجین کے مابین تعلقات کی خرابی اور ازدواجی زندگی میں ناکامی کے بعد پھر کوئی ذریعہ دونوں کے ملانے کا باقی نہیں رہتا۔ عیسائیوں کے یہاں جب طلاق کی اجازت دی گئی تو ان لوگوں نے اس کے ساتھ قاضی کی اجازت کو بھی ضروری قرار دیا، لیکن اس کے باوجود صرف امریکہ میں ہر سو شادیوں میں ۴۸ کا انجام طلاق ہوتا ہے، جرمنی میں یہ تعداد ۳۵ فیصد ہے۔

اس کے بالمقابل اسلامی ممالک میں جہاں طلاق قاضی کی اجازت سے مشروط نہیں ہے، طلاق کی نسبت زیادہ سے زیادہ ۱۱ فیصد ہے۔ اس سے یہ دعویٰ غلط ہوجاتا ہے کہ طلاق کو قاضی کی اجازت کے ساتھ مقید کرنے سے لوگ طلاق دینے سے باز آجائیں گے، اور اس سے عورتوں کا تحفظ ہوگا۔ عورتوں کے تحفظ کے لئے معاشرہ میں پھیلی ہوئی عریانی و بے حیائی کو روکنا چاہیئے، لوگوں کو اخلاق وآداب کی پابندی پر آمادہ کرنا چاہیئے، اور ایسے لوگوں کی تادیب وتعزیر کرنا چاہیئے جو دوسروں کی عزت و آبرو سے کھیلنے کی کوشش کرتے ہیں، ان وسائل کے بغیر اصلاح کا کوئی قدم کامیاب نہ ہوگا۔ [1]

## اہم اصلاحات

اب ایک نظر ان اصلاحات پر ڈالئے جن کے ذریعہ اسلام نے طلاق کے سلسلہ میں عورتوں پر ہونے والے مظالم کو ختم کیا:

---

[1] ماذا عن المرأة ص ۱۸۸

AsliAhleSunnet.com

۱۔ اسلام نے رجعی طلاق کو دو[۲] تک محدود کر دیا ہے، اس کے بعد اگر مرد تیسری طلاق دیدے تو اسے رجعت کا حق حاصل نہ رہے گا۔ اس کے مقابلہ میں جاہلی دور میں عربوں کا دستور یہ تھا کہ طلاق کی کوئی حد یا تعداد نہیں تھی، اگر کسی عارضی غصہ کی بُنیاد پر مرد طلاق دیتا تھا تو پھر غصہ رفع ہونے کے بعد رجعت کر لیتا تھا اور حالات اعتدال پر آجاتے تھے، لیکن اگر عورت کو تکلیف پہنچانے کے لئے طلاق دیتا تو عدّت گذرنے سے پہلے رجعت کر لیتا، پھر طلاق دیتا اور رجعت کر لیتا۔ اس طرح یہ سلسلہ جاری رہتا اور عورت مرد کے ہاتھ میں کھلونا بنی رہتی۔ اسلام نے اسی لئے یہ حکم دیا کہ:

| | |
|---|---|
| الطلاق مرتان فامساك بمعروف أو تسريح باحسان۔ [۱] | رجعی طلاقیں دو تک ہیں، پھر یا تو بدستور روک ہے یا بھلائی سے رخصت۔ |

یعنی دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد یا تو عورت کو رکھ لے، یا پھر اُسے رخصت کر دے، اس کے بعد اگر کوئی اور طلاق دی تو پھر رجعت کا حق باقی نہیں رہے گا۔

۲۔ مرد نے عورت کو شادی کے موقع پر مہر وغیرہ کی جو رقم دی ہے اُسے لینا جائز نہیں:

| | |
|---|---|
| ولا يحل لكم ان تاخذوا مما اٰتيتموهن شيئًا الا ان يخافا الا يقيما حدود الله، فان خفتم الا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به۔ [۲] | اور اپنے دیئے ہوئے سے کچھ نہ لو، ہاں جب دونوں یہ جانیں کہ ہم سے اللہ کے احکام ادا نہ ہوں گے، پھر اگر تم یہ جانو کہ وہ احکامِ خداوندی ادا نہیں کریں گے تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ عورت کچھ دے کر رخصت لے لے۔ |

⁂

---

[۱] البقرہ: ۲۲۹۔ [۲] أیضاً: ۲۲۹

AsliAhleSunnet.com

۳۔ مطلقہ عورت کو تکلیف دینے کے لئے عدت کے بعد روک رکھنا جرم ہے:

ولا تمسکوھن ضرارًا لتعتدوا۔

اور دکھ دینے کے لئے ان کو مت روکو کہ ظلم کرنے لگو۔

۴۔ عدت گذرنے کے بعد دوسری شادی سے مطلقہ عورت کو روکنا بھی حرام ہے:[1]

فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف۔

تو تم ان کو خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب وہ آپس میں دستور کے موافق راضی ہو جائیں۔

---

[1] حقوق النساء فی الاسلام ص ۱۶۶

AsliAhleSunnet.com

# اَولاد کی تربیت

AsliAhleSunnet.com

# اولاد کی محبّت

انسان کے دل میں فطری طور پر اولاد سے محبت کا جذبہ موجود رہتا ہے، اور اسی جذبہ کی تسکین کے لئے انسان اولاد کی خاطر اپنے آرام و راحت اور جان و مال ہر ایک چیز کی قربانی گوارہ کرلیتا ہے، اسی وجہ سے قرآن میں اولاد کو "زینت" "نعمت" اور "آنکھوں کی ٹھنڈک" وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

عربی شاعری میں اس فطری جذبہ کی تصویر بیحد خوبصورت پیرایہ میں پیش کی گئی ہے، اُردو زبان میں اولاد کے لئے "لختِ جگر" کی تعبیر عربی زبان ہی سے آئی ہے، ایک شاعر اولاد کے بارے میں اپنے جذبات کی تصویر یوں پیش کرتا ہے:

انما اولادنا بیننا — اکبادُنا تمشی علی الارضِ

لو هبّت الرّیحُ علیٰ بعضهم — لامتنعت عینی من الغمضِ

(ہماری اولاد ہمارے جگر گوشے ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے ہیں، ان کو اگر زوردار ہوا بھی لگے تو ہماری آنکھوں سے نیند غائب ہو جاتی ہے۔)

اسلام نے اس فطری جذبہ کی تائید وتحسین کی ہے اور اپنے ماننے والوں کو اولاد بلکہ تمام چھوٹے بچّوں کی محبت پر ابھارا ہے، اور اولاد کے ساتھ نرمی و محبّت کا برتاؤ نہ کرنے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔

ابو داؤد و ترمذی کی ایک حدیث میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: جو شخص چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کا حق نہ پہچانے، وہ ہم میں سے نہیں۔

صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ: رسولِ اکرمؐ نے ایک صحابی اقرع بن حابس تمیمیؓ کی موجودگی میں حضرت حسنؓ کو محبّت سے بوسہ دیا، یہ دیکھ کر صحابی نے عرض کیا کہ میرے دس لڑکے ہیں لیکن میں نے کسی کو بوسہ نہیں دیا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ: جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔

AsliAhleSunnet.com

اسی طرح یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بچہ کی رُوح پرواز کرتے ہوئے دیکھتے تو ازراہ محبت و رقت آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے۔

## محبّت میں یکسانیت

لڑکی

بعض انسانی طبائع کا لڑکیوں کے مقابلہ میں لڑکوں کی جانب زیادہ میلان ہوتا ہے، جاہلی دور میں بھی عام طور پر لوگ لڑکیوں کی ولادت کو پسند نہیں کرتے تھے، سورۂ نحل کی آیت نمبر ۵۹ میں مذکور ہے کہ:

"اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے تولد ہونے کی خبر ملتی ہے تو رنج سے منہ تو اس کا کالا ہوجاتا ہے اور غصہ سے زہر کے گھونٹ پیتا ہے، بیٹی کی خبر کے رنج کے مارے برادری سے چھپتا پھرتا ہے کہ باوجود اس ذلت کے زندہ رکھ لوں یا زندہ درگور کردوں۔"

اسلام نے ایک طرف تو اس غلط خیال کی تردید کی اور بتایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے کہ کسی کو لڑکا دے، کسی کو لڑکی دے اور کسی کو کچھ نہ دے۔ پھر یہ تعلیم دی کہ اولاد کے ساتھ برتاؤ میں انصاف و برابری ضروری ہے، ہر ایک سے محبت و نرمی کا برتاؤ شریعت کا مقصود ہے۔

دوسری طرف اسلام نے لڑکیوں کی پرورش اور اچھی تعلیم و تربیت پر ثواب کی خوشخبری دی ہے، اور اسے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا باعث بتایا ہے، صحیح مسلم کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص دو لڑکیوں کی بلوغت تک کفالت کرے گا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔

مسند احمد کی روایت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے تین لڑکیاں ہوں اور وہ ان پر صبر کرے، اور انھیں کھانا کپڑا دے تو وہ جہنم سے اس کے لئے روک ثابت ہوں گی۔

AsliAhleSunnet.com

اسی طرح ایک حدیث میں مذکور ہے کہ جو شخص تین لڑکیاں یا بہنوں یا دو لڑکیاں یا بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا اور ان کے بارے میں اللہ سے ڈرے گا اسے جنت ملے گی۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں اولاد کی تربیت کا بہت بڑا ثواب ہے اور شریعت نے اس بات پر سخت پسندیدگی کا اظہار کیا ہے کہ لڑکیوں کی ولادت کو ناگوار سمجھا جائے یا ان کی پرورش میں کوتاہی کی جائے یا ان کو باعثِ شرم و عار سمجھا جائے۔

## نوزائیدہ بچّہ سے متعلّق کچھ احکام

اسلامی شریعت کے کمال و جامعیت کا ایک مظہر یہ ہے کہ اس نے زندگی کے ہر مرحلہ میں انسان کی رہنمائی کی ہے اور اس مرحلہ سے متعلق احکام بتائے ہیں۔

بچپن کا مرحلہ کارگہ حیات میں انسان کی پہلی منزل ہے، چونکہ شریعت کی نظر میں انسان کو دُنیا میں ایک بامقصد زندگی بسر کرنی ہے اور اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کی فلاح و بہبود کے لئے بھی کام کرنا ہے، اس لئے اسلام نے اپنی روح پرور تعلیمات اور منفعت بخش احکام کا سلسلہ اسی مرحلہ سے شروع کر دیا ہے۔

گھر میں بچّہ کی پیدائش اللہ تعالیٰ کا انعام اور اس کی رحمت ہے، اس لئے جس گھر میں بچّہ پیدا ہو اس گھر کے لوگوں اور بالخصوص والدین کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور بچّہ کے مستقبل سے متعلق مثبت و پاکیزہ ارادہ رکھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کے حصول پر اعزاء و اقرباء کو بھی چاہیئے کہ والدین کو مبارک باد دیں اور اس نعمت پر خدا کے شکر کی تلقین کریں۔

اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ:

بچّہ کی ولادت کے فوراً بعد اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں

AsliAhleSunnet.com

اقامت کہی جائے، حضرت حسن کی ولادت کے وقت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں اذان و اقامت کہی تھی۔

غور کیا جائے تو اسلام کے اس حکم میں بہت سے فوائد مضمر ہیں، دنیا میں بچہ کے قدم رکھتے ہی سب سے پہلی جو آواز اس کے کانوں میں پڑتی ہے وہ حق کی آواز ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی، رسولِ اکرمؐ کی رسالت، نماز کی اہمیت اور انسان کی حقیقی فلاح و کامیابی کا ذکر ہے، بلاشبہ حق کی اس آواز کا اثر بچہ کی آئندہ زندگی پر ہوگا اور وہ اس دین کی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرے گا۔

بچہ کی پیدائش کے سلسلہ میں احادیث میں تحنیک کا بھی ذکر آیا ہے، حضرت ابو موسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے گھر لڑکا تولد ہوا، اسے میں رسولِ اکرمؐ کے پاس لایا، آپؐ نے اس کا نام ابراہیم رکھا، کھجور سے تحنیک کی، برکت کی دُعا کی پھر مجھے واپس دیدیا۔ (بخاری و مسلم)

تحنیک کا مفہوم یہ ہے کہ کھجور یا چھوارہ منہ میں چبا کر اس کا تھوڑا سا حصہ انگلی میں لگا لیا جائے، اور بچہ کے منہ کے اندر انگلی ڈال کر آہستہ آہستہ دائیں بائیں پھرا دیا جائے۔ تحنیک سے منہ کے عضلات کو قوت ملتی ہے، اور بچہ اچھی طرح ماں کا دودھ پینے لگتا ہے، تحنیک بزرگ و پرہیزگار شخص کرے تو بہتر ہے۔

ساتویں دن بچہ کا سر مونڈ کر بال کے برابر صدقہ کرنا چاہیئے، اور بچہ کا پورا سر مونڈنا چاہیئے، بال کا کچھ حصہ چھوڑنے کی ممانعت آئی ہے۔

پیدائش کے دن یا ساتویں دن بچہ کا نام رکھنا چاہیئے، احادیث سے دونوں باتیں ثابت ہیں۔

نام رکھنے کے سلسلے میں اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اچھے معنیٰ والے نام رکھے جائیں اور جن ناموں سے بُرے مفہوم یا بد فالی کی طرف ذہن جائے ان سے بچا جائے۔ مسلم شریف کی ایک حدیث میں رسولِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب

AsliAhleSunnet.com

سے بہتر نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ ایک حدیث میں یہ بھی حکم ہے کہ اولاد کا نام انبیاء کرام کے نام پر رکھو۔ بعض نام ایسے ہوتے ہیں جن کے مفہوم سے حسن و جمال، ناز و ادا، وارفتگی و حسن پرستی، اعضاء کا تناسب و سڈول پن یا پھر تعلی و تکبّر کا اظہار ہوتا ہے، ناواقف لوگ ایسے نام انوکھے پن کی وجہ سے رکھ دیتے ہیں، لیکن اسلامی تعلیمات کی روح پر نظر رکھی جائے تو ایسے نام پسندیدہ نہیں ہیں، ان سے ہر مسلمان کو پرہیز کرنا چاہیئے۔

احادیث کے مطابق ساتویں دن بچہ کا عقیقہ کرنا مشروع ہے، لڑکے کے عقیقہ میں دو اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکرا یا بکری ذبح کرنا مسنون ہے، عقیقہ کا گوشت آدمی خود بھی کھائے اور دوستوں نیز فقراء و مساکین کو بھی کھلائے۔ بلوغت سے قبل بچہ کا ختنہ بھی مشروع ہے، بعض علماء اسے مسنون اور بعض واجب قرار دیتے ہیں۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: امورِ فطرت میں سے درج ذیل چیزیں ہیں: کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مونچھ کاٹنا، مسواک کرنا، ناخن تراشنا، بغل اور زیرِ ناف کے بال لینا اور ختنہ کرانا۔

بخاری و مسلم میں بھی ختنہ کو امورِ فطرت سے بتایا گیا ہے، اسی طرح ختنہ کو حضرت ابراہیمؑ اور دیگر انبیاء کرام کی سنت بتایا گیا ہے۔

انبیاء کرام کی سنت اور اسلامی شریعت پر عمل کے علاوہ ختنہ میں متعدد طبّی فوائد بھی ہیں، جن کی تفصیل مسلم طبیبوں کی تحریروں میں مذکور ہے۔

نوزائیدہ بچوں سے متعلق مذکورہ احکام سے ایک طرف یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت ابتداء ہی سے بندوں کے مسائل پر توجہ مرکوز رکھتی ہے تاکہ آئندہ زندگی کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے میں انھیں مدد ملے۔

اور دوسری طرف انسان کی جسمانی صحت کے ساتھ ساتھ اس کی روحانی بالیدگی و ترقی کا بھی خیال رکھتی ہے اور ایسے وسائل کی جانب رہنمائی کرتی ہے جن سے خدا

AsliAhleSunnet.com

کی ذات وصفات، کائنات کی حقیقت اور دنیا میں انسان کے مرتبہ وحیثیت کو سمجھنے میں آسانی ہو اور انسان ابتداء ہی سے شریعت کے مقاصد سے ہم آہنگ ہوجائے۔

# تربیت کی اہمیت

اسلام کی نظر میں تربیت کا مسئلہ بیحد اہم ہے، تربیت ہی سے انسان معراجِ کمال کو پہنچتا ہے، آئندہ زندگی میں شریعت کی پابندی اور صحیح راہ پر قائم رہنے کا دار و مدار تربیت ہی پر ہے، ابتدائی زندگی میں جب نیکیوں سے محبت اور برائیوں سے نفرت دل میں بیٹھ جاتی ہے تو ہمیشہ اس کا اثر باقی رہتا ہے۔

والدین اور مربی ومعلم جن سے بھی تربیت کا تعلق ہے ان کو اسلام نے ذمہ دار بنایا ہے اور اس باب میں پوری کوشش صرف کرنے کی ترغیب دی ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا۔ (سورۂ تحریم آیت ۶)

مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

یقیناً جہنم سے بچانے کی صورت یہی ہے کہ والدین اپنی اولاد کو اسلامی تعلیمات پر عمل کا خوگر بنائیں، اور برائیوں سے دور رہنے کی تلقین کریں۔

بخاری ومسلم کی ایک حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مرد اپنے اہل وعیال کا نگراں اور ذمہ دار ہے، اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں اور ذمہ دار ہے، دونوں سے ان کے ماتحت لوگوں سے متعلق سوال ہوگا۔

اسی وجہ سے ہر دور میں مسلمانوں نے اولاد کی تربیت پر توجہ دی، خود بھی کوشش کی اور تربیت کے لئے اتالیق ومربی بھی مقرر کئے۔

AsliAhleSunnet.com

# تربیت اور والدین

اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں ماں باپ کی ذمہ داری بہت بڑی ہے، بچہ مدرسہ میں جاکر استاد کے ہاتھوں تعلیم و تربیت سے آراستہ ہونے سے پہلے اپنی عمر کا ایک حصّہ گھر میں والدین اور دیگر متعلقین کے ساتھ بسر کرتا ہے اور انھیں سے زندگی کے آداب و سلیقے سیکھتا ہے، ماں کی گود بچہ کا پہلا مدرسہ ہے۔ ظاہر میں پانچ چھ سال کی یہ مدت بہت مختصر معلوم ہوتی ہے لیکن تجربہ بتاتا ہے کہ بچہ کی آئندہ زندگی میں اس مرحلہ کی تلقین و تربیت کا غیر معمولی اثر ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں اسی لئے بچوں سے متعلق بہت سی تعلیمات اسی مرحلہ سے شروع کر دی گئی ہیں۔

اس مرحلہ کی اہمیت ہی کے باعث اسلام نے والدین کو اولاد کی صحیح تربیت کا ذمہ دار قرار دیا ہے اور رہنمائی کی ہے کہ وہ اپنی تعلیمات و تنبیہات اور اسی طرح اپنے اخلاق و کردار سے بچوں کو صحیح راہ پر لے چلیں اور شریعت کے احکام کی روشنی میں ان کی سیرت کی تعمیر کریں۔

ابتدائی مرحلہ میں بچوں کی تربیت میں سستی و بے توجہی کے نتائج بُرے ہوتے ہیں، اور اس خرابی سے والدین کو بے تعلق قرار نہیں دیا جاسکتا، ایک شخص نے حضرت عمرؓ کے پاس آکر اپنے لڑکے کے بُرے برتاؤ کی شکایت کی، لڑکے نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ امیر المومنین! باپ پر بیٹے کا کیا حق ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ باپ کو چاہیئے کہ بیٹے کے لئے ماں کا انتخاب کرے، یعنی نیک عورت سے شادی کرے تاکہ اولاد اچھی پیدا ہو، اور بچہ پیدا ہو تو اچھا نام رکھے اور اس کو قرآن کی تعلیم دے۔

یہ سن کر لڑکے نے کہا کہ میرے باپ نے ان میں سے کوئی کام نہیں کیا، میری ماں حبشی نسل کی ہے اور ایک مجوسی کی مملوکہ تھی، اور میرا نام اس نے خنفسار (کیڑا) رکھا، اور قرآن کا ایک حرف بھی مجھے نہیں سکھایا۔

AsliAhleSunnet.com

حضرت عمرؓ لڑکے کی بات سُنکر باپ کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم اپنے لڑکے کی بدسلوکی کا شکوہ لے کر آئے ہو لیکن اس سے پہلے تم خود اس کے ساتھ بدسلوکی کرچکے ہو۔

حضرت عمرؓ کے اس جواب سے اشارہ ملتا ہے کہ صحیح کردار و اخلاق کے لئے صحیح خطوط پر بچوں کی تربیت ضروری ہے۔

تربیت کے سلسلہ میں ماں کا کردار بہت زیادہ اہم ہے، کیونکہ باپ کے مقابلہ میں اس کا تعلق بچہ سے زیادہ ہوتا ہے، ایک عربی شاعر کہتا ہے:

الامُ مدرسۃٌ اذا اعددتہا　　　اعددتَ شعباً طیب الاعراق

(ماں کی حیثیت مدرسہ کی ہے، اسے اگر بنالو تو ایک اچھی قوم تیار ہوجائے گی)

علامہ اقبال مرحوم نے اپنی والدہ کے مرثیہ میں اپنے کمال و کامیابی کا سبب ان کی تربیت ہی کو قرار دیا ہے، جس سے تربیت کے باب میں ماں کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے! ؏

تربیت سے تری میں انجم کا ہم قسمت ہوا
گھر مرے اجداد کا سرمایۂ عزت ہوا

مسلم ماہرینِ تربیت کا خیال ہے کہ بچہ کی پرورش خود ماں کو کرنی چاہیئے، اسے آیا یا نرس کے حوالہ کرنا بہتر نہیں، بچہ کو جو پیار ماں دے سکتی ہے کوئی دوسری عورت نہیں دے گی، طبی طور پر یہ ثابت ہے کہ بچہ جسمانی و اخلاقی دونوں لحاظ سے دودھ پلانے والی عورت کا اثر قبول کرتا ہے، اس لئے اگر بچہ کو کسی آیا کے حوالہ کرنا ضروری ہو تو پھر اس کے لئے دیندار، پاکدامن اور تعلیم و تربیت کے اصول سے واقف عورت کا انتخاب کرنا چاہیئے۔ تربیت کے سلسلہ میں یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ والدین بچہ کے ساتھ سختی و نرمی میں اعتدال سے کام لیں، ہر موقعہ پر بچہ سے ناراض رہنا یا بات بات پر اسے جھڑکنا اور ڈانٹنا بچہ کے اندر غلط جذبہ پیدا کرتا ہے، اس طرح بچہ کے ساتھ پیار و محبت میں مبالغہ بھی اسے غلط راہ پر ڈال دیتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ

AsliAhleSunnet.com

والدین اور بالخصوص ماں سختی اور نرمی میں اعتدال سے کام لے تاکہ بچہ صحیح راہ پر قائم رہے۔

# تربیت کے اقسام

انسانی زندگی کے مختلف پہلو اور گوشے ہیں، ان میں سے ہر ایک میں انسان کو ہدایت و رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لئے مربیوں کی ذمہ داریاں بھی مختلف ہیں۔ علماء تربیت نے تربیت کے درج ذیل اقسام بیان کئے ہیں، ان میں سے ہر ایک کے احکام و اصول الگ الگ ہیں، ان کی پیروی و تطبیق کے بعد ایک مسلمان کی زندگی اسلامی سانچہ میں ڈھل جائے گی اور وہ معاشرہ و ملت کے لئے خیر و برکت کا باعث ہوگا۔

## ① ایمانی تربیت

ایک مسلمان کا سب سے بڑا سرمایہ اس کا ایمان ہے، اسی سے وہ مسلمان کہلانے کا مستحق ہے اور اسی پر اس کی نجات موقوف ہے، اس لئے ضروری ہے کہ بچہ کو ابتداء ہی سے ایمان کے اصول اور شریعت کے ارکان سے آشنا کیا جائے۔

بچہ جب باشعور ہو جائے تو اسے ایمان کے اصول کی تلقین کی جائے اور بتایا جائے کہ مسلمان ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر، رسولوں پر، فرشتوں پر، آسمانی کتابوں پر، عذاب قبر پر، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر، حساب و کتاب پر، جنت و جہنم پر اور اسی طرح غیب کی دوسری چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

پھر اسے ارکانِ اسلام میں سے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی تعلیم دی جائے اور ساتھ ہی شریعت کے اخلاقی و تشریعی احکام و اصول سے آگاہ کیا جائے۔ حاکم کی ایک روایت میں ہے کہ بچوں کو سب سے پہلے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ سکھاؤ، کیونکہ توحید کی اسلام میں غیر معمولی اہمیت ہے اور اس کے بغیر بندہ کی کسی عبادت کا اعتبار نہیں، اور نہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے عمل کی کوئی قیمت ہے۔

AsliAhleSunnet.com

اس کے بعد بچوں کو حلال و حرام کی تعلیم دینی چاہیئے، اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی پابندی کی ترغیب دینی چاہیئے تاکہ بچّوں کو شرعی احکام سے واقفیت ہو اور ان کے مطابق زندگی بسر کرنے کی عادت پڑے۔

سات سال کی عمر میں بچّہ کو نماز کا حکم دیا جائے، اور دس سال کی عمر میں اگر نماز نہ پڑھیں تو مار کر پڑھانا چاہیئے، اور ایک بستر پر نہ سونے دیا جائے۔

ابتدا ہی سے بچوں کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اہلِ بیت اور صحابہ کرامؓ کی محبّت و تکریم کا سبق دینا اور قرآن کریم کی تلاوت کا پابند بنانا چاہیئے۔ اسلامی تاریخ سے بھی ان کا تعلق پیدا کرنا ضروری ہے تاکہ انھیں اندازہ ہوسکے کہ کس طرح دین ان تک پہنچا اور دوسروں تک اُسے پہنچانے کے لئے انھیں کیا کرنا ہے۔ بچّوں کی زندگی میں قرآن کریم کی تلاوت و حفظ اور اخلاق و آداب کی تلقین کی اہمیت پر تمام مسلم ماہرینِ تربیت نے زور دیا ہے۔

اسلام کی تصریح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر بچّہ فطری طور پر توحید و ایمان اور طہارت و پاکیزگی پر پیدا ہوتا ہے لیکن پیدائش کے بعد گھر اور ماحول کے اثر سے متأثر ہو کر غلط راہ پر پڑ جاتا ہے۔

بچہ کی زندگی میں ماحول و معاشرہ کی تاثیر کی اس اہمیت کے بعد ان والدین کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے جو اپنے بچوں کو تعلیم کے لئے غیر اسلامی مدارس میں بھیجتے ہیں اور غیر مسلم اساتذہ سے تعلیم دلاتے ہیں۔

اسی طرح والدین کو چاہیئے کہ وہ بچّوں کو ملحدانہ اور مخرّب اخلاق کتابوں، بُرے مصاحبین اور اسلام دشمن نظریات و تحریکات سے بھی محفوظ رکھنے کی کوشش کریں، تاکہ ان کا ایمان سلامت رہے اور ان کے دلوں میں شریعت کی محبّت اور اس کا احترام برقرار رہے۔

## (۲) اخلاقی تربیت

اس سے وہ تمام اچھے کام مراد ہیں جن کا انسان کے اخلاق و کردار سے تعلق ہے اور شریعت میں ان کا حکم دیا گیا

AsliAhleSunnet.com

ہے، اخلاق کی اسلام میں بیحد اہمیت ہے اور انسانی معاشرہ کی اصلاح و بہتری کا دار و مدار اخلاق ہی پر ہے، اسی قوت سے انسان دوسروں کو متأثر اور اپنی زندگی کو خوشگوار بنا سکتا ہے۔

انسان کے دل میں اگر ایمان کی روشنی اور اللہ تعالیٰ کا خوف موجود ہو تو لازمی طور پر اس کے اعمال اچھے اور اخلاق بہتر ہوں گے۔

اخلاق کی اہمیت کے پیشِ نظر اسلام نے اولاد کی اخلاقی تربیت پر زور دیا ہے اور فضائل و مکارم کی ترغیب دی ہے۔

ترمذی کی ایک حدیث میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک باپ کا اپنے بیٹے کے لئے سب سے بہتر عطیہ اچھا ادب اور عمدہ اخلاق ہے۔

اخلاقی تربیت کے سلسلہ میں والدین اور مربّیوں کی ذمہ داریاں بہت اہم ہیں، شریعت کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد کے سلسلہ میں والدین اور دیگر مربّیوں کو درج ذیل امور کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔

ابتدا ہی سے بچّوں کو سچائی، امانت داری، ایثار و استقامت، بڑوں کی تعظیم، اور دوسروں کے ساتھ احسان و سلوک کا عادی بنایا جائے اور ان تمام محاسن اعمال کی ترغیب دیجائے جن سے دوسروں کو راحت و آرام حاصل ہو۔

اسی طرح بچّوں کو درج ذیل اخلاقی کمزوریوں سے پاک رکھنے کی پوری کوشش کی جائے:

۱۔ **جھوٹ**: یہ ایک انتہائی بُری عادت ہے اور شریعت میں اس پر سخت وعید آئی ہے، جھوٹ کو نفاق کی خصلتوں میں شمار کیا گیا ہے، اور جھوٹے شخص کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے نہ تو کلام کرے گا نہ اُسے پاک کرے گا، نہ اس کی طرف دیکھے گا، اور اسے دردناک عذاب ہوگا۔

اولاد کو اس بُری عادت کے خطرناک نتائج سے اچھی طرح آگاہ کرنا چاہیئے اور

AsliAhleSunnet.com

اس کے نقصانات کو وضاحت سے بتانا چاہیئے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ والدین اور مربّی خود بھی بچّوں سے جھوٹ نہ بولیں تاکہ اس کا عمل اولاد کے لئے جھوٹ سے دور رہنے میں معاون ثابت ہو اور وہ اس نمونہ کی پیروی کریں۔

۲۔ **چوری:** یہ بھی ایک قبیح عادت اور اخلاق کے منافی کام ہے، اس سے انسان میں دوسری اخلاقی خرابیاں بھی پیدا ہوجاتی ہیں اور معاشرہ کو نقصان ہوتا ہے۔ چوری کی قبیح عادت سے اولاد کو محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اُن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا کیا جائے، انسان کے مال و متاع کا احترام واضح کیا جائے اور چوری کے خطرناک نتائج سے اُن کو آگاہ کیا جائے۔

۳۔ **بُرا بھلا کہنا:** کسی کو بُرا بھلا کہنا اور گالی دینا سخت اخلاقی کمزوری ہے، اور بچپن میں جب یہ عادت پڑجاتی ہے تو پھر بعد میں اسے چھوڑنے میں دشواری ہوتی ہے بلکہ بسا اوقات انسان غیر شعوری طور پر بُرے کلمات زبان سے نکال دیتا ہے کیونکہ وہ اس کا عادی بن چکا ہوتا ہے۔

گالی گلوچ سیکھنے میں ماحول اور بُرے ساتھیوں کا بہت زیادہ دخل ہوتا ہے، بچّہ جب اپنے بڑوں کو یا ساتھیوں کو بدکلامی کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو خود بھی اس کو اختیار کرلیتا ہے۔

اسلام نے زبان کی حفاظت کی سخت تاکید کی ہے، بدکلامی پر جہنّم کی وعید سُنائی ہے، اور یہ وضاحت کی ہے کہ بدکلامی ایمان کے منافی ہے۔ اس لئے والدین اور مربیوں کا فرض کا ہے کہ اس پہلو کو معمولی سمجھ کر نظر انداز نہ کریں

۴۔ **بیحیائی و آزاد روی:** اسلام میں حیا اور محتاط زندگی کی بڑی اہمیت ہے اور اچھے اخلاق سے آراستہ ہونے کے لئے انسان کو اخلاقی اصول و آداب کا پابند ہونا ضروری ہے۔ موجودہ دور میں بے راہ روی و فحاشی کے ایسے مظاہر موجود ہیں کہ بچّہ شروع ہی سے انحراف کا شکار ہوجاتا ہے اور پھر اس میں اخلاق و

AsliAhleSunnet.com

کردار کی بلندی پیدا نہیں ہو پاتی۔

فحش گانے، سینما اور ٹیلی ویژن کے بے مقصد پروگرام اور گندے لٹریچر کا بُرائی پھیلانے میں بہت زیادہ دخل ہے، اس لئے بچّہ کو انحراف و بد خلقی کے ان اسباب سے دور رکھنا چاہیئے اور تلقین کرنا چاہیئے کہ وہ اپنی زندگی طہارت و پاکیزگی کے اصول پر بسر کرے اور لذّت کوشی و لُطف اندوزی کے اسلوب کو اختیار کر کے اپنی اخلاقی زندگی خراب نہ کرے۔

اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں گھر کے ماحول، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی تاثیر غیر معمولی ہے، بچہ اپنی آنکھ سے جو کچھ دیکھتا اور سنتا ہے اسی کے مطابق عمل کرتا ہے، ٹی وی پر پیش ہونے والے پروگراموں کے کردار چونکہ مشاہدہ میں آتے ہیں، اس لئے بچّوں پر ان کا اثر زیادہ دیر پا ہوتا ہے۔ ٹی وی پروگراموں کے فوائد و مفاسد پر عمومی تبصرہ تو تفصیل طلب ہے، فی الحال ایک واقعہ کی روشنی میں کارٹونی فلموں سے متعلق گزارش مقصود ہے۔ ان فلموں کو بچّے بڑے شوق سے دیکھتے ہیں، اور بڑوں سے زیادہ سرعت و خوبی کے ساتھ انھیں سمجھتے ہیں، گھر کے لوگ بچّوں کی مشغولیت کے باعث مطمئن رہتے ہیں، لیکن جب کوئی غلط واقعہ پیش آجاتا ہے تو آنکھ کھلتی ہے۔

جدّہ سے شائع ہونے والے عربی ہفتہ وار "المسلمون" کے نامہ نگار نے ریاض کے شاہ خالد اسپتال میں زیرِ علاج ایک لڑکے خالد کا واقعہ لکھا ہے کہ اس لڑکے نے کارٹونی فلم کے ایک منظر سے متأثر ہو کر خود اس کو دہرانا چاہا، اس کے لئے وہ کمرہ میں رکھی ہوئی بڑی میز پر چڑھ گیا، پھر وہاں سے بیساختہ کچھ بولتا ہوا اپنے چھوٹے بھائی کے اوپر کود پڑا، اس کے نتیجہ میں اس کی ریڑھ کی ہڈی بُری طرح متأثر ہو گئی، ڈاکٹروں کے بیان کے مطابق اندیشہ ہے کہ وہ صحیح طور پر چلنے یا کھڑے ہونے کے قابل نہ ہو سکے گا۔

کارٹونی فلم دیکھنے والی ایک لڑکی "منیرہ" معصومیت کے ساتھ کہتی ہے کہ میں

AsliAhleSunnet.com

پڑوسی کے گھر میں گھس کر کوئی بھی سامان چرا سکتی ہوں، کیونکہ فلم میں میں نے دیکھا کہ ایک بندر اور اس کا ساتھی گھر سے سامان چرا لائے اور کسی نے کچھ نہ کہا، میں ان سے زیادہ بہادر ہوں۔

یونیورسٹی کی ایک طالبہ" نوف ناصر تمیمی" کہتی ہیں کہ کارٹونی فلموں کے منفی اثرات بچوں کے عقائد میں بھی بگاڑ پیدا کرتے ہیں، چنانچہ سندباد کی مہم جوئیوں پر مبنی فلموں میں دکھایا جاتا ہے کہ انسان آگ اور پرندوں وغیرہ کی پرستش کرتا ہے، اور ان کے لئے چڑھاوے چڑھاتا ہے، اس منظر سے بچوں کے اندر یہ تصور پیدا ہوتا ہے کہ یہ چیزیں طاقتور اور قابلِ پرستش ہیں۔ ان فلموں میں فحش مناظر بھی ہوتے ہیں جن سے بچوں کے اخلاق متأثر ہوتے ہیں۔ بعض فلموں کے ذریعہ کمیونسٹ نظریات کی اشاعت بھی مقصود ہوتی ہے۔ اسی طرح اسلام کے خلاف دوسرے افکار و تصورات کو بھی غذا دی جاتی ہے، اس لئے تعلیم و تربیت سے دلچسپی رکھنے والے ماہرین کا خیال ہے کہ بچوں کو ریڈیو اور ٹی وی پروگراموں کے سلسلہ میں آزاد چھوڑنا بیحد مضر ہے، گھر کے اندر ایسا ماحول بنانا ضروری ہے کہ بچے جو کچھ دیکھیں اور سنیں وہ اسلام کی تعلیمات سے ہم آہنگ ہو۔ [1]

### ③ جسمانی تربیت

اسلام نے جس طرح عقل و روح کی طہارت و پاکیزگی کا حکم دیا ہے، اسی طرح اس کی توجہ انسان کی جسمانی صحت و قوت پر بھی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ ایک مسلمان ظاہری شکل و صورت اور جسمانی قوت و تناسب میں بھی ممتاز و پسندیدہ ہو، اسی لئے شریعت میں جسم کی بالیدگی اور صحت کے تحفظ کے لئے بھی واضح احکام موجود ہیں۔ بچپن کا مرحلہ چونکہ جسم کی نشو و نما میں زیادہ اہمیت رکھتا ہے، اس لئے والدین اور مربیوں کا یہ فرض ہے وہ بچوں کو حفظانِ صحت کے اصول سے آگاہ کریں اور جسم کو نقصان پہونچانے

---

(المسلمون ص ۱۲، ۵ر جنوری ۱۹۹۰ء)

AsliAhleSunnet.com

والی تمام چیزوں سے پرہیز کرنے کی تلقین کریں کیونکہ بچہ اگر جسمانی اعتبار سے کمزور ہوگا تو زندگی کے میدان میں نہ تو اپنی ذمہ داریاں پوری کر سکے گا نہ ہی اپنے عمل و محنت سے معاشرہ کو کوئی فائدہ پہونچا سکے گا، اسی لئے حدیث میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قوی مومن بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو کمزور مومن کے مقابلہ میں زیادہ محبوب ہے۔

والدین جس طرح اولاد کے کھانے پینے کی چیزیں فراہم کرتے ہیں، اسی طرح ضروری ہے کہ کھانے پینے، سونے جاگنے اور نہانے دھونے کے اُمور میں بھی بچوں کی رہنمائی کریں اور انھیں صحت کے لئے مفید طریقوں کا پابند بنائیں۔ متعدی بیماریوں سے دور رکھیں، بیمار ہونے پر مناسب علاج کریں اور ایسے کھیل کود نیز ورزشوں کا پابند بنائیں جن سے جسمانی صحت کو فائدہ حاصل ہو اور بچہ میں کسی طرح کا اخلاقی بگاڑ یا شرعی احکام سے غفلت و بیزاری نہ پیدا ہو۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جسمانی قوت برقرار رکھنے اور زندگی کے میدان میں کام آنے والی ریاضتوں کی ترغیب دیتے ہوئے تیراکی، تیراندازی اور گھوڑے کی سواری کا حکم دیا ہے۔

ناز و نعمت میں زندگی بسر کرنے اور محنت و جفاکشی سے دور رہنے کے باعث آدمی زندگی کی مشکلات کا مقابلہ نہیں کر پاتا اور نہ ہی دعوت و تبلیغ کی راہ کی دشواریوں پر صبر کر پاتا اسی لئے والدین کو چاہیئے کہ فراخی و آسودگی کے باوجود اولاد کو سادہ و سہل زندگی اور محنت و جفاکشی کا عادی بنائیں تاکہ بڑے ہونے کے بعد دعوت کی راہ کی دشواریوں اور میدانِ جہاد کی صبر آزما ساعتوں میں ان کے قدم جمے رہیں۔

### ④ فکری تربیت

عقل و فکر ہی انسان کا اصل جوہر ہے، اور اسی قوت کے ذریعہ وہ دین و دنیا کے بھلے بُرے کو سمجھ سکتا ہے، اس لئے اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ اولاد کی فکری تربیت اس طرح کی جائے کہ اُسے شرعی

AsliAhleSunnet.com

علوم کی تعلیم دی جائے، تہذیب وتمدن کا مفہوم واضح کیا جائے اور علم وثقافت کے حدود بتائے جائیں۔

فکری تربیت کے لئے سب سے اہم چیز تعلیم ہے۔ اسلام نے تعلیم پر جس قدر زور دیا ہے وہ ایک مسلمان کے لئے اس کی جو اہمیت بتائی ہے وہ قرآن وحدیث کی تعلیمات اور اسلامی تاریخ کے واقعات سے واقفیت رکھنے والوں سے پوشیدہ نہیں۔

اسلام نے انبیاء کرام کو قوموں کا معلّم ومربی بنا کر بھیجا تھا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ علم کی کیا اہمیت ہے، پھر انبیاء کرام نے کسی طرح کے اجر وبدلہ کے بغیر قوموں کی تعلیم وتربیت کے فرض کو انجام دے کر یہ نمونہ قائم فرمادیا کہ کس طرح تعلیم کا انتظام مُفت ہونا چاہیئے لیکن افسوس ہے کہ مُفت تعلیم کے بندوبست کو جدید دور کی خصوصیت سمجھا جاتا ہے۔

اولاد کی تعلیم کے سلسلہ میں والدین اور معلّمین کو یہ اہتمام کرنا چاہیئے کہ سب سے پہلے بچہ کو قرآن کریم کی تعلیم دیں، پھر سیرتِ نبوی کی، اس کے بعد دوسرے شرعی وادبی علوم پڑھائیں۔ اس نہج پر تعلیم سے یہ فائدہ ہوگا کہ بچّہ کی زندگی اسلامی ڈھانچہ میں ڈھل جائے گی، اور دین کی تعلیمات پر عمل کرنے کا شوق وجذبہ اسکے اندر قوی ہوگا۔

تعلیم کے ساتھ ہی بچّوں کے اندر فکری بیداری پیدا کرنی چاہیئے، تاکہ وہ درج ذیل حقائق سے واقف ہوسکیں:

اسلام ایک مکمّل نظامِ حیات ہے،

قرآنِ کریم وسُنّتِ نبویہ ہمارا دائمی دستور ہے،

اسلامی تاریخ ہمارا قیمتی سرمایہ ہے،

اسلامی ثقافت روح وفکر کا نام ہے،

ہمارے اسلاف کی کامیابی کا راز شریعتِ اسلامیہ کی پابندی ہے،

یہودیت، صلیبیت، کمیونزم اور سامراجیت وغیرہ تحریکات ونظریات کا اصل مقصد

AsliAhleSunnet.com

اسلام کی مخالفت اور مسلمانوں کے ساتھ عداوت و دشمنی ہے ، اس لئے ان کی سرگرمیوں کو سمجھنا اور ان کے شر سے بچنا ضروری ہے۔

## ⑤ نفسیاتی تربیت

اس سے مراد ہے کہ اولاد کے اندر وہ عمدہ صفات پیدا کرنے کی کوشش کی جائے جن سے نفسِ انسانی کی تکمیل ہوتی ہے اور آدمی کی شخصیت میں کمال و توازن پیدا ہوتا ہے، مثلاً جرأت، صاف گوئی، شجاعت، خود اعتمادی، ایثار، صبر و تحمل اور دوسروں کے لئے جذبۂ خیر وغیرہ۔

نفسیاتی تربیت کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ بچوں کو درج ذیل نقائص سے دور رکھا جائے:

شرم، خوف، احساس کمتری، حسد اور غصہ

شرم سے مراد یہ ہے کہ بچوں میں تنہائی پسندی آجائے اور وہ لوگوں سے ملنے سے گریز کریں، اس کے مقابلہ میں حیا اچھی چیز ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ بچہ اچھے خصائل اور اسلامی آداب کا پابند ہو۔

خوف اگر احتیاط کی حد تک ہو تو مناسب ہے، لیکن اس کی زیادتی سے بچوں میں نفسیاتی الجھن پیدا ہو جاتی ہے جس کا آئندہ زندگی پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ خوف کی زیادتی کے مختلف اسباب ہوتے ہیں، مثلاً:

ماں کا بچوں کو بھوت پریت اور ان دیکھی چیزوں سے ڈرانا۔ بچہ کا غیر معمولی لاڈ پیار اور اس کے لئے بیجا فکر مندی، بچہ کو گھر کی چہار دیواری میں محصور کر کے پرورش کرنا، جن اور بھوت وغیرہ کے خیالی قصے سُنانا۔

ان سب مفاسد کے علاج کی صورت یہ ہے کہ بچہ کے دل میں ایمان باللہ کے مفہوم کو اچھی طرح بٹھایا جائے اور یہ یقین پیدا کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت سب پر غالب ہے اور اس کی مدد کے بعد انسان کو کوئی خوف نہیں۔

AsliAhleSunnet.com

احساس کمتری کے اسباب بھی مختلف ہوتے ہیں، مثلاً :

بچہ کی تحقیر و اہانت، حد سے زیادہ لاڈ پیار، اولاد کے مابین ترجیحی برتاؤ، کوئی جسمانی نقص، یتیمی اور محتاجی وغیرہ۔

والدین اور مربیوں کا فرض ہے کہ اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں ان اسباب کا خیال رکھیں اور بچہ کو احساس کمتری سے بچانے کے لئے ان اسباب سے دور رکھیں۔

حسد ایک خطرناک اخلاقی و معاشرتی بیماری ہے، اس سے بچہ کو محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ بچہ کے ساتھ محبت و نرمی کا برتاؤ کیا جائے، اولاد کے مابین مساویانہ معاملہ کیا جائے اور بچہ کو کسی کمزوری پر تنبیہ کرتے ہوئے زیادہ سخت الفاظ استعمال نہ کئے جائیں، نہ ہی کسی دوسرے بچہ کا حال ذکر کرکے عار دلائی جائے۔

غصہ ایک انفعالی کیفیت ہے، اور عمر کے ہر مرحلہ میں ہوتا ہے۔ جس غصہ سے اخلاق و کردار پر بُرا اثر پڑتا ہے اس کے ازالہ کے لئے ضروری ہے کہ بچہ کو خورد و نوش اور علاج وغیرہ کی ضرورتیں پوری کی جائیں، بچہ کو بُرے القاب و صفات سے یاد نہ کیا جائے اور غصہ کے نقصانات سے اس کو خبردار کیا جائے۔

## ⑥ معاشرتی تربیت

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بچہ کو شروع ہی سے اچھے معاشرتی آداب و اصول کا پابند بنایا جائے اور دوسروں کے ساتھ اچھے سلوک و برتاؤ کی تلقین کی جائے۔

معاشرتی تربیت کے لئے درج ذیل پہلوؤں پر توجہ ضروری ہے:

(۱) نفسیاتی اصول کی تلقین :

ضروری ہے کہ بچہ کے اندر شروع ہی سے ذیل کے اہم اوصاف پیدا کرنے کی کوشش کی جائے:

تقویٰ اور خوفِ الٰہی، اخوت و بھائی چارگی، رحم و مروت، ایثار و قربانی، عفو و درگذر، جرأت و ہمت۔

AsliAhleSunnet.com

اعلیٰ معاشرتی تربیت کے لئے ان تمام محاسن وفضائل کا بچّہ کے اندر پیدا کرنا ضروری ہے۔ انھیں کے ذریعہ اسے زندگی میں کامیابی حاصل ہوگی اور انھیں سے وہ معاشرہ کی تعمیر میں حصّہ لے سکے گا۔

(ب) دوسروں کے حقوق کی رعایت :

بچّہ کی تربیت میں اس قاعدہ کی بیحد اہمیت ہے، اس خوبی سے معاشرہ کی بہت سی خرابیاں دور ہوجاتی ہیں اور لوگوں کو امن وسکون حاصل ہوتا ہے۔

معاشرتی حقوق میں والدین، اقربا، اساتذہ، احباء اور بزرگوں کے حقوق اہم ہیں، اور ان میں سے ہر ایک کے حق کی ادائیگی کے لئے اسلام نے تعلیم دی ہے۔ بچّہ کو شروع ہی سے ان حقوق کی اہمیت کا احساس دلانا ضروری ہے تاکہ وہ اُن کی ادائیگی کے لئے کوشش کرے اور اپنی شخصیت کو اچھے ادب وسلیقہ کا مظہر بنا سکے۔

(ج) عام معاشرتی آداب :

بچہ کو شروع ہی سے ان آداب کا پابند بنانا ضروری ہے، ان سے بچّوں کے اندر ادب وسلیقہ پیدا ہوگا اور معاشرہ میں ان کو عزّت کی نظر سے دیکھا جائے گا، ان میں درج ذیل آداب اہم ہیں:

کھانے پینے کے آداب، گفتگو کے آداب، اجازت طلبی کے آداب، تہنیت، عیادت اور تعزیت کے آداب۔

اسلام نے ان آداب کے سلسلہ میں واضح تعلیمات پیش کی ہیں۔ قرآن وحدیث میں اِن آداب کو بیان کرکے مسلمانوں کو ان پر عمل کی تلقین کی گئی ہے، بچّہ کو شروع سے اِن آداب کا پابند بنانا اس لئے ضروری ہے کہ ان کی پابندی کے بغیر انسان کی زندگی صحیح اسلامی ڈھانچہ میں ڈھل نہیں سکتی۔

(د) معاشرہ کی نگرانی :

اسلام میں ہر بچّہ کو بڑے ہوکر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا

AsliAhleSunnet.com

ہے، اس لئے بچہ کی تربیت کرتے ہوئے اس میں معاشرہ کی نگرانی اور لوگوں کی عملی حالت پر نظر رکھنے کی صفت پیدا کرنا چاہیئے تاکہ اسلامی اصول کے مطابق وہ لوگوں کی رہنمائی وخیر خواہی کا فرض انجام دینے کے قابل بن سکے۔

اس سلسلہ میں ضروری ہے کہ بچہ کے اندر حق گوئی کی جرأت اور خیر خواہی کیلئے مناسب اسلوب موجود ہو۔

اسی ضمن میں بچوں کو یہ تلقین بھی کرنی چاہیئے کہ ان کے قول وعمل میں مطابقت ہو، اور جب وہ معاشرہ کی اصلاح کے لئے میدانِ عمل میں آئیں تو ان کا انداز حکیمانہ ومثبت ہو، برائیوں کی اصلاح کے لئے تدریج کی راہ اختیار کریں، لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں، تکالیف ومصائب پر صبر کریں اور سلف صالحین کی سیرت کو ہمیشہ سامنے رکھیں۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر امتِ مسلمہ کا سب سے اہم فریضہ ہے اور اسی کی ادائیگی پر امت اور پوری انسانیت کی فلاح وبہبود موقوف ہے، اس لئے والدین اور مربیوں کا فرض ہے کہ اولاد کی تربیت میں ہمیشہ اس ذمہ داری کو سامنے رکھیں اور اس کی ادائیگی کے لئے ان کو جن صفات کی ضرورت ہے ان میں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

AsliAhleSunnet.com

# حضرت لُقمانؑ کی نصیحت

اولاد کی تربیت کے سلسلے میں حضرت لقمان کی جو نصیحت قرآن نے ذکر کی ہے وہ تمام مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے وہ کہتے ہیں:

یعنی (اے بیٹا! تو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیو، اس لئے کہ خدا کے ساتھ شرک کرنا بڑا ظلم ہے۔)

(اے بیٹا! گناہ اگر رائی کے دانے کے برابر بھی ہو اور وہ کہیں بڑے پتھر کے نیچے یا آسمانوں میں یا زمین کے اندر کہیں مخفی ہو تو بہر حال اللہ اس کو تیرے سامنے لے آئے گا، اللہ بڑا باریک بیں اور خبردار ہے۔ اے میرے بیٹے! تو نماز ہمیشہ پڑھا کریو اور نیک کام بتلایا کیجیو اور بُری باتوں سے منع کیا کریو، اور جو کچھ تمہیں تکلیف پہونچے اس پر صبر کیجیو، یہ بے شک ہمت کے کام ہیں، اور تو مارے تکبّر کے لوگوں سے منہ نہ پھیریو، اور زمین پر اتراتے ہوئے نہ چلیو، اللہ تکبّر اور فخر کرنے والوں سے ہرگز محبت نہیں کرتا، اور اپنی روش میں میانہ روی اختیار کریو، اور اپنی آواز پست رکھیو، کہ سب آوازوں سے بُری آواز گدھے کی ہے۔

(سورۂ لقمان)
۱۳، ۱۹

AsliAhleSunnet.com

# خاتونِ اسلام کے نام

فضا ابن فیضی

ہے تری نسوانیت کا بانکپن، شرم و حیا
رنگ بن کر وقت کے سیمیں دریچوں پر نہ جھول

مانگتی ہے مغربی تہذیب سے تو روشنی
ظلمتِ شب سے نہیں ممکن اُجالے کا حصول

یہ کلب، یہ رقص گاہیں، یہ لبِ ساحل، یہ پارک
سارے چم خم ہیں یہ افرنگی تمدّن کے فضول

عشق بے باک اور خود سر حسن عُریانی پسند
اس جنوں کی بھیڑ میں تو اپنے دامن کو ٹٹول

تو چراغِ خانہ تھی، اب رونقِ محفل ہوئی
دے کے گوہر، کر لئے، تو نے خزف ریزے قبول

اس قدر ارزاں نہ کر خود کو، تو ہے ایسی متاع
سہل ہے جس کی طلب، دشوار ہے جس کا حصول

عفت و ناموس کا گہوارہ ہے تیرا وجود
تو ہے اک خاتونِ مشرق، اس حقیقت کو نہ بھول

تجھ سے ہے سازینۂ ہستی میں پیدا زیر و بم
تجھ سے سیکھے فصلِ گل نے رنگ و نکہت کے اُصول

اک تبسم ہے ترا، روحِ نشاطِ آب و گِل
تو ہو افسردہ، تو فطرت بھی نظر آئے ملول

ہے ترے دم سے توازن میں نظامِ کائنات،
تو اگر ہو مضطرب، کونین کی ہل جائے چول

سادگی و عفت و ایثار کا پیکر ہے تو
تیرے دامن پر ہے انوارِ سعادت کا نزول

چشمِ حورانِ بہشتی کے لئے سُرمہ بنی
کیا کہوں، کیا شے ہے تیرے نازنیں قدموں کی دھول

تیرے ماتھے کا پسینہ ہے کہ کوثر، سلسبیل
ہے بہارِ خلد و طوبیٰ یا ترے آنچل کا پھول

پھوٹ نکلی ایڑیوں کی ضرب سے زمزم کی سوت
عرش سے پایا دُعاؤں نے تری، حُسنِ قبول

زینبؓ و مریمؑ، تری آغوش کے اُجلے کنول
رابعہ بصریؒ، تری تقدیس کے گلشن کا پھول

گود تیری، تربیت گاہِ جنیدؒ و بایزیدؒ
ہیں ترے فانوس کی شمعیں، پیمبر اور رسول

اس حقیقت سے نہیں شاید ابھی آگاہ تو
تجھ میں کوئی عائشہؓ ہے اور کوئی زہراؓ بتولؓ

(شعلۂ نیم سوز، از فضا ابن فیضی ص ۱۷۱، ۱۷۲)

AsliAhleSunnet.com

# فہرستِ مضامین


| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| مقدمہ طبع ثانی | ۳ |
| تمہید | ۵ |
| عصر حاضر کا ایک زندہ موضوع | ″ |
| **پہلی فصل** : عورت کے ساتھ غیر مسلموں کا برتاؤ | ۹ |
| عورت یونانی تہذیب میں | ۱۱ |
| رومن تہذیب اور عورت | ۱۲ |
| عورت ہندوستان میں | ۱۴ |
| عورت بدھ اور جین مذہب میں | ۱۷ |
| منو نے عورتوں اور مردوں کے درمیان جو دیوار کھڑی کی تھی وہ آج بھی موجود ہے | ۱۸ |
| ایران اور عورت | ۲۰ |
| عورت چین میں | ″ |
| عورت مصری تہذیب میں | ۲۱ |
| یہودی مذہب اور عورت | ۲۲ |
| عورت نصرانی مذہب میں | ۲۴ |
| جزیرۂ عرب اور عورت | ۲۷ |


AsliAhleSunnet.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| عورت مغربی تہذیب کے زیر سایہ | ۲۹ |
| روس کی عورت | ۳۵ |
| روسی وسط ایشیائی جمہوریہ ترکمانیہ میں شوہروں کی بے رحمی کی شکار ۳۷/ عورتوں کی خود سوزی | ۳۶ |
| **دوسری فصل : عورت اسلام کی نظر میں** | ۳۹ |
| ۱۔ انسانی حیثیت | ۴۲ |
| ۲۔ مذہبی حیثیت | ۴۴ |
| ایمان میں مردوں کی برابری | 〃 |
| شخصیت کا احترام | 〃 |
| نیک عمل کے ثواب میں مردوں کی برابری | ۴۵ |
| نیک اعمال اور عقائد و اخلاق میں برابری | ۴۶ |
| ۳۔ معاشرتی حیثیت | ۴۹ |
| دورِ طفولیت | 〃 |
| جدید دور میں عورت کی ناقدری | ۵۱ |
| شادی کے بعد | ۵۲ |
| بحیثیت ماں | ۵۶ |
| ۴۔ معاملاتی حیثیت | ۵۸ |
| حق میراث | ۵۹ |
| ۵۔ سیاسی حیثیت | ۶۳ |
| ۶۔ حق تعلیم | ۶۸ |
| اسلامی اصول کا خلاصہ | ۷۱ |


AsliAhleSunnet.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| **تیسری فصل** : بعض امتیازات | ۷۳ |
| ۱۔ شہادت | ۷۵ |
| ۲۔ میراث | ۷۶ |
| ۳۔ عورت کی دیت | ۷۷ |
| ۴۔ حکومت کی سربراہی | ۷۸ |
| عورتوں سے متعلق اسلامی موقف اور غیر مسلم اہل قلم | ۷۹ |
| **چوتھی فصل** : ملازمت اور کسبِ معاش | ۸۳ |
| دو مختلف نقطۂ نظر | ۸۶ |
| خرابیاں اور نقصانات | ۸۹ |
| ایک عبرتناک واقعہ | ۹۱ |
| آداب و شرائط | 〃 |
| مغربی مفکرین کا نقطۂ نظر | ۹۲ |
| **پانچویں فصل** : اسلام کا نظام عفت و عصمت | ۹۹ |
| ۱۔ پردہ کے احکام | ۱۰۱ |
| پردہ یا لباس کیسا ہو ؟ | ۱۰۳ |
| ۲۔ گھروں میں داخلہ سے متعلق آداب | ۱۰۷ |
| ۳۔ عورتوں کے لئے کچھ ضروری آداب | ۱۱۰ |
| ۴۔ عورتوں کے لئے گھر کی پابندی | ۱۱۱ |
| ایک شبہ کا ازالہ | ۱۱۲ |
| تاریخ سے سبق | ۱۱۴ |


AsliAhleSunnet.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| ۵ ۔ گھر سے باہر نکلنے کے آداب و شرائط | ۱۱۴ |
| ۶ ۔ مردوں پر پابندی | ۱۲۱ |
| **چھٹی فصل : رشتۂ زوجیت** | ۱۲۳ |
| نکاح ایک فطری تقاضہ | ۱۲۵ |
| معاشرہ کے دو مختلف نظام | ۱۲۶ |
| تجرد کی حوصلہ افزائی | ۱۲۷ |
| رشتۂ زوجیت اسلام کی نظر میں | ۱۲۸ |
| خاندان کا اسلامی تصور | ۱۲۹ |
| دور جاہلیت کے نکاح | ۱۳۲ |
| نکاح کی ترغیب | ۱۳۳ |
| **نکاح کے لئے ضروری امور** | ۱۳۵ |
| منگنی کا مرحلہ | // |
| معیار انتخاب | ۱۳۷ |
| **کفاءت کا مسئلہ** | ۱۳۹ |
| پیش کش معیوب نہیں | ۱۴۲ |
| مہر | ۱۴۴ |
| بلوغت سے پہلے کی شادی | ۱۴۶ |
| **ساتویں فصل : زوجین سے متعلق کچھ احکام و آداب** | ۱۴۹ |
| احکام زفاف و جماع | ۱۵۱ |
| افشاء راز کی ممانعت | ۱۵۲ |


AsliAhleSunnet.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| ہم جنسی حرام ہے | ۱۵۲ |
| حیض کا حکم | ″ |
| اہل کتاب کی غیر معتدل روش | ۱۵۴ |
| اسلام کا معتدل رویہ | ″ |
| نفاس واستحاضہ کا حکم | ۱۵۶ |
| عزل کا حکم | ″ |
| تعارض کا ازالہ | ۱۵۷ |
| ضبط تولید | ۱۵۸ |
| اسلام کے خلاف سازش | ۱۵۹ |
| ایک سیمینار کی تجاویز | ۱۶۱ |
| حقوق الزوجین | ۱۶۳ |
| بیوی کے حقوق | ″ |
| (مادی حقوق) | ″ |
| (معنوی حقوق) | ۱۶۴ |
| ازواج مطہرات کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ | ۱۶۷ |
| شوہر کے حقوق | ۱۶۹ |
| شوہر اور والدین کے حقوق کے مابین تطبیق | ۱۷۳ |
| ایک وضاحت | ۱۷۴ |
| شوہر کی اطاعت کا دائرہ | ۱۷۶ |
| خوشگوار ازدواجی زندگی کے اسباب | ۱۷۸ |
| شریعت کی پابندی | ۱۸۰ |
| ایک خاتون کی نصیحت | ۱۸۴ |


AsliAhleSunnet.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| قابل توجہ | ۱۸۶ |
| شادی کی غلط رسمیں | ۱۸۸ |
| تصویر | 〃 |
| اسراف | 〃 |
| ابرو اور دانت وغیرہ کی تزئین | ۱۸۹ |
| سونے کا چھلا | 〃 |
| لڑکے کی تزئین | 〃 |
| گانا بجانا | ۱۹۰ |
| بال جوڑنا | 〃 |
| نلکی بچہ کا شرعی حکم | ۱۹۲ |
| **آٹھویں فصل : عورت کا مثالی کردار** | ۱۹۵ |
| ایمانی بصیرت | ۱۹۷ |
| نیکی کی جستجو | ۱۹۸ |
| ایثار و سخاوت | ۱۹۹ |
| احسان و سلوک کی رغبت | ۲۰۱ |
| بہترین دولت | 〃 |
| جہاد میں حصہ | ۲۰۲ |
| رحم و مروت | 〃 |
| حفظ قرآن | 〃 |
| شوہر کی موت پر صبر | ۲۰۳ |
| نوحہ و بکا کی مذمت | ۲۰۴ |


AsliAhleSunnet.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| اولاد کی موت پر صبر | ۲۰۵ |
| **نویں فصل** : تعدد ازواج | ۲۰۷ |
| تعدد کیا ہے ؟ | ۲۰۹ |
| تعدد اور مذاہب عالم | ″ |
| تعدد کیوں ؟ | ۲۱۱ |
| تعدد سے متعلق قرآن کا حکم | ۲۱۳ |
| اسلام کا اصلاحی رویہ | ۲۱۵ |
| تعدد کا اخلاقی پہلو | ۲۱۶ |
| اہل مغرب کا اعتراف | ۲۱۸ |
| **دسویں فصل** : طلاق ایک ناگزیر اقدام | ۲۲۳ |
| طلاق کی ضرورت | ۲۲۵ |
| طلاق دیگر اقوام و مذاہب میں | ″ |
| یہودیت اور طلاق | ۲۲۶ |
| نصرانیت اور طلاق | ۲۲۷ |
| جدید قوانین اور طلاق | ″ |
| اسلام سے قبل عربوں میں طلاق | ۲۲۸ |
| بے جا اعتراض | ″ |
| اصول و ہدایات | ″ |
| وقوع طلاق کی بعض شرطیں | ۲۳۱ |
| حق طلاق | ۲۳۲ |


AsliAhleSunnet.com

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| اہم اصلاحات | ۲۳۴ |
| **گیارہویں فصل : اولاد کی تربیت** | ۲۳۷ |
| اولاد کی محبت | ۲۳۹ |
| محبت میں یکسانیت | ۲۴۰ |
| نوزائیدہ بچہ سے متعلق کچھ احکام | ۲۴۱ |
| تربیت کی اہمیت | ۲۴۴ |
| تربیت اور والدین | ۲۴۵ |
| تربیت کے اقسام | ۲۴۷ |
| ۱۔ ایمانی تربیت | // |
| ۲۔ اخلاقی تربیت | ۲۴۸ |
| جھوٹ | ۲۴۹ |
| چوری | ۲۵۰ |
| برا بھلا کہنا | // |
| بے حیائی و آزاد روی | // |
| ۳۔ جسمانی تربیت | ۲۵۲ |
| ۴۔ فکری تربیت | ۲۵۳ |
| ۵۔ نفسیاتی تربیت | ۲۵۵ |
| ۶۔ معاشرتی تربیت | ۲۵۶ |
| حضرت لقمان کی نصیحت | ۲۵۹ |
| خاتون اسلام کے نام | ۲۶۰ |
| فہرست مضامین | ۲۶۱ |


AsliAhleSunnet.com

# خاتون اسلام

اسلامی شریعت پر عداوت یا کوتاہ فہمی کی وجہ سے جو اعتراضات کیئے جاتے ہیں ان میں سے کئی ایک کا تعلق صنف نازک سے ہے ۔ نفقۂ مطلقہ سے متعلق ہندوستان کی عدالت نے ایک فیصلہ صادر کیا تھا ، تمام مسلم حلقوں کی طرف سے اسکی مخالفت ہوئی ، پھر پارلیمنٹ نے ایک بل پاس کر کے مسلمانوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی ۔ اس واقعہ کے بعد صنف نازک سے متعلق اسلامی شریعت کے احکام و قوانین پر بحث میں ایک بار پھر تیزی آ گئی اور مختلف حلقوں کی طرف سے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا ، اور ایک طرح کی مناظرانہ فضا پیدا ہوگئی ۔ تائید و تردید کے اس ریلے میں ایسے بھی بہت سے لوگ نظر آئے جو نیک نیتی کے ساتھ عورتوں سے متعلق اسلامی شریعت کے احکام کی بنیاد اور حکمت کو سمجھنا چاہتے تھے ۔ خاتون اسلام کی یہ دوسری اشاعت ان شاء اللہ نیک اور منصف مزاج تمام قارئین کے لئے مفید ہوگی ۔

AsliAhleSunnet.com